بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل بیت

اور خاندانِ بنُو اُمَیّہ

مرتب

الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہؓ

ایڈیشن - I

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل بیت

اور

خاندان بنواُمیہ

مرتب:
الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ
بلقیس اظہر
جماعت عائشہؓ

شجرۂ نسب سیدنا محمد خاتم النبیین ﷺ

محمد خاتم النبیین ﷺ بن عبداللہ ۔ بن عبدالمطلب ۔ بن ہاشم ۔ بن عبدالمناف ۔ بن قصی ۔ بن کلاب ۔ بن مرہ ۔ بن کعب ۔ بن لوی ۔ بن غالب ۔ بن فہر ۔ بن مالک ۔ بن نضر ۔ بن کنانہ ۔ بن خزیمہ ۔ بن مدرکہ ۔ بن الیاس ۔ بن مضر ۔ بن نزار ۔ بن معد ۔ بن عدنان ۔ بن اود ۔ بن ھمیسع ۔ بن سلامان ۔ بن عوض ۔ بن بوز ۔ بن قموال ۔ بن ابی ۔ بن عوام ۔ بن ناشد ۔ بن حزا ۔ بن بلداس ۔ بن یدلاف ۔ بن طابخ ۔ بن جاحم ۔ بن ناحش ۔ بن ماخی ۔ بن عیفی ۔ بن عبقر ۔ بن عبید ۔ بن الدعا ۔ بن حمدان ۔ بن سنبر ۔ بن یثربی ۔ بن یحزن ۔ بن یلحن ۔ بن ارعوی ۔ بن ذیشان ۔ بن عیصر ۔ بن اقناد ۔ بن ایہام ۔ بن مقصر ۔ بن ناحث ۔ بن زارح ۔ بن سمی ۔ بن مزی ۔ بن عوض ۔ بن عرام ۔ بن قیدار ۔ بن **اسماعیل علیہ السلام** ۔ بن **ابراہیم علیہ السلام** ۔ بن آذر ۔ بن ناحور ۔ بن ساروغ ۔ بن ارغوا ۔ بن فالغ ۔ بن عابر ۔ بن ارفخشار ۔ بن سام ۔ بن **نوح علیہ السلام** ۔ بن لامک ۔ بن متشالخ ۔ بن **ادریس علیہ السلام** ۔ بن یارد ۔ بن مھلائیل ۔ بن قینان ۔ بن آنوش ۔ بن **شیث علیہ السلام** ۔ بن **آدم علیہ السلام**

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	اہل بیت	5
2	نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نوری بشر ہیں	7
3	امہات المومنینؓ	10
☆	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	10
☆	حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	11
☆	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	11
☆	حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	12
☆	حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	12
☆	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	13
☆	حضرت زینب بنت حجش رضی اللہ تعالیٰ عنہا	13
☆	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	14
☆	حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	14
☆	حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	14
☆	حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت شمعون	15
☆	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	15
☆	حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	16
4	حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اولاد مبارک	17
☆	حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	17
☆	حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	18
☆	حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا	18
☆	حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	19
☆	حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	19
☆	حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	19
☆	حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	19
5	حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اولاد علیؓ	20
☆	حضرت علی رضی اللہ عنہ	20
☆	حضرت علیؓ (علم کا دروازہ)	23

	☆ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	27
	☆ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	30
	☆ شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	31
	☆ حضرت امام حسینؓ سے متعلق روایات	43
	☆ قاتلینِ امام حسینؓ کا عبرتناک انجام	47
	☆ حضرت امام علی بن حسین (زین العابدینؒ) رحمۃ اللہ علیہ	50
	☆ حضرت محمد بن علی (محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ)	55
	☆ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	58
	☆ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ	63
	☆ حضرت علی رضا رحمۃ اللہ علیہ	66
	☆ حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر (حضرت امام جعفر محمد تقیؒ)	68
	☆ امام ابوالحسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ (امام ابوالحسن ثالث)	71
	☆ امام ابو محمد حسین زکی رحمۃ اللہ علیہ	73
6	حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ	75
7	آل اور اہل میں فرق	87

حصہ دوئم

8	خاندان بنواُمیہ	91
	☆ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	91
	☆ یزید پلید	92
	☆ عبدالملک بن مروان	95
	☆ حجاج بن یوسف کی چیرہ دستیاں	97
	☆ سلیمان بن عبدالملک	99
	☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	100
	☆ یزید بن عبدالملک	102
	☆ ہشام بن عبدالملک	102
	☆ ولید بن یزید	105
	☆ یزید بن ولید بن عبدالملک	106
	☆ مروان بن محمد بن مروان بن حکم	106

اہل بیت

اہل بیت کون ہیں؟

اہل علم سے اس سلسلے میں تین قول منقول ہیں۔

پہلا قول:

اہل بیت سے مراد ازواجِ مطہرات ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں ہے۔(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 33)

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۞

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اہل بیت تم سے گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے''۔

دوسرا قول:

اہل بیت سے مراد حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہیں۔ اس کی دلیل اُمِ سلمہؓ کی ایک روایت ہے۔ حضرت اُمِ سلمہؓ فرماتی ہیں: "حضرت فاطمہؓ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تیرے شوہر اور تیرے دونوں فرزند کہاں ہیں"؟ عرض کیا" گھر میں ہیں"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" ان کو بلاؤ"۔ حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ کے پاس آئیں اور کہا" چلئے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ آپؓ کو اور آپؓ کے دونوں فرزندوں کو یاد فرمارہے ہیں"۔ حضرت اُمِ سلمہؓ کہتی ہیں" آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو چارپائی کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ اس پر سے ایک چادر کو اٹھایا اور زمین پر پھیلا دیا اور انہیں اس پر بیٹھایا۔ پھر چادر کے چاروں کونوں کو ان کے سر پر سمیٹ کر بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا اور دائیں ہاتھ سے رب کریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔: ''اے اللہ یہ میرے گھر کے لوگ ہیں ان سے گندگی کو دور فرمادے اور انہیں خوب خوب پاک کردے''۔(جامع ترمذی)

تیسرا قول:

آیت مذکورہ میں اہل بیت کی پہلی مخاطب اُمہات المومنین ہیں۔ ان کے علاوہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی صاحبزادیاں ان کی اولادیں، آپ خاتم النبیین ﷺ کا آبائی گھرانہ اور ہر وہ شخص اہل بیت میں شامل ہے جسے بارہ گاہ نبوت سے یہ اعزاز حاصل ہوا ہو۔ اور مختلف اوقات ومقامات میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کا اظہار فرمایا ہو۔

''بیت'' سے مراد معاشرتی اور آبائی دونوں قسم کے مکان ہیں۔ چنانچہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے معاشرتی مکان کے افراد آپ خاتم النبیین ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں اور آبائی مکان کے لوگ آل علیؓ، آل عقیلؓ، آل جعفرؓ اور آل عباسؓ ہیں۔ لہٰذا اہل بیت صرف ازواج مطہرات کا نام نہیں بلکہ ان میں خاندان اور قبیلہ کے مذکورہ بالا افراد بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ امام مسلمؒ نے حضرت زید بن ارقمؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے گھر والوں (اہل بیت) کے بارے میں خبردار کیا ہے''۔

یہ جملہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے تین بار فرمایا۔ حضرت حصینؒ نے زید بن ارقمؓ سے پوچھا ''اے زید آپ کے نزدیک اہل بیت کون لوگ ہیں؟ کیا ازواج مطہرات اہل بیت نہیں ہیں"؟ آپؓ نے جواب دیا" ازواج مطہرات تو اہل بیت ہیں ہی لیکن صحیح معنوں میں اہل بیت وہ حضرات ہیں جن کے لیے مال زکوٰۃ حرام کردیا گیا"۔ پھر حصینؒ سے پوچھا گیا" وہ کون لوگ ہیں"؟ زید بن ارقمؓ نے فرمایا" وہ آل علیؓ، آل عقیلؓ، آل جعفرؓ اور آل عباسؓ ہیں"۔(ابن کثیر، صحیح مسلم، باب فضائل علی)

مفسرین کا قول ہے کہ ترجیح تیسرے قول کو حاصل ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ آیت میں مذکور اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات کے علاوہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حسنینؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کی بقیہ تین بیٹیاں، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور ان کی اولاد بھی ہیں اور ان سب حضرات کی اولادیں اہل بیت ہیں۔ نیز تمام وہ حضرات جنہیں بارگاہ نبوی ﷺ سے یہ لقب عطا ہوا جیسے حضرت سلیمان فارسیؓ وغیرہ۔

ایک مرتبہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے سوال کیا" یارسول اللہ ﷺ آل رسول کون لوگ ہیں"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''متقی''۔(الفردوس 1، ص 418/ 1691، روایت انس بن مالکؓ)

ناموسِ اہل بیت:

اہل بیت کو عزت وتوقیر، تقدس وحرمت سب کچھ حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی نسبت سے ملا ہے- اس لئے آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"مجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میرے سبب محبت کرو"- (ترمذی، ابواب المناقب:220)

اسی طرح حسنین کریمین کی اپنے ساتھ نسبت وتعلق اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حسن اور حسین میرے بیٹے ہیں- جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی- اور جس نے اللہ سے محبت کی اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا- اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا- جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ اسے دوزخ میں داخل کرے گا"- (المستدرک، 166:3)

یہ بات قابل توجہ ہے کہ محبت رسول خاتم النبیین ﷺ کا وہ تصور جو آپ خاتم النبیین ﷺ کی حیات ظاہری میں تھا وہ بعد از وصال بھی اسی طرح قائم ودائم ہے اور یوں ہی بغض وعداوت اور دشمنی اور عنادِ رسول خاتم النبیین ﷺ کی روش بھی قائم ہے- یہی طرزِ عمل ازواج مطھرات، اہل بیت عظام اور خلفائے راشدین کے لئے بھی پایا جاتا ہے- پس جو کوئی ان ذوات مقدسہ کی بے ادبی وگستاخی کرتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں ذلیل ورسوا ہوگا اور اللہ کی گرفت سے دونوں جہانوں میں نہیں بچ سکے گا-

قرآن حکیم، سورہ الاحزاب، آیت نمبر 32 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا

ترجمہ: "اے اَزواجِ پیغمبر! تم عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مِثل نہیں ہو، اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (مَردوں سے حسبِ ضرورت) بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرنا کہ جس کے دل میں (نِفاق کی) بیماری ہے (کہیں) وہ لالچ کرنے لگے اور (ہمیشہ) شک اور لچک سے محفوظ بات کرنا"-

دنیا میں بے شمار عورتیں اپنی عزت وعظمت، تقویٰ وطہارت اور صالحیت وروحانیت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے فائق وبرتر ہوں گی مگر ازواج مطہرات کے مقام ومرتبے، فضیلت وحیثیت کو قیامت تک کوئی خاتون نہیں پہنچ سکتی کیونکہ انہیں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زوجیت کی ایسی عظیم نسبت وشرف حاصل ہے جس نے انہیں پورے عالم نسوانیت میں بے نظیر وبے مثال اور افضل وبرتر بنا دیا ہے- اس نسبت کی وجہ سے ان کی عزت وتکریم اور ادب وتعظیم بھی درحقیقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی تعظیم وتکریم اور ادب واحترام ہی متصور ہوگا اور ان کی توہین وتحقیر بھی خود حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی توہین وتنقیص شمار ہوگی-

سورہ الاحزاب، آیت نمبر 6 میں اراشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا

ترجمہ: یہ نبی (خاتم النبیین ﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ کی اَزواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں، اور خونی رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دیگر) مومنین اور مہاجرین کی نسبت (تقسیمِ وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں سوائے اس کے کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو، یہ حکم کتابِ (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے"-

اس آیت کریمہ نے اہل ایمان کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے کہ اس کائنات میں ایک ایسی ہستی بھی ہے جو تمہیں اپنی عزت وآبرو، جان ومال، جاہ ومنصب اور دنیا کی محبت وہوس غرضیکہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہونی چاہئے- اس کی عزت وحرمت، ادب وتعظیم اور توقیر واحترام کا حق تمہیں اپنی جانوں سے بھی بڑھ کر مقدم ہونا چاہئے کیونکہ اسی کے دم قدم سے تمہیں وجود ودیعت ملا ہے- سو اس بنا پر وہ ہستی ہی تمہاری جانوں پر زیادہ حقدار ہے-

آپ خاتم النبیین ﷺ کی نسبت تعلق کی وجہ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہیں اور اسی نسبت مصطفی خاتم النبیین ﷺ نے ہی قیامت تک انہیں معزز ومکرم اور واجب تکریم واحترام بنایا ہے-

****

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نوری بشر ہیں

ثبوت احادیث مبارکہ سے:-

☆ امام عبدالرزاقؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے آقا حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ خاتم النبیین ﷺ پر قربان ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی"؟۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"اے جابرؓ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا کیا۔ پھر یہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور تھا سیر کرتا رہا، اُس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھی۔ نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی اور نہ چاند سورج تھا، نہ جن تھا اور نہ ہی انسان تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے، ایک حصہ سے قلم، دوسرے حصہ سے لوح، تیسرے حصہ سے عرش اور چوتھے حصہ سے مخلوقِ خُدا کو پیدا کیا"۔ (المواہب الدنیا 9:1، السیرۃ الحلبیہ 50:1، زرقانی علی المواہب 46:1، نشر الطیّب 5:)

☆ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''اوّل ماخلق اللہ نُوری''۔ ترجمہ:''اللہ نے سب سے پہلے میرا نُور تخلیق کیا''۔(مدارج نبُوت، جلد۔5، صفحہ 2)

☆ امام قسطلانیؒ نے روایت کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو حکم فرمایا کہ انوار انبیاء علیہ السلام پر توجہ کرے، جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نور مبارک نے دیگر انبیاء علیہ السلام کی ارواح انوار پر توجہ فرمائی تو آپ خاتم النبیین ﷺ کے نور نے ان سب کو ڈھانپ لیا۔ انہوں نے عرض کیا"باری تعالیٰ ہمیں کس نے ڈھانپ لیا ہے"؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"یہ محمد (خاتم النبیین ﷺ) کا نور ہے، اگر تم ان پر ایمان لائے تو تمہیں شرفِ نبوت سے سرفراز کیا جائے گا"۔اس پر سب ارواح انبیاء علیہ السلام نے عرض کیا، باری تعالیٰ ہم ان پر ایمان لے آئے ہیں"۔اس کا مکمل ذکر پارہ3، سورۃ آلِ عمران، آیت نمبر 81 میں آیا ہے:

ترجمہ:"اور یاد کرو وہ وقت جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کر کے معبوث کروں تو اس کے بعد تمہارے پاس میرا پیارا رسول (خاتم النبیین ﷺ) آجائے تو سب اِس پر ایمان لانا اور اِس کے مشن کی مدد کرنا"۔

☆ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا:''یا رسول اللہ ﷺ! آپ خاتم النبیین ﷺ کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی؟'' آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اُس وقت جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسد کے رشتے میں منسلک نہ ہوئے تھے (یعنی اُن کے تن میں ابھی جان نہ آئی تھی)''۔ (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کر کے حَسن قرار دیا ہے)

☆ احکام ابن القطان میں حضرت امام زین العابدینؒ سے روایت ہے کہ اپنے باپ حضرت امام حسینؓ اور ان کے جدِ امجد حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا"۔(احکام ابن القطان)

☆ حضرت میسرہؓ سے منقول ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا!"حضور آپ خاتم النبیین ﷺ کب شرفِ نبوت سے مشرف ہوئے"؟ اس پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:"جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد کیا اور اُن کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو اِن سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر **"محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء"** لکھا اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام کو ٹھہرایا۔ تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر، اُس کے درختوں پر، درختوں کے پتوں پر اور اہلِ جنت کے خیموں پر لکھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح و جسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا۔ پس جب اُن کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی، تب انہوں نے عرش کی طرف نگاہ اُٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب اُن کو شیطان نے دھوکا دیا، انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام کا وسیلہ پکڑ کر توبہ کی"۔) اخرجہ الحاکم فی المستدرک 672/2 رقم 4228، البیہقی فی دلائل النبوۃ 489/5، القاضی عیاض فی الشفاء 227/1)

قرآنی آیات سے آپ خاتم النبیین ﷺ کے نور ہونے کا ثبوت:

☆ سورۃ مائدہ، پارہ6، آیت نمبر ۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب"۔

☆ سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 46-45 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "اے نبی (خاتم النبیین ﷺ)، بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا سورج یعنی سراجِ منیر"۔

اب قرآن پاک نے سورج کو بھی سراجِ منیر کہا ہے۔ کیونکہ وہ چمکتا بھی ہے اور چمکاتا بھی ہے اور چاند تاروں وغیرہ کو بھی نور بتایا۔

☆ تفسیر روح البیان میں "لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡل" (سورہ توبہ، آیت نمبر 128) کی تفسیر میں ہے کہ ایک بار حضورِ پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا "اے جبرائیل علیہ السلام تمہاری عمر کتنی ہے؟"۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو مجھے خبر نہیں ہے کہ میری عمر کتنی ہے، ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک تارہ 70 ہزار برس کے بعد چمکتا ہے اور مَیں اُس کو 72 ہزار بار چمکتا ہوا دیکھ چُکا ہوں"۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے جبرائیل علیہ السلام، قسم ہے اپنے رَب کی، وہ تارا مَیں ہی ہوں"۔

اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ نورِ محمد خاتم النبیین ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکا تھا۔

اَب دیکھنا یہ ہے کہ **نور** کیا ہے؟

نور کے لغوی معنی روشنی، چمک دمک اور اُجالا کے ہیں۔ مگر جس سے روشنی اور اُجالا (ظاہر ہو) نمودار ہو اُسے بھی اُجالا کہتے ہیں۔

نور کی اقسام

نور کی دو اقسام ہیں۔

(1) نورِ حسّی　　(2) نورِ عقلی

(1) نورِ حسّی

وہ نور جو آنکھوں سے دیکھنے میں آئے، جیسے دھوپ، بجلی وغیرہ کی روشنی۔

(2) نورِ عقلی

وہ نور جو آنکھ تو محسوس نہ کر سکے مگر عقل کہے کہ یہ نور ہے، روشنی ہے۔

اس معنی سے اسلام کو، قرآن کو، ہدایت کو اور ایمان والے بندے کو بھی نور کہا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

☆ "اللہ مومنوں کا مددگار ہے، انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے کر جاتا ہے" (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۵۷)

اِس آیت کریمہ میں گمراہی کو "اندھیرا" اور ہدایت کو "روشنی یا نور" فرمایا گیا ہے۔

☆ "اور ہم نے تمہاری طرف کُھلی روشنی اُتاری"۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۷۴)

اس آیت میں قرآن پاک کو نور کہا گیا ہے۔

☆ "تو وہ شخص جس کا سینہ ہم نے اسلام کے لیے کھول دیا، وہ اپنے رَب کی طرف سے "نور" پر ہے"۔ (سورہ زمر، آیت نمبر ۲۲)

اس آیت کریمہ میں اُس شخص کو نور کہا گیا ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ اور جس کا سینہ اللہ تعالیٰ کھول دے وہ ہدایت پالیتا ہے۔

☆ "اے ہمارے رَب ہمارا نور پورا فرما اور ہماری مغفرت فرما" (سورہ التحریم، آیت نمبر ۸)

☆ "ہم نے توریت اُتاری جس میں ہدایت اور نُور ہے"۔ (سورہ المائدہ آیت نمبر ۴۴)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً ازلی، ابدی اور ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر، اور جسے وہ ظاہر فرما دے وہ ظاہر ہو گیا۔ جبکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ قرآن پاک، اسلام، فرشتے، ہدایت، عطائی طور پر رب کے بنانے سے نور ہیں۔ جیسے رب تعالیٰ حقیقی طور پر ازلاً، ابداً، سمیع، بصیر، علیم، خبیر ہے۔ اور دوسری مخلوق عطائی طور پر اُس کے بنانے سے سمیع، بصیر بھی ہے۔ علیم اور خبیر بھی ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود بغیر کسی کی عطا کے اِن صفات سے موصوف ہے، اور مخلوق عطائی طور پر۔ رَب تعالیٰ کے عطا کرنے سے ان صفات سے عارضی طور پر موصوف ہے۔ لفظ مشترک ہیں مگر معنی میں بڑا فرق ہے۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بلاواسطہ رَب سے فیض حاصل کرنے والے۔ اور تمام مخلوق حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے واسطے

سے فیض لینے والی ہے جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا دیا جائے تو دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ روشن کر لیے جائیں، اِس کو اِس طرح واضح کیا جاتا ہے۔

ایک ہے تشخص محمدی ﷺ		اور		ایک ہے حقیقت محمدی ﷺ

تشخص محمدی ﷺ: اُس جسم اطہر کا نام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، حضرت بی بی آمنہؓ سے ہیں اور تمام نبیوں کے بعد اِس دنیا میں جلوہ گر ہوئے ، حضرت بی بی آمنہؓ کے نورِ نظر، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سرتاج، حضرت فاطمہ زہراؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت کلثومؓ، حضرت زینبؓ، حضرت ابراہیمؓ، حضرت قاسمؓ حضرت طیب وطاہرؓ کے والد نامدار۔ یہ تمام رشتے "تشخص محمدی ﷺ" کی صفات ہیں۔

حقیقت محمدی ﷺ: نہ اولادِ آدم، نہ کسی کے باپ، نہ کسی کی اولاد بلکہ سارے عالم کی اصل۔ ظاہر ہے بشریت کی ابتداء تو حضرت آدمؑ سے ہوئی اور حضور پاک ﷺ تو اُس وقت سے نبی ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا۔ اگر اُس وقت حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو بشر کہا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام بشر نہیں رہتے، اَب جب ہم نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعریف اِس طرح کرتے ہیں کہ "نبی وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا" تو یہ تشخص نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعریف ہے۔ حقیقت نبی خاتم النبیین ﷺ کی نہیں۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ تو نبوت سے اُس وقت موصوف کیے گئے جب انسانیت کا نشان بھی نہ تھا کیونکہ ابھی پہلے انسان اور تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے۔ بادام کا پوست بھی بادام کے نام سے پکارا جاتا ہے اور مغز بھی، مگر مغز اور ہوتا ہے اور پوست اور ہوتا ہے، اور پھر مغز پوست میں رکھا گیا۔ اِسی طرح حقیقتِ محمدی ﷺ تشخص محمدی ﷺ میں جلوہ گر ہے۔ "نور ہونا، بُرہان ہونا، رَب کی دلیل ہونا" حقیقت محمدی ﷺ اور اُس کی صفات ہیں، تو کبھی تشخص محمدی ﷺ جلوہ گر ہوئی اور کبھی حقیقت محمدی ﷺ جلوہ گر ہوئی۔ اِسی طرح جسم کا سایہ نہ ہونا، آسمانوں کی سیر کرنا، جہاں ہوا نہیں وہاں سے گزرنا اور پھر شرح صدر ہونا، یہ مقام حقیقت محمدی ﷺ کی صفات ہیں۔(رسائل نعیمیہ)

اب دیکھیے آپ خاتم النبیین ﷺ کا شرح صدر چار مرتبہ ہوا (سینے کا کھولنا)۔

(1) پہلی مرتبہ بچپن میں ہوا، جب آپ خاتم النبیین ﷺ حلیمہ سعدیہؓ کے پاس تھے۔ یہ اس لیے تھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہیں۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر 413)(المشکوٰۃ المصابیح، جلد-3، حدیث نمبر 5852)

(2) دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں ہوا، یہ اس لیے تھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کامل ترین اوصاف پر جوان ہوں۔(مسندِ احمد، حاکم، ابنِ عساکر، ابونعیم)

(3) تیسری مرتبہ غارِ حرا میں ہوا، بعثت کے وقت۔ تاکہ آپ خاتم النبیین ﷺ وحی کے بوجھ کو یعنی اُس نورانی کلام کو جو اللہ تعالیٰ کے اندر سے نکل کر آ رہا ہے برداشت کر سکیں۔(دلائل بیہقی، دلائل ابونعیم)

(4) چوتھی مرتبہ شبِ معراج پر جانے سے پہلے ہوا، تاکہ آپ خاتم النبیین ﷺ مناجات الٰہی اور تجلیات الٰہی کو برداشت کر سکیں۔(صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سورۃ الشرح، آیت نمبر 1 میں ارشاد فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ

ترجمہ: "کیا ہم نے تمارا سینہ کھول نہیں دیا"؟

یہی وجہ ہے کہ جو اسرار آپ خاتم النبیین ﷺ کے قلب کو عطا ہوئے مخلوق میں سے کسی اور قلب کو عطا نہیں ہوئے۔

حدیثِ پاک میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشادِ پاک ہے:

"میری آنکھیں سوئی ہوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا" (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۱۴۷، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۷۲۳)

تو شرح صدر کے وقت نورانیت کا غلبہ تھا، یہی وجہ تھی کہ نہ خون نکلا، نہ چاک ہونے کی تکلیف ہوئی، یعنی شرح صدر کے وقت سینہ مبارک سے دل نکال کر فرشتوں کا اُس کو دھونا اور حضورِ پاک خاتم النبیین ﷺ کے جسمِ اطہر سے خون کا نہ نکلنا اور آپ خاتم النبیین ﷺ کا زندہ رہنا، یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاتم النبیین ﷺ کو لاکھوں خصوصی صفات سے نوازا، اُن میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو نور سے پیدا فرمایا اور پھر سارے عالم کو اُن سے ظاہر فرمایا، یعنی اُن ہی کے سر پر اولیت کا تاج اور اُن ہی کی پیشانی پر آخرت کا سہرا باندھا گیا۔ سب سے اوّل ظاہر کیا، سب سے آخیر میں نبی خاتم النبیین ﷺ بنا کر بھیجا اور اُن کو معراج کی رات تمام پیغمبروں کا امام بنایا۔

اُمہات المومنینؓ

یہ وہ مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
اسی روشنی سے انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

قرآن پاک میں اُمہات المومنینؓ کی شان میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 32 میں ارشاد فرماتا ہے۔
ترجمہ: ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

یہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی پہلی بیوی اور رفیقہ حیات ہیں۔ یہ خاندان قریش کی بہت ہی باوقار اور ممتاز خاتون ہیں ان کے والد کا نام خویلد بن اسد اور ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ ان کی شرافت اور پاک دامنی کی وجہ سے مکہ والے انہیں ''طاہرہ'' کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ انہوں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے اخلاق و عادات اور جمال صورت و سیرت کو دیکھ کر خود ہی آپ خاتم النبیین ﷺ سے نکاح کی رغبت ظاہر کی تھی۔ یہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی بہت ہی وفادار اور جاں نثار بیوی ہیں۔ اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو بھی ان سے بے پناہ محبت تھی یہ مسلسل 25 سال تک محبوبِ خدا کی جاں نثاری اور خدمت گزاری کے شرف سے سرفراز رہیں۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو بھی ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی وفات کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ اپنی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہؓ سے فرمایا کرتے تھے۔ ''خدا کی قسم خدیجہؓ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی۔ جب سب نے مجھے جھٹلایا اس وقت وہ ایمان لائیں جس وقت کوئی شخص مجھے کچھ دینے کو تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا مال دے دیا اور انہیں کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی''۔ (زرقانی ج 3 نمبر 224)

حضرت خدیجہؓ سے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی اولاد کی تعداد چھ ہے حضرت قاسمؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان ہی کی وجہ سے ان ہی کے نام پر آپ خاتم النبیین ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ یہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

حضرت خدیجہؓ کے فضائل میں بہت سی احادیث آئیں ہیں۔ چنانچہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تمام دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ اچھی اور با کمال چار بیبیاں ہیں۔ ایک حضرت مریمؑ، دوسری حضرت آسیہؓ (فرعون کی بیوی)، تیسری حضرت خدیجہؓ اور چوتھی حضرت فاطمہؓ "۔ (المستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین الخ، ذکر افضل نساء العالمین، ۳/ ۴۸۹، الحدیث: ۴۲۱۶)

ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام دربار نبوت خاتم النبیین ﷺ میں حاضر ہوئے اور فرمایا "اے محمد خاتم النبیین ﷺ یہ خدیجہؓ ہیں جو آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس کھانا لے کر آرہی ہیں"۔ جب یہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس آجائیں تو ان سے ان کے رب کا اور میرا سلام کہہ دیجئے گا اور ان کو ایک خوشخبری بھی دے دیجئے گا کہ جنت میں ان کے لیے ایک موتیوں کا گھر بنا ہے۔ جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی"۔ (بخاری ج 1 صفحہ 539)

ہجرت سے تین برس قبل 65 برس کی عمر پا کر ماہ رمضان 10 نبوی مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور مکہ کے مشہور قبرستان حجون (جنت المعلیٰ) میں خود حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ نے ان کی قبر انور میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک کیا۔ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات سے تین دن یا پانچ دن پہلے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہو گیا تھا۔ ابھی چچا کی وفات کے صدمے سے آپ خاتم النبیین ﷺ کا دل نڈھال تھا کہ حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اس سانحے کا آپ خاتم النبیین ﷺ کو اتنا زبردست صدمہ ہوا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' (غم کا سال) رکھ دیا۔

سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ نے ان کی زندگی میں کوئی اور نکاح نہ فرمایا اور ان کی وفات کے بعد بہت سی عورتوں سے نکاح کیا۔ لیکن حضرت خدیجہؓ کی محبت آخری وقت تک حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے قلب میں رچی بسی رہی۔ یہاں تک کہ ان کی وفات کے بعد بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے گھر میں کوئی بکری ذبح ہوتی تو آپ خاتم النبیین ﷺ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے گھر بھی ضرور گوشت بھیجا کرتے تھے اور ہمیشہ آپ خاتم النبیین ﷺ بار بار حضرت خدیجہؓ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی مقدس بیوی اور تمام اُمت کی ماں ہیں۔ان کے باپ کا نام ''زمعہ'' اور ماں کا نام ''شموس بنت عمرو'' ہے۔یہ بھی قریش خاندان کی بہت ہی ناموراور معزز عورت ہیں۔ یہ پہلے اپنے چچا زاد بھائی، سکران بن عمرو سے بیاہی گئی تھیں اور اسلام کی شروعات ہی میں یہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے تھے اور کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر حبشہ کو ہجرت بھی کر چکے تھے لیکن جب حبشہ سے واپس ہوکر دونوں میاں بیوی مکہ آ کر رہنے لگے تو ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد دن رات مغموم رہا کرتے تھے، یہ دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے بارگاہ رسالت میں یہ درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ ﷺ حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے نکاح کر لیں، وہ بہت ہی وفادار خاتون اور بے حد خدمت گزار بھی ہیں۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت خولہؓ کے مخلصانہ مشورہ کو قبول فرمایا۔ چنانچہ حضرت خولہؓ نے حضرت سودہؓ کے باپ سے بات چیت کر کے نسبت طے کروادی اور نکاح ہو گیا۔اور پھر آپؓ نے جس والہانہ محبت وعقیدت کے ساتھ وفاداری اور خدمت گزاری کا حق ادا کیا، وہ ان کا بہت ہی شاندار کارنامہ ہے۔حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی محبت کو دیکھ کر انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا۔حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں" کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ حرص نہیں ہوتی کہ میں بھی ویسی ہی ہوتی مگر میں حضرت سودہؓ کے جمال صورت اور حسن سیرت کو دیکھ کر یہ تمنا کیا کرتی تھی کہ کاش میں بھی حضرت سودہؓ جیسی ہوتی"۔ یہ اپنی دوسری کئی قسم کی خوبیوں کے علاوہ بہت زیادہ سخی تھیں، ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں درہموں سے بھرا ہوا ایک تھیلا حضرت سودہؓ کے پاس بھیجا، انہوں نے اس تھیلے کو دیکھا اور کہا ''بھلا کھجوروں کے تھیلے میں درہم بھی بھیجے جاتے ہیں''؟ یہ کہا اور اٹھ کر اسی وقت ان تمام درہموں کو مدینہ منورہ کے فقراء اور مساکین کو گھر میں بلوا کر بانٹ دیا اور اسی وقت تھیلا خالی کر دیا۔

امام بخاریؒ اور امام ذھبیؒ کا قول ہے کہ 32ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی مگر علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''تقریب التہذیب'' میں ان کی وفات کا سال 55ھ شوال کا مہینہ لکھا ہے۔ان کی قبر مبارک مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں ہے۔(زرقانی ج3 صفحہ 599)

****

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ امیر المومنین حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں۔ان کی ماں کا نام ''ام رومان'' ہے ان کا نکاح حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں ہوا تھا لیکن کا شانہ نبوت میں یہ مدینہ میں شوال 2ھ میں آئیں۔ یہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بہت چہیتی بیوی ہیں۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ان کے بارے میں ارشاد ہے ''کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نہیں اتری۔مگر حضرت عائشہؓ جب میرے ساتھ بستر نبوت پر سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی وحی اترتی رہتی ہے''۔(صحیح بخاری، سنن نسائی)

فقہ وحدیث کے علوم میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیبیوں کے درمیان ان کا درجہ بہت اونچا ہے۔ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ عبادت میں ان کا یہ عالم تھا کہ نماز تہجد کی بے حد پابند تھیں، اور نفلی روزے بھی بہت زیادہ رکھا کرتی تھیں۔سخاوت اور صدقات وخیرات کے معاملے میں بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی سب بیویوں میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں۔

ام درہؓ کہتی ہیں کہ "ایک مرتبہ کہیں سے ایک لاکھ درہم ان کے پاس آئے۔آپؓ نے اسی وقت ان سب درہموں کو خیرات کر دیا۔میں نے عرض کیا" آپؓ نے سب درہم بانٹ دیئے ایک درہم بھی نہ رکھا کہ آپؓ گوشت خرید کر روزہ افطار فرماتیں"۔آپؓ نے فرمایا ''تم نے پہلے کہا ہوتا تو ایک درہم کا گوشت منگوالیتی''۔

یہ عمر میں حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی تمام بیویوں سے چھوٹی تھیں، مگر علم وفضل، زہد وتقویٰ، سخاوت وشجاعت، عبادت اور ریاضت میں سب سے بڑھ کر تھیں۔آپؓ کے فضائل سے کتب بھری پڑی ہیں۔ 17 رمضان المبارک منگل کی رات 57ھ یا 58 ہجری میں مدینہ منورہ میں آپؓ کی وفات ہوئی۔حضرت ابوہریرہؓ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت دوسری ازواج مطہرات کے برابر جنت البقیع کے اندر مدفون ہوئیں۔(زرقانی ج3 صفحہ 234)

****

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت عمر فاروقؓ کی بلند اقبال صاحبزادی ہیں، ان کی والدہ کا نام زینبؓ بنت مظعون ہے جو ایک مشہور صحابیہ ہیں، حضرت حفصہؓ پہلے حضرت خنیس بن حذافہ سہمی کی زوجیت میں تھیں اور میاں بیوی دونوں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے مگر ان کے شوہر جنگ احد میں زخمی ہوئے اور وفات پا گئے پھر 3 ھ میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔ یہ بھی بہت شاندار، بلند ہمت اور سخی عورت تھیں، انہوں نے فہم وفراست، حق گوئی اور حاضر جوابی میں اپنے والد ہی کا مزاج پایا تھا اکثر روزے سے رہتی تھیں اور تلاوت قرآن پاک اور دوسری کئی قسم کی عبادات میں مشغول رہتیں عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ وحدیث میں بہت معلومات رکھتیں تھیں، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی تمام ہی بیویاں دنیا کی باتوں اور فضول محفلوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا کرتیں تھیں۔ اسی طرح حضرت حفصہؓ نے بھی دن رات کا ایک منٹ بھی ضائع نہیں کیا، شعبان 45ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات ہوئی، حاکم مدینہ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے بھتیجوں نے قبر میں اتارا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 61 یا 63 برس کی تھی۔ یہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (زرقانی ج 3 صفحہ 236 تا 238)

****

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام ''ہند'' کنیت ''ام سلمہ'' ہے لیکن یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہوئیں۔ ان کے والد کا نام ''حذیفہ'' یا سہیل اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر ہے حضرت ام سلمہؓ پہلے ابو سلمہ عبداللہ بن اسدؓ سے بیاہی گئی تھیں۔ اور یہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو کر پہلے حبشہ ہجرت کر گئے تھے، پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ چلے آئے تھے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ ابو سلمہؓ نے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور بی بی ام سلمہ کو اونٹ پر سوار کرایا اور وہ اپنے دودھ پیتے بچے کو گود میں لے کر اونٹ پر بیٹھ گئیں۔ تو ایک دم حضرت ام سلمہؓ کے میکے والے بنو مغیرہ دوڑ پڑے اور انہوں نے کہا'' ہمارے خاندان کی لڑکی مدینہ نہیں جا سکتی ''۔ حضرت ام سلمہؓ کو اونٹ سے اتار لیا، یہ دیکھ کر ابو سلمہؓ کے خاندان والوں کو طیش آ گیا اور ان لوگوں نے ام سلمہؓ کی گود سے بچے کو چھین لیا اور یہ کہا'' یہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے۔ اس لیے ہم اس بچے کو ہرگز ہرگز تمہارے پاس نہیں رہنے دیں گے ''۔ اس طرح بیوی اور بچہ ابو سلمہؓ سے دور ہو گئے۔ مگر حضرت ابو سلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ ملتوی نہیں کیا وہ بیوی اور بچہ دونوں کو چھوڑ کر مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ مگر حضرت اُم سلمہؓ شوہر اور بچہ کی جدائی پر دن رات رویا کرتی تھیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر ان کے چچا اور بھائی کو رحم آ گیا اور اس نے بنو مغیرہ کو سمجھایا'' آخر اس غریب عورت کو تم نے اس کے شوہر اور اس کے بچے سے کیوں جدا کر رکھا ہے؟ کیا تم لوگ یہ نہیں دیکھ رہے کہ وہ ایک پتھر کی چٹان پر اکیلی بیٹھی ہوئی بچے اور شوہر کی جدائی میں رویا کرتی ہے ''؟ آخر بنو مغیرہ کے لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ اُم سلمہؓ اپنے بچے کو لے کر اپنے شوہر کے پاس مدینہ چلی جائے، پھر حضرت ابو سلمہؓ کے خاندان والوں نے بچے کو ام سلمہؓ کے حوالے کر دیا۔ حضرت ام سلمہؓ بچے کو لے کر ہجرت کے لیے اونٹ پر سوار ہو گئیں، مگر جب مقام تنعیم، میں پہنچیں تو عثمان بن طلحہؓ راستے میں ملا۔ اس نے پوچھا'' ام سلمہؓ کہاں کا ارادہ ہے''؟ جو مکہ کا مانا ہوا ایک نہایت ہی شریف انسان تھا۔ انہوں نے کہا'' میں اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں ''۔ اس نے کہا'' تمہارے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہے ''؟۔ انہوں نے کہا '' اس سفر میں میں اور میرے بچے کے علاوہ کوئی نہیں ہے ''۔ اس نے کہا'' خدا کی قسم مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ تمہاری جیسی ایک شریف زادی اور ایک شریف انسان کی بیوی کو تنہا چھوڑ دوں''۔ یہ کہہ کر اُس نے اونٹ کی مہار ہاتھ میں لے لی اور پیدل چلنے لگا، حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے'' خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہؓ سے زیادہ شریف عرب نہیں پایا ''۔ جب ہم منزل پر اترتے تو وہ الگ دور جا کر کسی درخت کے نیچے سو جاتا اور میں اپنے اونٹ پر سو جاتی، پھر چلنے کے وقت وہ اونٹ کی مہار ہاتھ میں لیتا اور پیدل چل دیتا اسی طرح اس نے مجھے ''قبا'' تک پہنچا دیا اور یہ کہہ کر واپس چلا گیا'' اب تم مدینہ چلی جاؤ تمہارا شوہر اسی مقام میں ہے ''، چنانچہ حضرت اُم سلمہؓ بخیریت مدینے پہنچ گئیں پھر دونوں میاں بیوی مدینے میں رہنے لگے، چند بچے بھی ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا ان کا یہ حال دیکھ کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔ ان بچوں کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ حضرت ام سلمہؓ عقل وفہم، علم وعمل اور ریاضت وشجاعت کا ایک بے مثال نمونہ تھیں اور فقہ وحدیث کی معلومات کا یہ عالم تھا کہ تین سو اٹھتر احادیث ان کو زبانی یاد تھیں۔ مدینہ منورہ میں 84 برس کی عمر پا کر وفات پائی۔ ان کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔ (زرقانی جلد 3 صفحہ 239 تا 242)

****

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ سردار مکہ حضرت ابوسفیانؓ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہؓ کی بہن ہیں۔ان کی ماں،صفیہ بنت عاص ہیں جو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی پھوپھی بھی ہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کا پہلا نکاح عبید بن جحش سے ہوا تھا اور میاں بیوی دونوں اسلام قبول کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔مگر حبشہ جا کر عبید بن جحش نصرانی ہو گیا اور عیسائیوں کی صحبت میں شراب پیتے پیتے مر گیا لیکن حضرت ام حبیبہؓ اپنے ایمان پر قائم رہیں اور بڑی بہادری کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرتی رہیں۔ جب حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو ان کے حال کی خبر ہوئی تو قلب نازک پر بے حد صدمہ ہوا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ خمریؓ کو ان کی دلجوئی کے لیے حبشہ بھیجا اور نجاشی بادشاہ حبشہ کے نام خط بھیجا کہ تم میرے وکیل بن کر حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔نجاشی بادشاہ نے اپنی لونڈی، ابرہہ کے ذریعہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا پیغام ام حبیبہؓ کو پہنچایا۔جب ام حبیبہؓ نے یہ خوشخبری سنی تو اپنا زیور اتار کر ابرہہ کو دے دیا پھر اپنے ماموں زاد بھائی حضرت خالد بن سعید کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور انہوں نے بہت سے مہاجرین کو جمع کر کے حضرت اُم حبیبہؓ کا نکاح حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ کر دیا۔اور اپنے پاس سے مہر بھی ادا کر دیا اور پھر پورے اعزاز کے ساتھ حضرت شرجیل بن حسنہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس بھیج دیا۔اب یہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی مقدس بیوی اور تمام مسلمانوں کی ماں بن کر خانہ نبوت میں رہنے لگیں۔ایک مرتبہ ان کے باپ ابوسفیانؓ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مدینہ میں ان سے ملنے کے لیے ان کے گھر آئے۔وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہتے تھے کہ ام حبیبہؓ نے بستر تہہ کر دیا۔ابوسفیانؓ نے سوالیہ نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا'' آپ مشرک ہیں اور مشرک ناپاک ہوتے ہیں، یہ پاک بستر میرے شوہر حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کا ہے۔میں یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ کوئی ناپاک اس پاک بستر پر بیٹھے۔''اسی طرح ان کے جوش ایمانی اور جذبہ اسلامی کے بے شمار واقعات کتب اسلامی میں موجود ہیں۔بہت ہی دین دار اور پاکیزہ عورت تھیں۔بہت سی احادیث مبارکہ ان کو زبانی یاد تھیں۔یہ انتہا کی عبادت گزار اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بے حد خدمت کرنے والی وفادار بیوی تھیں۔44ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواج مطہرات کے برابر دفن کی گئیں۔

****

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی پھوپھی امیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی ہیں،حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنی حضرت زید بن حارثہؓ سے ان کا نکاح کر دیا تھا لیکن میاں بیوی کا نباہ نہ ہوسکا اور حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دے دی جب ان کی عدت گزر گئی تو اچانک ایک دن یہ آیت نازل ہوئی (سورۃ الاحزاب،آیت نمبر 37)

ترجمہ:''جب زید نے حاجت پوری کردی (طلاق دے دی اور عدت گزر گئی) تو ہم نے (زینب کا) (آپ خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ نکاح کر دیا"۔

اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ مسکراتے ہوئے باہر آئے اور فرمایا" کون ہے جو زینبؓ کے پاس جا کر اس کو یہ خوشخبری سنادے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح اس کے ساتھ کر دیا ہے"۔ یہ کہہ کر ایک خادمہ دوڑی ہوئی گئی اور حضرت زینبؓ کو یہ خوشخبری سنائی،حضرت زینبؓ اس خبر کو سن کر اتنی خوش ہوئیں کہ جو زیور پہنا ہوا تھا فوراًا تار کر اس خادمہ کو دے دیا اور خود سجدے میں گر گئیں اور دو ماہ لگا تار شکرانے کے روزے رکھے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح ہونے پر اتنی بڑی دعوت ولیمہ کی کہ کسی بیوی کے نکاح کرنے پر اتنی بڑی دعوت ولیمہ نہیں کی تھی۔تمام صحابہ کرامؓ کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے نان گوشت کھلایا (بخاری ومشکوٰۃ)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی تمام بیویوں میں حضرت زینبؓ بنت جحش کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود آپ خاتم النبیین ﷺ

سے فرمایا۔ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنے ہاتھ سے دستکاری کر کے اس کی آمدنی فقراء اور مساکین کو دیا کرتیں تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا" میری وفات کے بعد سب سے پہلے میری اس بیوی کی وفات ہوگی۔ جس کے ہاتھ تمام بیبیوں سے لمبے ہوں گے"۔ یہ سن کر تمام بیویوں نے ایک لکڑی سے اپنے اپنے ہاتھ ناپے تو حضرت سودہؓ کے ہاتھ سب سے لمبے تھے لیکن جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو تمام بیویوں لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ لمبا ہاتھ ہونے سے مراد کثرت سے صدقہ وخیرات کرنا تھا۔ 20ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا آپؓ نے اعلان کروا دیا کہ تمام لوگ جنازہ میں شریک ہوں۔ چنانچہ بہت بڑا اجتماع ہوا۔ امیر المومنین نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر ان کو جنت البقیع میں دفن کردیا گیا۔ (مدارج نبوت ج2 صفحہ 472)

****

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بچپن ہی سے سخی تھیں، غریبوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اس لیے لوگ ان کو اُم المساکین (مساکین کی ماں) کہا کرتے تھے۔ یہ پہلے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن حجشؓ کے نکاح میں تھیں۔ لیکن جب وہ جنگ احد میں شہید ہوگئے تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے 3ھ میں ان سے نکاح کرلیا۔ اب یہ اُم المساکین کی بجائے ام المومنین کہلانے لگیں۔ مگر یہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے نکاح کے بعد صرف دو یا تین ماہ زندہ رہیں۔ اور ربیع الاول 4ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ ان کی وفات تک ان سے بہت خوش تھے۔ یہ ماں کی جانب سے حضرت ام المومنین حضرت میمونہؓ کی سگی بہن ہیں۔ ان کی نماز جنازہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں ان کی وفات کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کرلیا۔

****

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کے والد کا نام حارث بن حزن اور والدہ کا نام ہند بنت عوف ہے۔ پہلے ان کا نام برہ تھا مگر جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نکاح میں آئیں تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان کا نام میمونہؓ (برکت والی) رکھ دیا۔ 7ھ عمرۃ القضا کی واپسی میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور مقام سرف میں یہ پہلی مرتبہ بستر نبوت پر سوئیں۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ 63ھ میں ان کا انتقال بھی مقام ''سرف'' میں ہوا جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بلند آواز سے فرمایا "اے لوگو یہ رسول خاتم النبیین ﷺ کی بیوی ہیں۔ جنازہ آہستہ آہستہ لے کر چلو اور ان کی مقدس لاش کو ہلنے نہ دو"۔ حضرت یزید بن اصمؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت میمونہؓ کو مقام سرف میں اسی چھپر کے اندر دفن فرمایا جس میں پہلی بار حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے انہیں اپنی قربت سے سرفراز فرمایا تھا۔ (زرقانی ج3 صفحہ 104)

****

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی ہیں۔ غزوہ مریسیع میں ان کا سارا قبیلہ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بن چکا تھا اور یہ سب مسلمانوں کی لونڈی اور غلام بن چکے تھے مگر جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت جویریہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا تو حضرت جویریہؓ کی خوشی اور شادمانی کی انتہا نہ رہی۔ جب اسلامی لشکر میں خبر پھیلی کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے نکاح کرلیا ہے۔ تو تمام مجاہدین اسلام یک زبان ہو کر کہنے

لگے کہ جس خاندان میں ہمارے رسول خاتم النبیین ﷺ نے نکاح فرمالیا ہے اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی یا غلام نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اس خاندان کے جتنے لونڈی غلام لوگوں کے قبضے میں تھے۔ سب کو آزاد کر دیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتیں تھیں " دنیا میں کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہؓ کے نکاح سے زیادہ بابرکت نہیں ہے کیونکہ اس نکاح کی وجہ سے تمام قبیلہ بنی مصطلق کو غلامی سے نجات مل گئی تھی"۔ حضرت جویریہؓ کا بیان ہے " حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے قبیلے میں آنے سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ کی طرف سے ایک چاند چلتا ہوا آیا اور میری گود میں گر پڑا۔ میں نے کسی سے اس خواب کا تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمالیا تو میری سمجھ میں آ گیا۔ یہ اس خواب کی تعبیر ہے"۔ ان کا پہلا نام برہ تھا لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کا نام جویریہؓ رکھ دیا۔ ان کے دو بھائی عمرہ بن حارثؓ اور عبداللہ بن حارثؓ اور ان کی ایک بہن عمرہ بنت حارثؓ نے بھی اسلام قبول کر کے صحابیت کا شرف پایا۔ حضرت جویریہؓ بڑی عبادت گزار تھیں۔ آپؓ نماز فجر سے نماز چاشت تک اپنی عبادات اور وظائف میں مصروف رہتی تھیں۔ 50ھ میں 65 برس کی عمر پا کر وفات پائی۔ حاکم مدینہ مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ (مدارج نبوت 2 صفحہ 481 وزرقانی ج 3 صفحہ 255)

****

حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت شمعون

حضرت ریحانہؓ کا تعلق یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ سے تھا۔ حضرت ریحانہؓ جنگی قیدیوں میں لائی گئیں، نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے وصال فرما جانے کے دس سال کے بعد انکا انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

****

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

صلح حدیبیہ کے بعد نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے مختلف سرداروں اور بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک خط (Egypt) کے سردار کو بھی لکھا۔ حالانکہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن اس نے پیغام لے جانے والے صحابی کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو بے شمار تحائف بھیجے۔ ان کے رواج کے مطابق سردار نے ماریہ قبطیہؓ کو بھی تحفے میں آپ خاتم النبیین ﷺ کو بھیجا۔ ماریہ قبطیہؓ نے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اسلام قبول کرلیا۔ مدینہ آنے کے بعد نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ماریہ قبطیہؓ سے نکاح کرلیا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیمؓ کے پیدا ہونے کے بعد ماریہ قبطیہؓ کا مقام ازواج مطہرات میں ممتاز ہوگیا۔ اس لیے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد یہ دوسری خاتون تھیں جنہیں آپ خاتم النبیین ﷺ کی اولاد کی ماں بننا نصیب ہوا۔ حضرت ابراہیمؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے تیسرے بیٹے تھے۔ پہلے دونوں بیٹے حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ حضرت خدیجہؓ کے شکم مبارک سے تھے۔ حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ مکہ میں پیدا ہوئے اور حضرت قاسمؓ 2 برس کی عمر میں حضرت عبداللہؓ پونے دو برس کی عمر میں انتقال فرما گئے تھے۔ حضرت ابراہیمؓ 8ھ میں پیدا ہوئے (مدینہ میں) حضرت ابراہیمؓ کو بھی دودھ پلانے کے لیے مدینہ سے باہر ایک خاندان کے سپرد کر دیا گیا اور آپ خاتم النبیین ﷺ اکثر انہیں بلا کر حضرت ابراہیمؓ سے ملاقات کرتے تھے۔ ڈھائی سال کی عمر میں حضرت ابراہیمؓ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپؓ کی وفات پر آپ خاتم النبیین ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا '' آنکھیں روتی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم اللہ کی رضا میں راضی ہیں اور ابراہیمؓ تمہیں اپنے سے جدا ہوتے دیکھ کر غمگین ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

****

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ خیبر کے سردار اعظم حیؒ بن اخطب کی بیٹی اور قبیلہ بنونضیر کے رئیس اعظم کنانہ بن الحقیق کی بیوی تھیں۔ جو جنگ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا تھا۔ یہ خیبر کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئیں تھیں۔ رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خاندانی عزت اور وجاہت کا لحاظ فرما کر ان کو اپنی ازواج مطہرات میں شامل کر لیا تھا۔ جنگ خیبر سے واپسی میں تین دنوں تک منزل صہبا میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے خیمے کے اندر اپنی قربت سے سرفراز فرمایا اور ان کے ولیمے میں کھجور، گھی اور پنیر کا مالیدہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو کھلایا۔ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کو حضرت عائشہؓ نے پست قد کہہ دیا تھا تو حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو غصے سے ڈانٹا۔ ایک مرتبہ ان کو حضرت زینبؓ نے یہودیہ کہہ دیا تھا تو یہ سن کر حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو تین ماہ تک ان کے بستر پر قدم نہ رکھا تھا۔ یہ بہت عبادت گزار اور دین دار ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث وفقہ سیکھنے کا جذبہ بھی رکھتی تھیں۔ ایک سو دس احادیث بھی ان سے مروی ہیں۔ ان کی وفات کے سال میں اختلاف ہے واقدی نے 50ھ اور سعدی نے 52ھ لکھا ہے۔ یہ بھی مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

****

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اولاد مبارک

(حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی صاحبزادیاں)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، جو اعلان نبوت سے دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوگئیں تھیں اور جنگ بدر کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان کو مکہ سے مدینہ بلا لیا تھا۔ مکہ میں ان پر جو کافروں نے ظلم ڈھائے ان کا تو پوچھنا ہی کیا۔ جب یہ ہجرت کے ارادے سے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے باہر نکلیں تو کافروں نے ان کا راستہ روک لیا اور ایک بدنصیب کافر جو بڑا ہی ظالم تھا یعنی ''ہبار بن الاسود'' اس نے نیزہ مار کر ان کو اونٹ سے نیچے گرا دیا۔ جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا یہ دیکھ کر ان کے دیور کنانہ کو جو اگرچہ کافر تھا ایک دم طیش میں آ گیا اور اس نے جنگ کے لیے تیر کمان اٹھا لیا یہ دیکھ کر ابوسفیانؓ نے درمیان میں پڑ کر راستہ صاف کروا دیا اور یہ مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو اس واقعہ سے بڑی چوٹ لگی چنانچہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کے فضائل میں ارشاد فرمایا کہ:

ترجمہ: ''یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت فضیلت والی ہے کہ میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی مصیبت اٹھائی''۔

پھر ان کے بعد ان کے شوہر ابوالعاصؓ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور دونوں ایک ساتھ رہنے لگے۔ ان کی اولاد میں ایک لڑکا جن کا نام علیؓ اور ایک لڑکی جن کا نام امامہؓ تھا زندہ رہے۔ ابن عساکر کا قول ہے "علیؓ جنگ یرموک میں شہید ہو گئے"، حضرت امامہؓ سے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو بے حد محبت تھی۔ بادشاہ حبشہ نے تحفہ میں ایک جوڑا اور ایک قیمتی انگوٹھی دربار نبوت میں بھیجی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ انگوٹھی حضرت امامہؓ کو عطا فرمائی۔ اسی طرح کسی نے ایک مرتبہ بہت ہی بیش قیمت انتہائی خوبصورت ایک ہار نذر کیا تو سب بیبیاں یہ سمجھتیں تھیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ یہ ہار حضرت عائشہؓ کے گلے میں ڈالیں گے مگر آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ فرمایا" میں یہ ہار اس کو پہناؤں گا جو میرے گھر والوں میں مجھ کو سب سے زیادہ پیاری ہے" - یہ فرما کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہار اپنی نواسی حضرت امامہؓ کے گلے میں ڈال دیا۔ ہجری آٹھ میں حضرت زینبؓ کا انتقال ہو گیا اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنا تہبند شریف ان کے کفن میں دے دیا اور نماز جنازہ پڑھائی اور خود اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔ ان کی قبر مبارک بھی مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں ہے۔ (زرقانی جلد 3 صفحہ 195 تا 197)

****

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اعلان نبوت سے سات سال قبل جبکہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی عمر شریف کا تینتیسواں سال تھا یہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا مگر ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورۃ ''تبت یدا'' نازل ہوئی اس غصہ میں ابولہب کے بیٹے عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی اس کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے ان کا نکاح کر دیا اور ان دونوں میاں بیوی نے پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دونوں ''صاحب الہجر اتین'' (دو ہجرتوں والے) کے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔

غزوہ بدر کے دنوں میں حضرت رقیہؓ بہت زیادہ بیمار تھیں۔ چنانچہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں رہنے کا حکم دے دیا اور غزوہ بدر میں جانے سے روک دیا، حضرت زید بن حارثہؓ جس دن غزوہ بدر میں فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ پہنچے اسی دن حضرت بی بی رقیہؓ بیس برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں انتقال کر گئیں۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ غزوہ بدر کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت عثمانؓ اگرچہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے مگر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان کو غزوہ بدر کے مجاہدین میں شمار فرمایا اور مجاہدین کے برابر مال غنیمت میں حصہ بھی عطا فرمایا۔ حضرت بی بی رقیہؓ کے شکم مبارک سے ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام عبداللہؓ تھا مگر وہ اپنی والدہ کی وفات کے بعد 4ھ میں وفات پا گئے۔ حضرت بی بی رقیہؓ کو بھی جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ (زرقانی جلد 3 صفحہ 198)

****

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بھی پہلے ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے بیاہی گئی تھیں مگر جب سورہ ''تبت یدا'' میں ابولہب کی برائی آئی تو عتیبہ اس قدر طیش میں آ گیا کہ اس نے گستاخی کرتے ہوئے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر جھپٹ کر آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیرہن مبارک کو پھاڑ دیا اور پھر حضرت ام کلثومؓ کو طلاق دے دی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو اس گستاخ کی گستاخی اور بے ادبی سے انتہائی رنج پہنچا بے اختیار آپ خاتم النبیین ﷺ کے منہ سے نکلا ''یا اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے''۔

اس دعائے نبوی خاتم النبیین ﷺ کا یہ اثر ہوا کہ ایک مرتبہ عتیبہ اپنے باپ ابولہب کے ساتھ شام تجارتی قافلے کے ہمراہ گیا۔ ملک شام کے راستے میں رات کے وقت جب سب سو رہے تھے۔ ابولہب قافلے والوں کے ساتھ مل کر پہرہ دے رہا تھا مگر اچانک ایک شیر کہیں سے نمودار ہوا دو چار لوگوں کو سونگھا اور آگے بڑھ کر عتیبہ کو سونگھتے ہی اس کے سر پر منہ مارا اور اس کا سر چبا ڈالا اور وہ مر گیا۔

حضرت بی بی رقیہؓ کی وفات کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے 3ھ میں حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ کر دیا مگر ان کے شکم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ 9ھ میں حضرت ام کلثومؓ کی وفات ہوگئی۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں ان کو دفن کیا گیا۔

(زرقانی جلد 3 صفحہ 200)

****

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی سب سے چھوٹی اور سب سے لاڈلی اور چہیتی صاحبزادی ہیں۔ ان کا نام فاطمہؓ اور لقب زہرا اور بتول ہے ان کے فضائل و مناقب کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں ان کے درجات و مراتب اور ان کی بزرگی کے ذکر سے حدیثوں کی کتب بھری پڑی ہیں۔ 2ھ میں حضرت علیؓ سے ان کا نکاح ہوا اور حضرت علیؓ سے ان کے ہاں تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت محسنؓ (یہ تین بیٹے تھے)

حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ، اور حضرت رقیہؓ (یہ تین بیٹیاں تھیں)

حضرت محسنؓ اور حضرت رقیہؓ دونوں بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

حضرت ام کلثومؓ کی شادی امیر المومنین حضرت عمرؓ سے ہوئی جن کے شکم مبارک سے ایک فرزند حضرت زیدؓ اور ایک صاحبزادی رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت زینبؓ کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوئی تھی۔ ان کے فرزند عونؓ و محمد کربلا میں شہید ہوئے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد 3 رمضان 11 ہجری منگل کی رات میں آپؓ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (مدارج نبوت ج2 صفحہ 461 وزرقانی ج3 صفحہ 200)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے صاحبزادے

حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے تین صاحبزادے تھے۔

دو حضرت خدیجہؓ کے شکم مبارک اور ایک بیٹے حضرت ابراہیمؓ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے۔

1۔ **حضرت قاسمؓ:** ان کی وجہ سے آپ خاتم النبیین ﷺ ابوالقاسم کہلاتے تھے۔ یہ چھوٹی عمر میں (2 سال) میں انتقال فرما گئے۔

2۔ **حضرت عبداللہؓ:** حضرت عبداللہؓ نے بھی بہت کم عمر پائی ان کا لقب طیب و طاہر مشہور ہوا۔ پونے دو سال میں انتقال فرمایا۔

3۔ **حضرت ابراہیمؓ:** حضرت ابراہیمؓ نے ڈھائی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، صحابہ کرامؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "یہ دل کا غم ہے، جس کا اظہار آنکھیں کر رہی ہیں"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے۔ لیکن ہم اس بات پر راضی ہیں جو ہمارے اللہ کو پسند ہے۔ اور ابراہیمؓ ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں"۔ (صحیح بخاری)

جس دن حضرت ابراہیمؓ نے انتقال فرمایا سورج کو گرہن لگ گیا۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ گرہن حضرت ابراہیمؓ کے انتقال کی وجہ سے لگا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ بات سنی تو لوگوں کو اکٹھا فرمایا اور کہا "اے لوگو کسی انسان کی پیدائش اور موت پر سورج اور چاند کو گرہن نہیں لگا کرتا۔ یہ تو بس اللہ کا نظام ہے"۔ (صحیح بخاری)

****

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اولادِ علیؓ

حضرت علی رضی اللہ عنہ

نام: علی (کرم اللہ وجہہ)

کنیت: ابوتراب اور ابوالحسن

لقب: حیدر کرار

حضرت علیؓ، حضرت ابوطالبؓ کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابوطالبؓ وہ بزرگ ہستی تھے جنہوں نے نبی پاک خاتم النبیین ﷺ کو بعد از یتیمی اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ ان کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی پرورش بے انتہا پیار و محبت سے کی تھی۔ گویا آپ خاتم النبیین ﷺ کے چچا اور چچی نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ کو ہر ممکن پیار و محبت سے نوازا۔ حضرت علیؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی منظورِ نظر و لختِ جگر بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے شوہر تھے۔

پیدائش

حضرت علیؓ کی پیدائش کے بارے میں سبھی بزرگ اس بات پر متفق ہیں کہ آپؓ بیت اللہ شریف میں پیدا ہوئے۔ یہ بزرگی اور سعادت نہ اس سے پہلے کسی کے حصے میں آئی تھی اور نہ اس کے بعد کسی کے حصے میں آئی اور نہ آسکتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ کی پیدائش کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے لعاب دہن کی گھٹی دی تھی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ، حضرت علیؓ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ بھی آپؓ سے بے حد پیار کرتی تھیں۔ حضرت علیؓ کے والد گرامی حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب بن عبدالمناف ہیں۔ حضرت علیؓ کا نام ''علی'' حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے تجویز کیا تھا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت حضرت علیؓ کی عمر 11,10 سال کی تھی۔ آپؓ نے فوراً اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت علیؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپؓ ماں باپ دونوں جانب سے ہاشمی ہیں۔ خانہ کعبہ میں پیدا ہونے کی وجہ سے آپؓ اہل مکہ کے لیے عجوبہ اور رحمت پروردگار تھے۔ سب ہی آپؓ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ حضرت علیؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے صحیح معنوں میں مزاج شناس تھے۔ علم میں آپؓ کا ایک بڑا مرتبہ تھا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ''میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے''۔ (مناقب علي لابن المغازلي: ۱۲۹، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۸/۳/۴۲)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے تمام علوم و فنون معارف اور رموز میں حضرت علیؓ کا ایک مقام تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''جس کا میں سردار ہوں علی بھی ان کا سردار ہے''۔ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے آپؓ کو اپنا ایسا ساتھی بنایا تھا جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ! میں جس کا دوست ہوں تو یہ علی بھی اس کے دوست ہیں، اے اللہ جو علی سے دوستی رکھے تو اس کو دوست فرما اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس کے ساتھ دشمنی کا معاملہ فرما''۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور (ان کو مبارکباد دیتے ہوئے) فرمایا: ''تمہیں مبارک اور خوش خبری ہو اے ابن ابی طالب! کہ تم ہر صبح اور ہر شام (یعنی ہر وقت) ہر مومن اور مومنہ کے دوست اور محبوب ہو گئے''۔ (معارف الحدیث، ج: 8، ص: 254)

حضرت علیؓ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی اور ہمیشہ ہی دادِ شجاعت حاصل کی۔ آپؓ صرف غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ ہی وہ ذاتِ اقدس ہیں جن کو ہجرت کے وقت حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ اپنے بستر پر لٹا کر گئے تھے۔ تاکہ آپؓ اہل مکہ کی امانتیں ان کو لوٹا کر مدینہ طیبہ آجائیں۔ چنانچہ چند روز کے بعد آپؓ بھی مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بیعت کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا۔ خلافت کی ذمہ داریوں نے حضرت علیؓ کو اس قدر نڈھال نہ کیا تھا جس قدر آپؓ کو اندرونی خلفشار نے تنگ کیا۔ آپؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام ہی میں آپؓ کو شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپؓ سے حضرت عثمانؓ کے خون کا قصاص طلب کیا گیا اور اس سلسلے میں

آپ؄ نے ایک بہت شدید جنگ بھی حضرت عثمان؄ کے خون کا قصاص طلب کرنے والوں سے کی۔ دوسری فوج کی کمان حضرت عائشہ؅ نے کی۔ حضرت عائشہ؅ چونکہ اونٹ پر سوار تھیں اس لیے اس جنگ کا نام ''جنگ جمل'' ہے یہ ایک نہایت خونریز جنگ تھی۔

دوسری خونریز جنگ صفین کے مقام پر حضرت معاویہ؄ اور حضرت علی؄ کے درمیان ہوئی۔ اس میں لاتعداد مسلمان شہید ہوئے اور اس کے بعد ہی فتنہ خوارج نے اسلام میں جنم لیا تھا۔ حضرت علی؄ کی ایک خصوصیت ایسی تھی جو کسی کو نہ ملی یہ خصوصیت آپ خاتم النبیین ﷺ کی دعا کی وجہ سے ملی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ ہر موسم سے بے نیاز تھے۔ سردیوں میں باریک کپڑا پہن لیتے تھے اور گرمیوں میں موٹا لباس۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''حجتہ البالغہ'' کی جلد اول کے صفحہ 389 پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جو جب کسی کو دیکھے کہ (عبادت کی وجہ سے) مسجد میں زیادہ رہتا ہے تو اس کے ایمان کامل کی گواہی دے'' اسی طرح حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ایک اور ارشادِ الٰہی ہے کہ (حضرت) علی؄ سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور حضرت علی؄ سے دشمنی منافقت کی علامت ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ حضرت علی؄ (پابندی احکام شریعت میں بہت سخت تھے۔ خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی پابند دیکھنا پسند کرتے) اس لیے ان کی سختی تو وہی برداشت کر سکتا تھا جس کی بیعت بالکل درست اور جس کی عقل نفسانی خواہشات پر غالب ہو''۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ ''تکمیل ایمان'' کے صفحہ نمبر 21 پر رقم کرتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''حدیث شریف میں آیا ہے کہ ساقی حوضِ کوثر حضرت علی؄ ہونگے اور جو شخص ان کی محبت اور ان کی زیارت کا پیاسا (طالب) نہیں وہ دشوار ہے کہ اس حوض سے ذرا سا بھی پانی لے سکے''۔ آگے چل کر شیخ عبدالحق دہلویؒ ''تکمیل الایمان'' میں فرماتے ہیں ''کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ بات جائز ہو سکتی ہے کہ حضرت علی؄ جو شیر خدا اور تمام اولیاء اللہ کے امام اور دائرہ حق کے مرکز تھے اور قرآن ان کے ساتھ اور وہ ان کے ساتھ تھے''۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

القرآن مع علی وعلی مع القرآن

ترجمہ: ''یعنی قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہیں''۔ (المستدرک، ج:3،ص:123، رقم:4685)

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ شیر خدا اپنے حق کے طلب کرنے پر کھڑے نہ ہوتے اور عمر بھر اہل باطل کے حکم کے پابند ہو جاتے؟ (نعوذ باللہ) اور خاموش ہو کر بیٹھ جاتے اس لیے حضرت علی؄، حضرت معاویہ؄ کے ساتھ جو ناحق حضرت علی؄ کے ساتھ لڑائی پر آمادہ ہوئے تھے اور حضرت علی؄ کی مخالفت کے راستے پر چل پڑے تھے کیوں لڑائی نہ کرتے؟ آپ؄ نے اپنی سرداری اور خلافت کی تمام ظاہری دلیلیں پیش کیں اور بفضل تعالیٰ امیر معاویہ؄ پر غالب بھی رہے۔ ''تکمیل الایمان'' کے صفحہ نمبر 53 پر عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''لوگوں نے ایک مرتبہ حضرت علی؄ سے عرض کیا جناب آپ؄ کے پہلے تینوں خلفاء کی خلافتیں نہایت اطمینان اور بغیر کسی کی مخالفت کے کامیاب ہو گئیں مگر آپ؄ کی خلافت کے زمانے میں اختلاف جھگڑے اور فساد کھڑے ہو گئے؟ آپ؄ نے ارشاد فرمایا "بات یہ ہے کہ ان تینوں کے ہم (اہل بیت) مددگار رتھے ہم ان کو قوت دینے والے تھے ہم ان کی تائید کرنے والے تھے اور ہمارے مددگار اور ساتھ دینے والے تم لوگ ہو''

حضرت علی؄ نے ایک مرتبہ اپنے قریبی لوگوں کو ایک جگہ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا ''خدا کی قسم اگر میرا اور ان باطل پرستوں (خارجیوں) کا مقابلہ اس طرح ہو کہ میں تن تنہا ہوں، بے یار و مددگار رہوں اور باطل پرستوں کی کمک (مدد) پر ساری دنیا اُمڈ آئے تو بھی مجھ کو ذرا برابر بھی پرواہ نہیں ہوگی۔ اگر پرواہ ہو تو میں بھی ان ہی کی سی گمراہی میں ہوں گا۔ لیکن الحمدللہ میں اپنے رب کی طرف سے بصیرت اور یقین کے ساتھ ہدایت پر استوار ہوں۔ لیکن اس خیال سے دل کو دھکا لگتا ہے اور جگر پھٹتا ہے کہ اس امت پر فاسقوں اور فاجروں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ جو اللہ تعالیٰ کے مال کو غصب کریں گے اور پرہیزگاروں کے دشمن ہونگے۔ اللہ کی قسم اگر یہ فکر مجھے نہ ہوتی تو میں اس طرح تمہیں نہ جوش دلاتا نہ ابھارتا اور نہ اُکساتا بلکہ میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیتا'' (نہج البلاغہ 292,291)

اولادِ پاک:

حضرت علی؄ نے سب سے پہلا نکاح سیّدہ فاطمہ؅ سے فرمایا اور ان کے بطن سے چار اولادیں ہیں یعنی حضرت امام حسن؄، حضرت امام حسین؄، سیّدہ زینب؅ اور سیّدہ اُم کلثوم؅۔

سیّدہ فاطمہ؅ کی وفات کے بعد آپ؄ نے کلابیہ سے نکاح فرمایا جس سے چار لڑکے حضرت عباس؄، حضرت جعفر؄، حضرت عبداللہ؄ اور حضرت عثمان؄ پیدا ہوئے جو

کہ معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوگئے۔ تیسرا نکاح آپؓ نے لیلیٰ بنت مسعود بن خالد سے فرمایا جس سے دو بیٹے عبداللہؓ اور ابوبکرؓ ہوئے، یہ بھی کربلا میں اپنے بھائی امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔ چوتھا نکاح آپؓ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا ان سے آپؓ کے بیٹے عون پیدا ہوئے۔ پانچواں عقد آپؓ نے سیّدہ زینب کی صاحبزادی امامہ بنت ابی العاصؓ بن الربیع بن عبدالعزی بن عبدالشمس سے فرمایا ان سے محمد اوسط اور محمد اکبر پیدا ہوئے جن کو ابن الحنیفہ کہتے ہیں۔

شہادت

حضرت علیؓ اپنے دورِ خلافت میں جس کی کل مدت تقریباً 4 سال اور 6 ماہ تھی مکمل طور پر اندرونی مشکلات میں ہی الجھے رہے۔ سیّدنا حضرت علیؓ نے ذی الحجہ 35 ہجری میں خلافت سنبھالی اور 25 یا 21 رمضان المبارک-40 ہجری میں شہادت پائی۔ جو گروہ اہل اسلام ہی سے نکلا تھا ''یعنی خارجیوں کا گروہ'' اسی گروہ کے ایک ملعون شخص ''ابن ملجم'' نے حضرت علیؓ کو نماز فجر کے بعد مسجد میں ہی شہید کر دیا۔ یہ سعادت بھی کسی اور کو نصیب نہ ہوئی کہ اللہ کے گھر میں ہی پیدا ہوئے اور اسی گھر میں شہادت پائی۔ جب آپؓ شدید زخمی حالت میں تھے اور زندگی کے بہت کم آثار باقی تھے۔ تو آپؓ نے اپنے تمام بیٹوں کو بلوایا اور ارشاد فرمایا ''اے حسنؓ اور حسینؓ میں تم دونوں کو اور اپنی تمام اولاد کو اپنے تمام خاندان کو اور ان لوگوں کو جن تک میری یہ بات پہنچے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اپنا معاملہ قرآن وسنت کے موافق رکھنا آپس میں اتفاق سے رہنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا جان سے یہ کہتے سنا ہے کہ ''آپس کا اتفاق روزہ نماز سے بہتر ہے'' یتیموں کے کھانے پینے کا خیال رکھنا وہ پریشان نہ ہونے پائیں اور پڑوسیوں کا خیال رکھنا۔ آپؓ ہمیشہ پڑوسیوں کے بارے میں وصیت فرمایا کرتے تھے کہ یہاں تک کے ہم سمجھے کہ آپؓ پڑوسیوں کو ہمارا وارث بنا دیں گے۔ (نہج البلاغہ جلد دوم صفحہ نمبر 197,196)۔

اس کے بعد آپؓ نے فرمایا ''خبردار آپس میں میل جول رکھنا، جھوٹ اور نا اتفاقی سے بچتے رہنا، نیکیوں کی تاکید کرنا اور بدیوں سے روکتے رہنا۔ اگر تم میری باتیں نہیں مانو گے تو تمہارے اوپر شدید لوگوں کو حاکم بنا دیا جائے گا اور پھر تمہاری دعائیں ہرگز قبول نہ ہوں گی''۔ اس کے بعد جب حضرت علیؓ کی جسمانی حالت زیادہ خراب ہوئی تو آپؓ نے ارشاد فرمایا ''اے عبدالمطلب کی اولاد خبردار مسلمانوں کو خون ریزی پر آمادہ نہ کرنا اور یہ نہ کہنے لگنا کہ امیر المومنین کو قتل کیا گیا تو ہم ان کے بدلے میں ابن ملجم کے خاندان والوں کا خون بہائیں گے۔ خبردار میرے بدلے صرف اور صرف میرے قاتل کو ہی قتل کرنا اور ایسی ہی ضرب یا وار سے مارنا جیسا اس نے مجھے مارا ہے۔ اس کی صورت کو مت بگاڑنا یقیناً میں نے نبی پاک خاتم النبیین ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ ''خبردار کسی کی ناک، کان نہ کاٹو اگرچہ وہ (کاٹ کھانے والا) کتا ہی کیوں نہ ہو''۔ (نہج البلاغہ حصہ دوئم صفحہ 198)

تمام لوگوں کو فرمایا ''اے مومنین میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے اسوہ حسنہ مبارک کو ہرگز نہ چھوڑنا دونوں ستونوں کو قائم رکھنا قرآن اور سنت نبوی خاتم النبیین ﷺ اور ان دونوں شمعوں کو روشن رکھنا۔ میری ذمہ داریاں ختم ہوئیں کل میں تمہارا ساتھی تھا۔ آج میں تمہارے لیے عبرت اور کل میں تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ اگر میں بچ گیا تو اپنے خون کے بدلے کا خود حقدار ہوں میں اپنے قاتل کو معاف کر دوں گا اور یہ اللہ کے دربار میں میرے مرتبے میں بلندی کا سبب ہوگا اور اگر میرے بعد تم میرے قاتل کو معاف کر دو گے تو تمہارے لیے بھی بہتر ہوگا پس معاف کر دینا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے''؟

اس کے بعد آپؓ 21 رمضان المبارک کو اور بعض روایات کے مطابق 25 رمضان المبارک کو اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپؓ کو نجف عراق میں دفنایا گیا۔

سیدنا علیؓ کے فضائل اس قدر ہیں کہ اس کے لیے بلاشبہ ایک بہت بڑی کتاب بھی ناکافی ہوگی۔

جمال عشق و مستی نے نوازی
جلال عشق و مستی بے نیازی
کمال عشق و مستی ظرفِ حیدر
زوال عشق و مستی حرف رازی

(اقبال)

حضرت علیؓ (علم کا دروازہ)

حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ ''جس کسی نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس کسی نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی، اور جس نے میرے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا'' (کنز العمال۔112ص 622، تاریخ الخلفا ترجمہ ص259 بحوالہ طبرانی بروایت اُم سلمہؓ)

رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو فرمایا:

ترجمہ: ''اے یہودیو آؤ تم بھی اللہ کو مانتے ہو ہم بھی ایک اللہ کو مانتے ہیں اور کچھ نہ سہی ایک بات تو قدر مشترک ہے"۔ (آل عمران، آیت نمبر 64)

صحابہ اکرامؓ اپنے دور میں ایمان کی کسوٹی بیان کرتے ہیں کہ ایمان کی کسوٹی کیا تھی؟ منافقت کی کسوٹی کیا تھی؟

ترجمہ: "ہم منافقوں کی پہچان بغض علیؓ سے کیا کرتے تھے"۔ (تاریخ الخلفا علامہ سیوطی ص 257 ترجمہ شمسی بریلوی، بحوالہ ترمذی، بروایت ابوسعید مسلم براویت حضرت سعید سند امام احدم)

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۃ النحل، آیت نمبر 43)

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝

ترجمہ: '' اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔''

کِس سے پوچھ لیا کرو؟ اہل ذکر سے اہل علم کی بات نہیں کی گئی، جبکہ عام طور پر سوال اہل علم سے کیا جاتا ہے، کیوں؟ اس لیے کہ اہل علم کبھی خود بھی دھند لکے میں مبتلا ہوتے ہیں، یعنی اہل علم خود بھی علم کے باوجود حقیقت کو نہیں پاسکتے یعنی اہل علم سے کبھی حقیقت چھپ بھی جاتی ہے۔ لیکن اہل ذکر سے حقیقت نہیں چھپ سکتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''شک والوں کے پاس جانے کی بجائے یقین والوں کے پاس جایا کرو'' کیونکہ شک والا صاحب عقل ہوتا ہے اور یقین والا صاحب عشق، تو قرآن نے اہل علم کی طرف جانے کی بجائے اہل ذکر کی طرف جانے کا حکم دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ذکر کیا ہے اور اہل ذکر کون ہیں؟

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے لامتناہی ہے، تو جب ذات غیر محدود ہے تو اس کی ہر صفت بھی غیر محدود و لامتناہی ہوگی۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی کوئی حد کوئی جہت (سمت) نہیں ہے اسی طرح قرآن پاک کی بھی ہر ہر آیت کی تفسیر کی بھی کوئی حد اور جہت نہیں ہے۔ اس لیے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر قرآن پاک کی کسی بھی آیت کی تفسیر بیان کی جائے تو وہ اس آیت کی کروڑوں تفسیروں میں سے ایک چھوٹی سی تفسیر ہوتی ہے۔ ہر آیت ایک موتی ہے جس کے ہر ہر حرف سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں، تفسیر بیان کرنے والا ان متعدد کرنوں میں سے کسی ایک کی نشاندہی کر دیتا ہے باقی سب کچھ رہ جاتا ہے۔ تو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (سورۃ النحل آیت نمبر 43)

ترجمہ: ''پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو''

اب ذکر کیا ہے؟ یہ ہم قرآن ہی سے پوچھتے ہیں، قرآن پاک کہتا ہے فرمان الٰہی ہے (سورۃ الحجر آیت نمبر 9)

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝

ترجمہ: ''بیشک ہم نے یہ ذکر نازل کیا (قرآن پاک) اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے''

تو یہ قرآن جس ذکر کی بات کر رہا ہے وہ کوئی اور نہیں ہے قرآن خود ہی ذکر ہے، تو ذکر تو ہمارے سامنے ہے اب ذکر کرنے والوں کو تلاش کرنا ہے؟

اس طرح (سورۃ زخرف آیت نمبر 44)

وَ اِنَّہٗ لَذِکۡرٌ لَّکَ وَ لِقَوۡمِکَ ۚ ۝

ترجمہ: ''بیشک قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ذکر ہے''۔

(سورۃ انعام آیت نمبر 90)

اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ ۝

ترجمہ: ''یہ پوری کائنات کے لیے ذکر ہے''۔

تو ذکر قرآن ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن والے کون ہیں؟

ایسے قرآن والے جن سے قرآن کی خبر بھی ملے اور حقیقت کی بھی خبر ملے، تو ایک سوال تو ہم نے قرآن سے کیا کہ ''ذکر کیا ہے؟'' اور دوسرا قرآن والے سے کرتے ہیں، یعنی اب اس ہستی سے پوچھتے ہیں جو قرآن کے لیے مبعوث ہوئی۔ ''یا رسول اللہ ﷺ آپ قرآن لے کر آئے ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ہمیں بتا دیجئے کہ قرآن والا کون ہے؟'' تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ فرماتے ہیں اور حدیث طبرانی میں ہے، حاکم میں ہے، ترمذی میں ہے، اور متعدد صحابہ کرامؓ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے خود حضرت علیؓ بھی اس حدیث کے راوی ہیں، اور حضرت جابر عبداللہؓ بھی اس حدیث کے راوی ہیں۔

حدیث یہ ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

القرآن مع علی و علی مع القرآن

ترجمہ: ''قرآن علیؓ سے پیوست ہے اور علیؓ قرآن سے پیوست ہے''۔ (المستدرک، ج:3، ص:123، رقم:4685)

''مع''، معیت کے معنی پیوستگی ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں کہ قرآن علیؓ سے پیوست ہے اور علیؓ قرآن سے پیوست ہے۔ یہاں تو پیوستگی کو ذکر کہا گیا ہے۔ یہ کہاں سے آ گیا کہ ہمیشہ پیوست رہیں گے؟ تو خود حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اس بات کی دلیل دیتے ہیں۔

ترجمہ: ''علیؓ اور قرآن حوض کوثر پر اکٹھے رہیں گے''۔

تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ قرآن سے پیوست ہیں اور قرآن علیؓ سے پیوست اور یہ قیامت تک اکٹھے رہیں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر بھی اکٹھے میرے پاس آئیں گے۔ تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ اہل ذکر کون ہیں؟ اب پھر قرآنی آیت کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اگر تمہیں کسی حقیقت کا علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو'' ''یعنی اگر کسی حقیقت کی خبر نہ ہو تو حضرت علیؓ حقیقت شناس ہیں ان سے جا کر پوچھو۔''

اب یہاں پر ایک چیز واضح کرنا ضروری ہے کہ کیا اہل بیت کے دوسرے افراد حقیقت شناس نہیں ہیں۔ ان کو بھی فیضان مصطفی خاتم النبیین ﷺ کا حصہ ملا لیکن کسی کو کسی رنگ میں نمایاں کر دیا، کسی کو فیضان مصطفی خاتم النبیین ﷺ نے عدالت و شجاعت میں یکتا کر دیا اور کسی کو ولایت و علم میں یکتا کر دیا۔ ہر کوئی یکتا ہے بزم مصطفی خاتم النبیین ﷺ میں ہر کوئی دانا ہے معیت مصطفی خاتم النبیین ﷺ میں لیکن جب علم اور ذکر کی بات ہوتی ہے تو اس کے لیے آپ خاتم النبیین ﷺ نے شہادت دی صحابہ اکرامؓ نے شہادت دی، سید فاروق اعظمؓ نے شہادت دی کہ:

ترجمہ: ''ہم اگر سارے صحابہؓ بھی اکٹھے ہو جائیں تو علم میں علیؓ کا کوئی ثانی نہیں ہے''۔

یہاں پر حضرت علیؓ کو حقیقت شناس کہنا دوسروں کی حقیقت شناسی سے انکار نہیں ہے اب یہ مقام حضرت علیؓ کو کیوں ملا؟ اس مقام کی ایک خاص وجہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات اور قرآن ہے، اب اگر قرآن کو ایک وجود مان لیا جائے تو قرآن حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا نطق ہے (یعنی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ) قرآن مخلوق نہیں ہے قرآن کے لفظ اور قرآن کے معنی دونوں اللہ کا کلام ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ صدور اور ظہور کے اعتبار سے ہمارے اوپر قرآن کا ظہور کیسے ہوا؟ اگر ہمیں زبان مصطفی خاتم النبیین ﷺ نہ ملتی تو قرآن کے وجود کا ظہور نہ ہوتا، تو قرآن اس لحاظ سے نطق مصطفی خاتم النبیین ﷺ ہے، قرآن خود شہادت دے رہا ہے کہ

سورۃ التکویر آیت نمبر 19 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ

ترجمہ: ''بیشک یہ قرآن رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی بات ہے''

یہ قرآن رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''علی من انا و من علی'' علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں۔ پھر یہاں پر ہی بات کو ختم نہیں کیا بلکہ علی کی اولاد کو بھی شامل کر لیا۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

الحسن من و انا من الحسن، الحسین من و انا من الحسین

ترجمہ: ''حسن مجھ سے اور میں حسن سے ہوں اور حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں''۔ (جامع ترمذی، حدیث نمبر 3775)

اسی طرح نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

انا مدینتہ علم و علی باب ھا

ترجمہ: ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ''۔ (مناقب علی لابن المغازلی: ۱۲۹، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۸/۷۳/۴۲)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے خود کو علم کا شہر کیوں کہا؟ اس لیے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ تو خود سراسر قرآن ہیں اور قرآن علم کا شہر ہے، شہر اس کو کہتے ہیں جہاں سے ہر چیز مل جائے۔ چھوٹے گاؤں یا تحصیل کو شہر نہیں کہتے۔ اس لیے کہ یہاں کچھ چیزیں مل جاتی ہیں اور کچھ نہیں ملتیں، شہر اس آبادی کو کہتے ہیں جہاں جس چیز کی طلب ہو وہ وہاں سے مل جائے، کیونکہ قرآن میں ہر شے کا علم مل سکتا ہے اور قرآن چونکہ نطق مصطفی خاتم النبیین ﷺ ہے (آپ خاتم النبیین ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی بات) اس لیے آپ خاتم النبیین ﷺ شہر علم ہیں۔

سورۃ انعام آیت نمبر 59 میں فرمان الٰہی ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: ''کوئی خشک اور تر چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو''

اللہ تعالیٰ نے رطب و یابس۔ خشک و تر دو لفظ کہہ کر ساری کائنات کے علم کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ جان دار تر ہیں اور بے جان خشک۔ یعنی جسمیں جان ہے وہ تر ہے اور جو بے جان ہے وہ خشک ہے۔

قرآن کہتا ہے (سورۃ انبیاء آیت نمبر 30)

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط

ترجمہ: ''ہم نے ہر جاندار شے کو تری سے پیدا کیا ہے'' (پانی سے)

یعنی پانی سے پیدا کیا ہے تو گویا کائنات ارض و سماء میں ہر وہ چیز جو مظہر حیات ہے وہ تر ہے اور ہر وہ چیز جو مظہر موت ہے وہ خشک ہے۔ یعنی جب سے موت اور حیات کا آغاز ہوا اور جب تک موت و حیات چلے گی، جب تک کائنات کا وجود ہے اس کائنات میں ازل سے ابد تک سب کچھ قرآن پاک کے دامن میں ہے اور یہ قرآن نطق مصطفی خاتم النبیین ﷺ ہے۔ اس لیے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ علم کا شہر ہیں۔ اب جو کوئی بھی ازل سے ابد تک اس کائنات کے علم کے شہر میں داخل ہونا چاہے وہ علیؓ کے دروازے کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ دروازے کا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ فصیل ہے چار دیواری ہے اس لیے کہ علم خزانہ الٰہی ہے اور خزانہ تو چار دیواری کے اندر ہی رکھا جاتا ہے۔ تو کوئی شخص اگر اللہ کے خزانہ یعنی علم تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو علیؓ شیر خدا کی چوکھٹ چومے بغیر یہ خزانہ نہیں پا سکتا تو قرآن خزانہ علم مصطفی خاتم النبیین ﷺ ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے''۔ اس لیے چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود ولایت کے، طریقت کے، تصوف کے، روحانیت کے جتنے سلسلے آج تک ہوئے ہیں اور جتنے سلسلے ہوں گے وہ سارے کے سارے جناب مصطفی خاتم النبیین ﷺ تک حضرت علیؓ کے واسطے سے جاتے ہیں۔ اب قیامت تک ولایت کے لیے علیؓ کا دروازہ کھلا رہے گا، تمام اولیاء، عرفاء، صوفیاء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی مرد مومن کو قیامت تک ولایت نہیں مل سکتی جب تک کہ شہنشاہ ولایت حضرت علیؓ کی مہر تصدیق لگی ہوئی نہ ہو گی۔ اگر کوئی شخص حضرت علیؓ کے فیض کا منکر ہے اور دعویٰ ولایت کرتا ہے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

اگر کوئی غوث ہوا، تو حضرت علیؓ کے قدموں کے صدقے میں، کوئی ابدال ہوا، تو حضرت علیؓ کے قدموں کے صدقے میں، یہ خانوادہ تو ایسا خانوادہ ہے کہ اس کی طرف پشت کر کے ولایت تو کیا ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے چار یار (دوست) تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے دو کو اپنے پہلو میں لیا ایک جنت البقیع میں دفن ہیں، جنت البقیع بھی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پہلو میں ہی ہے، گویا تین پہلو میں اور ایک عراق میں حضرت علیؓ ہیں۔ یعنی حضرت علیؓ کو اجازت ہوئی کہ تو مرکز ولایت عراق میں نجف اشرف میں جا کر قائم کر۔ اب دیکھئے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنا فیض ولایت بڑے کھلے بندوں حضرت علیؓ کے دور سے شروع کرنا تھا۔ اور شاگرد جب تک استاد کے پاس رہتا ہے اپنے علم کا جلوہ دکھا نہیں سکتا اور نہ ہی دکھایا کرتے ہیں، کیونکہ شاگرد اگر استاد کے پاس ہے تو وہ ادب میں رہتا ہے، جو کوئی اس سے مانگنے کے لیے آئے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ استاد موجود ہیں اس سے مانگو استاد موجود ہیں ان سے پوچھو، یہ شاگرد کے ادب کا تقاضہ ہے۔ تو فیضان ولایت جاری کرنا تھا حضرت علیؓ سے اور اگر وہ پہلو میں ہوتے تو وہ بھی ادب سے رہتے، اور ولایت کا فیض چمکتے ہوئے سورج کی مانند

جاری وساری نہ ہوسکتا۔ آپؓ چونکہ قرآن سے پیوست تھے، آپ خاتم النبیین ﷺ تھے شہر علم اور شہر علم کے دروازے تھے حضرت علیؓ اس لیے حضرت علیؓ کو علم اور معرفت میں یکتائی کا وہ مقام حاصل ہوا کہ آج تک حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی امت میں سے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے گئے تمام مہاجرین میں سے ہر ایک کا ہاتھ ایک انصاری کے ہاتھ میں دیا اور انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ حضرت علیؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا" آپ نے سب کو بھائی بھائی بنا دیا لیکن میرا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں نہ دیا" ۔تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے تجھے اور مجھے دنیا وآخرت میں بھائی بھائی بنا دیا ہے''۔ (مراۃ شرح مشکوۃ تاریخ الخلفا علامہ سیوطی بحوالہ ترمذی براویت حضرت عمرؓ)

یہی وجہ ہے کہ جو شرف قدرت نے حضرت علیؓ کو عطا کیا وہ کسی کو نہ مِلا کہ وہ باب شہر علم ہُوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے قرآن کو سات مختلف قرأتوں میں نازل فرمایا ہے اور ہر ہر قرأت میں قرآن کی ایک آیت ہے، اور ہر ہر حرف کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی''۔ (تاریخ الخلفا علامہ سیوطیؒ ص258 اور 259 ابن عساکر وغیرہ)

اور پھر فرماتے ہیں کہ ''اے صحابہ رسول خاتم النبیین ﷺ بتادو کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے صحابہ میں سے ایک ہستی ایسی ہے جس کے دامن میں قدرت نے ظاہری قرآن اور باطنی قرآن دونوں کو جمع کر دیا ہے اور وہ قرآن کے ظاہر اور باطن کو سمجھے ہوئے ہیں اور وہ ہیں علیؓ شیر خدا''۔ اور یہ بات صرف صحابہ کرامؓ ہی کو معلوم نہ تھی بلکہ خود حضرت علیؓ بھی اس مقام ومنصب کا شعور رکھتے تھے، حضرت علیؓ نے فرمایا:

ترجمہ: ''مجھ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کے بارے میں پوچھو اللہ کی قسم کوئی آیت قرآن کی آج تک ایسی نازل نہیں ہوئی کہ جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ رات کی کسی گھڑی میں اتری یا دن کی کسی گھڑی میں اتری"۔

ایک اور مقام پر حضرت علیؓ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اللہ کی قسم قرآن کی کوئی ایسی آیت اب تک نازل نہیں ہوئی کہ جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ کس موضوع پر نازل ہوئی ہے؟ کس جگہ نازل ہوئی ہے اور کس شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے"۔ (ینابیع المودۃ ص459)

اسی لیے تو حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ نے ابن عساکر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی تین سو آیات حضرت علیؓ کی شان میں اُتری ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جتنی قرآن پاک کی آیات حضرت علیؓ کی شان میں اُتری ہیں کسی اور صحابیؓ کی شان میں نہیں اُتریں کیوں؟ کیونکہ یہ اہل الذکر تھے یہ قرآن والے تھے اور ان کا تعلق قرآن پاک سے تھا۔

حضرت علیؓ کے مقام ومنصب کی یہ بات تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو قرآن کی تفسیر کا مقام عطا فرمایا۔ صوفیاء اکرامؒ نے قیامت تک اپنی بزم ولایت کا صدران کو بنایا۔ اولیاء کرامؒ نے قیامت تک اہل صفہ کا سرپرست ان ہی کو بنایا۔ یعنی اوّل سے آخر تک کوئی ولی حضرت علیؓ کی بھیک کے بغیر ولایت کے منصب پر سرفراز نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی صاحب صفہ حضرت علیؓ کے تصرف کے بغیر صفاء باطن کی دولت سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ نہ کوئی قطبیت وغوثیت والے حضرات حضرت علیؓ کی توجہ فیضان کے بغیر کسی مقام پر فائز ہوسکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اہل ایمان حضرت علیؓ کے بغیر اپنے ایمان کی دولت کو بچا سکتے ہیں۔ یعنی حضرت علیؓ کی نسبت کا دَر چھوڑ کر کسی سے بھی نسبت قائم نہیں کی جاسکتی۔

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوز جگر ہے علم ہے سوز دماغ
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے، کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

****

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسنؓ سیّدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی سب سے پہلی اولاد ہیں۔حضرت امام حسنؓ 15 رمضان المبارک 3 ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ساتویں روز 2 مینڈھے عقیقہ کے ذبح فرمائے تھے (نسائی) اس کے علاوہ آپؓ کے سر کے بالوں کے برابر چاندی بھی صدقہ کی گئی۔حضرت علیؓ کی ایک روایت کے مطابق حضرت امام حسنؓ کا بالائی نصف پیکر اور امام حسینؓ کا زیرین نصف پیکر (چہرہ مبارک کا) حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے مشابہ تھا۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے وقت آپؓ کی عمر ساڑھے سات سال تھی۔

مستند احادیث میں یہ روایت موجود ہے کہ نبی پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت امام حسنؓ کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ:

ترجمہ: ''میرا یہ بیٹا سیّد (سردار) ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے اندر صلح ہو جائے گی'' (بخاری شریف ص 530 جلد اول)

حضرت امام حسنؓ سیّدنا حضرت عثمانؓ کی اس زمانے میں مدد کرنے والوں میں سب سے آگے تھے جب انہیں ہر جانب سے بلوائیوں نے گھیر لیا تھا ان دنوں آپؓ کافی دن حضرت عثمانؓ کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔تاکہ بلوائی گھر میں داخل نہ ہونے پائیں لیکن بلوائیوں نے پچھلی جانب سے مکان کی چھت پر چڑھ کر مکان میں داخل ہونے کا راستہ اپنایا اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی۔لیکن امیر معاویہؓ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور بیعت کرنے کے لیے قصاص عثمانؓ کی شرط عائد کر دی۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اپنے دونوں نواسوں سے محبت

طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ فرماتی ہیں کہ ''ایک روز نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ "میرے دونوں بیٹے حسن و حسین کہاں ہیں"؟ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آج صبح سے ہمارے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، علیؓ بتا کر گئے ہیں کہ میں ان دونوں بچوں کو ساتھ لے جا رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے میرے بعد بھوک کی وجہ سے تمہیں تنگ کریں"۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے جب سنا تو اسی طرف تشریف لے گئے جہاں حضرت علیؓ گئے تھے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے دیکھا کہ دونوں بچے حوض کے پاس کھیل رہے ہیں جبکہ ان کے قریب کچھ تھوڑی سی کھجوریں بھی رکھی ہوئیں تھیں۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''علیؓ اس سے پہلے کہ دھوپ تیز ہو جائے تم ان بچوں کو گھر لے جاؤ''۔حضرت علیؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آج صبح سے گھر میں کچھ کھانے کو نہ تھا آپ خاتم النبیین ﷺ تھوڑی دیر تشریف رکھیں میں درخت سے گری ہوئی کھجوریں فاطمہؓ کے لیے بھی چُن لوں"۔چنانچہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے رہے اور جب حضرت علیؓ کھجوریں اکٹھی کر چکے تو یہ سب گھر کی طرف چل دیئے۔ایک بچہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے اور دوسرا حضرت علیؓ نے اٹھا رکھا تھا۔''

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہمیں ایک وقت کا فاقہ تھا۔اس کے بعد ہمیں کھانا نصیب ہوا۔میں حسینؓ اور والد گرامی کھانا تناول فرما چکے تھے کیونکہ یہی والدہ محترمہ کی عادت شریفہ تھی۔آپؓ سب سے آخر میں تناول فرماتی تھیں۔ابھی والدہ ماجدہ نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ باہر سے ایک سائل کی آواز آئی کہ "اہل بیت نبی میں دو وقت کا بھوکا ہوں مجھے روٹی عنایت فرمائیں''۔والدہ ماجدہ نے فوراً ہاتھ روٹی سے کھینچا اور مجھے حکم دیا ''اے حسنؓ جاؤ یہ روٹی اور کھانا اس سائل کو دے دو مجھے تو بس ایک وقت کا ہی فاقہ ہے لیکن یہ بے چارہ دو وقت کا بھوکا ہے''۔

ایک اور روایت میں حضرت حسنؓ اپنی والدہ ماجدہ کے متعلق فرماتے ہیں "ایک رات میری والدہ ماجدہ نماز کے لیے اپنی گھریلو مسجد کے محراب میں کھڑی ہوئیں اور ساری رات نماز میں مشغول رہیں اسی حالت میں صبح ہوگئی۔مادر گرامی نے مومنین اور مومنات کیلئے بے حد دعائیں کی مگر اپنے لیے کوئی دعا نہ مانگی ''میرے پوچھنے پر فرمایا" بیٹا پہلا حق باہر والوں کا ہوتا ہے اور اس کے بعد گھر والوں کا''۔(مدارج النبوۃ)

تاریخ ابن خلدون جلد اوّل صفحہ نمبر 55 پر درج ہے کہ ''شہادت سے چند روز پہلے امیر المومنین حضرت علیؓ نے بقصد شام ایک لشکر مسلمانوں کا مرتب کیا تھا اور چالیس ہزار آدمیوں سے جنگ میں حصہ لینے کی بیعت کی تھی۔لیکن یہ اتفاق تھا کہ لشکر کشی کی نوبت نہ آئی اور حضرت علیؓ شہید کر دیئے گئے۔ان تمام لوگوں نے حسنؓ بن علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی جو چھ ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے۔امیر معاویہؓ اہل شام کو لے کر کوفہ کی طرف بڑھے (یہ 41 ہجری کا واقعہ ہے) امام حسنؓ بھی کوفہ سے نکلے

ان کے لشکر میں چالیس ہزار لوگ تھے۔قیس بن سعد اور بقول بعض مورخین عبداللہ بن عباسؓ امیر تھے۔ایک مقام پر قیام فرمایا۔یہ مشہور ہوگیا کہ قیس بن سعدؓ مارے گئے۔اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ لشکر میں ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی لوگ ایک دوسرے سے ہی الجھ گئے۔

شوروغل ختم ہونے کے بعد حضرت حسنؓ نے لوگوں کی خون ریزی روکنے کی وجہ سے امیر معاویہ کو خط لکھ کر بھیج دیا کہ میں خلافت وحکومت سے دست بردار ہوتا ہوں۔میری یہ شرط ہے کہ میرے والد بزرگ وار کو سخت نازیبا اور برے کلمات سے نہ نوازا جائے۔امیر معاویہؓ نے آپؓ کا خط وصول کیا اور شرط منظور کرلی۔چنانچہ حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کرلی۔حضرت امام حسنؓ نے اپنی خلافت کے چھٹے مہینے بیعت کی۔تاریخ ابن خلدون کی جلد اول کے صفحہ 551 پر رقم ہے کہ اس واقعہ بیعت کے بعد امام حسنؓ مع اپنے مال، اہل وعیال اور جملہ متعلقین کے مدینہ منورہ روانہ ہوگئے آپؓ نے امیر معاویہؓ کا مقرر کیا ہوا سالانہ وظیفہ قبول فرمایا۔اہل کوفہ تھوڑی دور تک روتے ہوئے چھوڑنے کے لیے آئے۔پھر حضرت حسنؓ تمام عمر مدینہ منورہ میں ہی رہے حتیٰ کہ ہجری 49 میں آپؓ نے انتقال فرمایا۔حاکم کی روایت ہے کہ حضرت حسنؓ نے پیدل 25 حج ادا فرمائے۔ (تاریخ الخلفا)

جناب قاضی محمد سلیمان، سلیمان منصور پوری "رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ" کی جلد دوئم کے صفحہ 114 پر تحریر فرماتے ہیں کہ چار ماہ تک امام حسنؓ نے عراق وعرب اور ماورا، خراساں تک کی خلافت فرمائی اور اس کے بعد امیر معاویہؓ بھی ان کی طرف بڑھے جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حسنؓ نے اندازہ لگایا کہ دونوں فوجوں میں ایک فوج فنا ہوجائے گی اور بہت زیادہ خون ریزی ہوگی مسلمان آپس میں لڑ کر ختم ہوجائیں گے۔اس وقت آپؓ نے خلافت سے دست بردار ہونے کے بارے میں امیر معاویہؓ کو خلافت کی حکومت سپرد کردی۔حضرت امام حسنؓ بہت زیادہ عبادت وریاضت کیا کرتے تھے۔آپؓ نے انتہائی سادہ طبیعت پائی تھی۔بے حد رحم دل تھے۔سادہ لباس اور سادہ غذا پسند فرماتے تھے۔تمام صحابہ کرامؓ آپؓ سے محبت کرتے تھے آپؓ بھی سب کے ساتھ نہایت ادب سے پیش آتے تھے۔ادب واخلاق کا آغاز تو آپؓ کے گھرانے سے شروع ہوا تھا۔پھر آپؓ کیوں نہ ادب فرماتے؟

حدیث: حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 33 پارہ 22 نازل ہوئی۔

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ

ترجمہ: "اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے"۔

یہ آیت اُم سلمہؓ کے گھر میں نازل ہوئی۔اس وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ کو بلوایا اور ایک چادر میں ان کو ڈھانپ لیا اور پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔"اے اللہ تعالیٰ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے پلیدی کو دور فرما کر ان کو طیب وطاہر بنا دے"۔(ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 485)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے فوراً بعد چالیس ہزار مسلمانوں نے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔احادیث کے مطابق آپؓ آخری خلیفہ راشد تھے۔حضرت امام حسنؓ نے 40 ہجری میں خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔بیعت کرتے وقت آپؓ لوگوں کو فرماتے جاتے تھے کہ "اے لوگو تم میرے کہنے کو سنتے رہنا۔میری اطاعت کرنا جس سے میں صلح کروں اس سے تم بھی صلح کرنا، جس سے میں جنگ کروں تم بھی اس سے جنگ کرنا"۔آپؓ کے ان فقروں سے لوگوں کو شبہ پیدا ہوگیا کہ ہمارا یہ امیر جنگ کرنا ہی نہیں چاہتا۔

حضرت امام حسنؓ کی اولاد

حضرت امام حسنؓ کے بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔

بیٹے: 1) زیدؓ 2) حمزہؓ 3) حسین الاثرمؓ 4) طلحہؓ 5) اسماعیلؓ 6) عبداللہؓ 7) یعقوبؓ 8) عبدالرحمٰنؓ 9) قاسمؓ 10) عمرؓ 11) عبداللہؓ 12) حسن مثنیٰؓ

بیٹیاں: 1) فاطمہؓ 2) ام سلمیٰؓ 3) ام عبداللہؓ 4) ام حسینؓ 5) ام حسنؓ

آپؓ کا سلسلہ نسب آپؓ کے چار فرزندوں سے چلا یعنی: 1) زیدؓ 2) حسن مثنیٰؓ 3) حسین الاثرمؓ 4) عمرؓ

مگر حسینؓ اور عمرؓ کا سلسلہ تو ختم ہوگیا۔صرف زیدؓ اور حسن مثنیٰؓ کی اولاد باقی ہے۔حضرت زید بن الحسن 120 ہجری میں فوت ہوئے۔آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ

بنت ابومسعود عقبہ بن عمر بن ثعلبہ الخراجی الانصاریؓ تھا۔ حضرت زیدؓ کے فرزند ابومحمد (خلافت عباسیہ میں) سلطنت منصور میں مدینہ منورہ کے امیر (گورنر) تھے۔

حضرت سید محمد گیسوؒ دراز جو حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے، حضرت زید بن حسنؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپؒ کا مزار مبارک گلبرگ میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت حسن مثنیؒ نے 97 ہجری میں وفات پائی۔ آپؒ کی والدہ خولہ بنت منصور بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن سمی بن مازن بن فزارہؓ تھیں۔ حضرت امام حسینؓ کی دختر فاطمہؓ ان ہی کے نکاح میں تھیں۔ جن سے ابراہیم حسن مثنیؒ اور عبداللہؒ پیدا ہوئے تھے ان تینوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ یہ طرفین سے فاطمی تھے۔ یہ شرف کسی اور میں نہیں پایا جاتا۔ حضرت غوث پاک حضرت عبدالقادر جیلانیؒ آپ ہی کی نسل سے تھے۔ حضرت غوث پاکؒ عبداللہ محض کے فرزند موسیٰ الجوفی کی نسل میں سے تھے۔ اس لیے آپؒ کو حسنی و حسینی سید کہا جاتا ہے۔

وصالِ مبارک:

آپؓ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ حضرت امام حسینؓ نے پوچھا "آپؓ کو زہر کس نے دیا"؟ آپؓ نے فرمایا" کیا تم اُسے قتل کرو گے"۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا ''ہاں''۔ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے اُس کی گرفت بہت سخت ہے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے"۔

اپنے آخری ایام میں حضرت امام حسنؓ نے اپنے بھائی حضرت امام حسینؓ سے فرمایا ''میں نے حضرت عائشہؓ سے ایک بار ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن کرنے کی اجازت دے دیں۔ انہوں نے مان لیا تھا۔ مجھے وہم ہوتا ہے کہ مبادا انہوں نے میری شرم کی وجہ سے کہہ دیا ہو۔ اب تم میری وفات کے بعد جانا اور یہی درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو وہاں دفن کرنا لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اہل حکومت مجھے وہاں دفن نہیں کرنے دیں گے۔ اگر وہ منع کریں تو جھگڑا نہ کرنا اور مجھے جنت البقیع میں دفن کرنا۔ حضرت امام حسنؓ نے انتقال فرمایا تو حضرت امام حسینؓ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور ان سے اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا ''ہاں اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں''، حاکم مدینہ نے جب یہ بات سنی تو کہا ''وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے۔ حسن کبھی یہاں دفن نہ ہوگا۔ عثمان کو تو انہوں نے قبرستان میں بھی دبانے نہ دیا اور آج حسنؓ کو عائشہؓ کے گھر میں دفن کرنا چاہتے ہیں''، الغرض جنت البقیع میں حضرت فاطمہؓ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر مبارک 46 سال تھی اور ربیع الاول کا مہینہ ہجری 59 تھا۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگاہ دل نواز
نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو

برکات آل رسول خاتم النبیین ﷺ:

(1) ایک دن حضرت امیر معاویہؓ کے پاس قریش اور دیگر قبیلوں کے بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا "مجھے بتاؤ، ماں باپ، چچا پھوپی، نانا، نانی، خالہ ماموں کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز کون ہے"؟ حضرت مالک بن عجلانؓ کھڑے ہوئے اور حضرت امام حسنؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا "یہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے والد امیر المومنین حضرت علیؓ ان کی والدہ حضرت فاطمہؓ۔ ان کی نانی ام المومنین حضرت خدیجہؓ۔ ان کے نانا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ۔ ان کے چچا حضرت جعفرؓ جو جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ ان کی پھوپی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب۔ اور ان کے ماموں اور خالائیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں"۔ پھر حضرت مالک بن عجلانؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے پوچھا" کیا میں نے صحیح کہا ہے"؟ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا "ہاں واللہ یہ سچ ہے"۔ (برکات آل رسول ﷺ ص 142)

(2)۔ حضرت حسنؓ سخاوت میں بے مثل تھے ابن سعد علی بن زید سے روایت ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے تین بار اللہ کی راہ میں اپنا آدھا آدھا مال دیا اور دو مرتبہ اپنا پورا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

(3)۔ خلافت سے دستبردار ہونا آپ کے بہت سے ہم نواؤں کو ناگوار ہوا۔ اور کچھ لوگوں نے آپؓ کو "عار المسلمین" کہا۔ آپؓ نے فرمایا: اَلْعَارُ خَیْرٌ مِنَ النَّارِ۔ "عار نار سے بہتر ہے" یوں تمام زبانیں بند ہوگئیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسینؓ کی ولادت 5 شعبان المعظم 4 ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ تاریخ اسلام کی سب سے تابناک شخصیت جو کہ ایک مثال بن گئی وہ شخصیت بلا شبہ سیدنا امام حسینؓ کی مقدس اور متبرک شخصیت تھی۔جیسی آپؓ کی ماں تھی ویسی کسی کی ماں نہ تھی، نہ ہے اور نہ ہوگی۔جیسے آپؓ کے والد تھے ایسا نہ کسی کا باپ تھا، نہ ہوگا اور نہ ہے۔بلاشبہ آپؓ اس ہستی کے نواسے تھے جن کیلئے یہ کائنات معرض وجود میں آئی۔آپؓ کی والدہ ماجدہ سیّدہ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرہؓ تھیں اور آپ کے والد ماجد سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میں نے اپنے کانوں سے سنا جب حسینؓ ابھی بچے تھے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''چڑھو'' ''چڑھو'' ''چڑھو'' حسینؓ اوپر کو چڑھتے جاتے تھے حتیٰ کہ ان کے پاؤں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے سینہ اقدس پر پہنچ گئے اور ان کا چہرہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ اقدس کے برابر آ گیا۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے کہا ''منہ کھولو'' حضرت حسینؓ نے منہ کھول دیا تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے انکا منہ چوم لیا اور زبان اقدس سے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَحبہ' فِانِی اَحَبہ'

ترجمہ: ''الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما''۔(مسند احمد)

حضرت امام حسینؓ جب پیدا ہوئے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ان کے کانوں میں آذان دی اور حضرت علیؓ کو عقیقہ اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔آپؓ کا نام مبارک حضرت علیؓ نے ''حرب'' تجویز کیا تھا۔لیکن سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ نے تبدیل فرما کر حسینؓ رکھ دیا۔حضرت امام حسینؓ نے تقریباً سات برس تک حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی آغوش مقدس میں پرورش پائی۔حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ آپؓ سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آپؓ سے محبت کیا کرتے تھے۔بلاشبہ آپؓ کا شمار ایک صاحب علم اور فاضل ترین ہستیوں میں کیا جاتا ہے اور کیوں نہ ہوتا آپؓ باب العلم کے بیٹے جو تھے۔پھر بھلا آپؓ کیوں نہ علم میں درجۂ کمال حاصل کرتے؟ عام علوم کے علاوہ آپؓ نے اس دور کے مروجہ علوم میں بھی کامل مہارت حاصل کی۔

عبادت

حضرت امام حسینؓ بہت زیادہ عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔آپؓ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔حضرت امام زین العابدینؓ کا بیان ہے کہ "آپؓ ایک رات میں ایک ہزار نوافل پڑھا کرتے۔ایک ماہ میں ایک قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔آپؓ نے اپنی حیات مبارکہ میں 25 حج ادا فرمائے"۔

ایک بڑی مشہور حدیث ہے کہ ایک مرتبہ نبی پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں یا الٰہی جو شخص اس سے محبت رکھے اس کے ساتھ تو بھی محبت رکھ''۔(جامع ترمذی، حدیث نمبر 3775)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ، حضرت امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری سے قطعی خوش نہ تھے۔آپؓ نے امام حسنؓ کو اس سلسلے میں روکنے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے کہا ''میں مسلمانوں کا خون بہانا پسند نہیں کرتا'' اور خلافت سے دستبردار ہو گئے۔اہل بیت (سادات) میں سے سب سے زیادہ تعداد آپؓ سے نسبت رکھتی ہے۔حضرت فاطمہؓ کی اولاد فاطمی کہلائی اور حضرت علیؓ کی، حضرت فاطمہؓ کے علاوہ باقی اولاد علوی کہلائی۔اسی طرح حضرت علیؓ کا سلسلہ کچھ اس طرح سے ہے۔

1۔حضرت علیؓ 2۔امام حسنؓ 3۔امام حسینؓ 4۔امام زین العابدینؓ بن حسینؓ 5۔امام باقر بن زین العابدینؓ 6۔امام جعفر صادقؒ بن امام باقرؒ 7۔امام موسیٰ کاظمؒ بن جعفر صادقؒ 8۔امام علی رضاؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ۔

حضرت امام حسینؓ حضرت امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد ان کے ساتھ ہی کوفہ سے مدینہ منورہ چلے آئے تھے اور امیر معاویہ کے وصال تک وہیں رہے۔حضرت امیر معاویہؓ کے وصال کے بعد اہل عراق اور خصوصاً کوفہ کے لوگوں نے بکثرت خطوط بھیجے کہ ہم آپؓ (حضرت امام حسینؓ) کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔چنانچہ آپؓ نے کوفہ کا قصد فرمایا۔مگر ایک روح فرسا اور جسم و جان کو ہلا دینے والا واقعہ ''واقعہ کربلا'' پیش آیا اور آپؓ اور آپؓ کے اہل خانہ کو شہید کر دیا گیا۔صرف حضرت امام زین العابدینؓ اور عورتیں باقی بچیں۔

****

شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاریخ اسلام میں بے شمار شہادتیں ہوئیں ہیں ہر شہادت میں اسلام کی بقا و دوام، حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے دین اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی سنت مبارکہ کی حیات جاوداں کا راز پوشیدہ ہے۔لیکن شہادت امام حسینؓ کا واقعہ کئی اعتبار سے دیگر تمام شہادتوں سے مختلف اور منفرد ہے۔اس کی انفرادیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپؓ خانوادہ رسول خاتم النبیین ﷺ کے چشم و چراغ تھے اور ایسے چشم و چراغ کہ جنہوں نے براہ راست حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی گود میں پرورش پائی۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے مبارک کندھوں پر سواری کی آپ خاتم النبیین ﷺ کے لعاب دہن کو اپنی غذا بنایا اور جنہیں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے بیٹا ہونے کا شرف حاصل تھا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنے بعد قائم ہونے والے دور حکومت کی پہلے ہی نشاندہی فرمادی تھی۔

ترجمہ: ''میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی۔پھر اس کے بعد ملوکیت ہوگی''۔(جامع ترمذی، مسند احمد)

چنانچہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ 2 برس تین ماہ دس دن تخت خلافت پر متمکن رہے۔حضرت عمر فاروقؓ نے 10 برس 6 ماہ 4 دن تک اسی منصب کو زینت بخشی۔پھر حضرت عثمانؓ کا دور آیا اور آپ 11 برس 11 ماہ 28 دن تک خلیفہ رہے۔آپؓ کے بعد حضرت علیؓ کا دور آیا آپؓ 4 برس نو ماہ تک اس عہدہ پر فائز رہے۔آپؓ کی شہادت کے بعد آپؓ کے صاحبزادے سیدنا امام حسنؓ کا دور خلافت 6 ماہ کا تھا۔

اس پورے عرصے کو اگر شمار کریں تو کل تیس برس بنتے ہیں۔حضرت علیؓ کی خلافت کے ساتھ ہی ملک شام میں حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی آزاد حکومت کا اعلان کر دیا تھا اور حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا۔اس پر اُمتِ مسلمہ متفق رہی ہے کہ خلافت سیدنا حضرت علیؓ کا حق تھا اور آپ ہی خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد تھے۔حضرت امیر معاویہؓ کا یہ فیصلہ اقدام آئمہ اہل سنت کے ہاں اجتہادی خطا پر محمول کیا جاتا ہے۔حضرت امیر معاویہؓ کے جداگانہ اعلان حکومت کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ ان کی کشمکش کا آغاز ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے چھوٹے بڑے معرکے ہوئے۔

مرکز خلافت کی کوفہ میں منتقلی:

حضرت علیؓ نے اپنے دور میں تخت خلافت مدینہ طیبہ سے منتقل کر کے کوفہ میں قائم کر لیا تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ کا دارالحکومت دمشق میں تھا، جو کہ مدینہ سے بہت دور اور لمبی مسافت پر تھا۔چنانچہ اس دشواری اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مسلسل بغاوتوں پر قابو پانے کے پیش نظر آپؓ نے دارالحکومت کوفہ منتقل فرمایا۔حضرت علیؓ نے جب اپنی خلافت کا مرکز کوفہ کو قرار دیا تو وہ لوگ جو خود کو شعیان علی (حضرت علیؓ کا گروہ) کہلانے والے تھے اطراف عالم سے سمٹ سمٹ کر حضرت علیؓ کے قرب کے خیال سے کوفہ میں جمع ہونے لگے۔اس طرح کوفہ شیعان علیؓ (حضرت علیؓ کے گروہ) کا مرکز بن گیا۔اس دور میں چار جماعتیں وجود میں آئیں۔

1 حضرت علیؓ کی حمایت کرنے والے شیعان علیؓ کا گروہ

2 بنوامیہ کی حمایت کرنے والا طبقہ

3 حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کی مخالفت کرنے والا طبقہ خوارج

4 کثیر صحابہ اور تابعین جو حضرت علیؓ کو برحق جانتے تھے لیکن حضرت معاویہؓ کے بارے میں بھی خاموش تھے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''میرے جگر گوشہ حسین بن علیؓ کو سن 60 ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔ جب ایک (اوباش) نوجوان ان پر چڑھائی کرے گا''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اس پیشن گوئی کے مطابق سن 60 ہجری میں قبیلہ قریش کی شاخ بنوامیہ کا اوباش نوجوان یزید بن معاویہؓ تخت نشین ہوا۔یزید کی تخت نشینی کے بعد اس کے لئے سب سے اہم اور بڑا مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کا تھا۔کیونکہ ان حضرات نے یزید کی ولی عہدی کو قبول نہیں کیا تھا۔چنانچہ یزید نے اپنی حکومت کی بقا اور مضبوطی کے لئے ان حضرات سے بیعت لینا ضروری خیال کیا۔اس لئے یزید نے تخت نشین ہوتے ہی مدینے کے گورنر ولید بن عقبہ کو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر بھیجی اور ساتھ ہی یہ حکم نامہ بھی بھیجا کہ ترجمہ: ''حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے میرے حق میں بیعت لو اور جب تک وہ میری بیعت نہ کریں انہیں ہرگز نہ چھوڑو''۔

ولید کا مروان سے مشورہ:

ولید بن عقبہ ایک رحم دل اور خاندان نبوت کی تعظیم واحترام کرنے والا گورنر تھا۔وہ یزید کے اس حکم سے گھبرا گیا۔اس نے مشورے کے لئے اپنے نائب مروان بن حکم کو بلوا بھیجا اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔مروان ایک سخت مزاج اور سنگدل آدمی تھا۔اس نے کہا" میرے خیال میں ان تینوں افراد کو اسی وقت بلوا بھیجو اگر بیعت کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ انکار کی صورت میں تینوں کا سر قلم کر دو"۔ ولید گھبرا گیا اُس نے امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بلانے کے لیے قاصد بھیجا۔ قاصد نے ان دونوں حضرات کو مسجد میں بیٹھے ہوئے پایا۔قاصد نے کہا" آپ دونوں حضرات کو امیر نے بلایا ہے"۔حضرت امام حسینؓ نے فرمایا" تم چلو ہم ابھی آتے ہیں"۔حضرت امام حسینؓ ولید کے پاس پہنچے۔مروان بن حکم بھی وہاں موجود تھا۔ولید نے آپ کو امیر معاویہؓ کے وفات پا جانے کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کے لئے کہا۔ آپؓ نے تعزیت کے بعد فرمایا ''میرے جیسا آدمی اس طرح چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ ہی میرے لیے اس طرح چھپ کر بیعت کرنا مناسب ہوگا اگر آپ باہر نکل کر عام لوگوں کے ساتھ ہمیں بھی بیعت کرنے کی دعوت دیں تو یہ ایک مناسب بات ہے"۔ولید ایک امن پسند آدمی تھا اس نے کہا" اچھا آپؓ تشریف لے جائیں"۔اس پر مروان نے ولید سے کہا" اگر اس وقت تم نے ان کو جانے دیا اور بیعت نہ لی تو تم کبھی بھی ان پر قابو نہ پا سکو گے۔تاوقتیکہ بہت سے لوگ قتل ہو جائیں۔ان کو قید کر لو اگر یہ بیعت کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا سر قلم کر دو "۔حضرت امام حسینؓ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔''ابن زرقا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ کریں گے؟ خدا کی قسم تو جھوٹا اور کمینہ ہے"۔ یہ کہہ کر آپؓ اپنے گھر تشریف لے آئے۔آپؓ کے تشریف لے آنے کے بعد مروان نے ولید سے کہا" تم نے میرا مشورہ نہ مانا اب تم کبھی دوبارہ اس طرح کا موقعہ نہ پا سکو گے"۔ ولید نے کہا کہ " تم پر افسوس کہ تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو۔خدا کی قسم اگر دنیا بھر کا مال ومتاع اور بادشاہی مجھے اس بات پر ملے کہ میں نواسہ رسول خاتم النبیین ﷺ کو یزید کی بیعت نہ کرنے پر قتل کر دوں تو مجھے قبول نہیں۔بخدا قیامت کے دن جس سے خون حسینؓ کی باز پرس ہوگی وہ ضرور ضعیف المیز ان ہو گا"۔مروان نے کہا" تم ٹھیک کہتے ہو"۔ یہ بات اس نے صرف ظاہراً کہی تھی۔ ورنہ دل میں ولید کی بات کو ناپسند کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ طرح طرح کے حیلوں سے ولید کے قاصد کو ٹالتے رہے اور ولید کے پاس نہ گئے۔دوسرے دن وہ اپنے بھائی جعفرؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ ولید کے عملے نے ان کو بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مکہ روانہ ہونے کے ایک رات بعد حضرت امام حسینؓ نے بھی مدینہ سے مکہ منتقل ہو جانے کا ارادہ فرمایا۔گھر والوں کو تیاری کا حکم دیا اور مسجد نبوی ﷺ میں حاضری دی اور اپنے نانا کے حضور حاضری میں آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔مدینہ منورہ میں آپؓ نے بچپن گزارا تھا یہاں سے دوری آپؓ کے لئے بڑی سوہان روح تھی۔

حضرت محمد بن حنفیہؓ کا مشورہ:

حضرت محمد بن حنفیہؓ کے سوا تمام خاندان نے آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت فرمائی۔حضرت محمد بن حنفیہؓ نے فرمایا ''بھائی آپ تمام اہل زمین سے بڑھ کر مجھے عزیز ہیں میرا مشورہ ہے کہ آپ شہروں میں سے کسی شہر میں نہ جائیں۔ دیہات اور ریگستانوں میں قیام کریں۔اگر آپ کسی مخصوص شہر یا مخصوص جماعت کے پاس جائیں گے تو ان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا ایک گروہ آپ کے ساتھ ہوگا اور دوسرا آپ کے مخالف پھر ان دونوں میں جنگ وجدل کی نوبت آئے گی تو سب سے پہلے آپ ان کا نشانہ بنیں گے۔ایسی صورت میں ایک معزز اور شریف ترین شخص جو کہ حسب ونسب میں تمام امت سے بہتر ہے اس کا خون سب سے ارزاں ہو جائے گا۔اس کے اہل وعیال کو ذلیل کیا جائے گا۔'' یہ سن کر حضرت امام حسینؓ نے فرمایا ''بھائی میں کہاں جاؤں؟'' انہوں نے جواب دیا" آپ مکہ مکرمہ چلے جائیں۔اگر آپ کو اطمینان ہو جائے تو ٹھیک ورنہ تو پھر آپ ریگستانوں اور پہاڑوں کی طرف چلے جائیں اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوتے رہیں۔اور لوگوں کے بدلتے ہوئے حالات دیکھتے رہیں۔آپ کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچ جائیں گے"۔آپؓ نے فرمایا ''بھائی تم نے خیر خواہی اور شفقت فرمائی۔انشاءاللہ تمہاری رائے درست اور موافق ثابت ہو گی'' (الطبری۔ابن اثیر)

حضرت امام حسینؓ جب اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ سے نکلے تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔(سورہ القصص، آیت نمبر 21)

ترجمہ: ''تو وہ اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا۔(اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے؟)۔کہا اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات فرما''۔

اور جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے یہ آیت پڑھی: (سور القصص، آیت نمبر 22)

ترجمہ ''اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوا تو کہا کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے گا''۔

جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو اس وقت تک عبداللہ بن زبیرؓ مکہ میں اپنے کئی حامیوں کو تیار کر چکے تھے۔

یزید نے رمضان 60ہجری میں ولید بن عقبہ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عمرو بن سعد کو مدینے کا گورنر مقرر کیا۔ عمرو بن سعد نے اور ایک روایت کے مطابق خود یزید نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کرنے کے لئے دو ہزار سپاہیوں کا لشکر مکہ آیا۔ مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مؤثر دفاع کیا۔ یزید کے لشکر کا سپہ سالار مارا گیا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو فتح ہوئی۔ حضرت امام حسینؓ اس معرکے میں حرم کعبہ کی وجہ سے شریک نہ ہوئے اور الگ تھلگ رہے۔

حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا۔ کوفہ میں تمام حضرت علیؓ کے شیعہ اور محب موجود تھے۔ ان تمام لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے پہلا معرکہ جیت لیا ہے۔ کوفہ کے لوگوں نے حضرت امام حسینؓ کو بار بار خطوط بھیجے کہ " آپؓ کوفہ تشریف لے آئیں یہاں پر تمام مومنین شیعوں کے اموال اور گردنیں آپؓ کے لئے حاضر ہیں۔ آپؓ کے سوا ہمارا کوئی پیشوا او ر امام نہیں۔ کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر دارالامارت میں بیٹھا ہے ہم جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنے نہیں جاتے۔ جب آپ آجائیں گے تو ہم اس کو کوفہ سے نکال باہر کریں گے۔" (جلد الحیوان)

حضرت امام حسینؓ کے پاس جب یہ خطوط پہنچے تو آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے جہاد کرنا اپنا فرض سمجھا۔ جبکہ حضرت عبداللہؓ بن عباس آپ کے دیگر عزیز و اقارب اور کئی جلیل القدر صحابہ اور تابعین نے آپ کی خدمت میں درخواست کی "حضرت آپؓ کوفہ تشریف نہ لے جائیں۔ کوفہ کے لوگ بے وفا ہیں۔ جفا کار ہیں۔ انہوں نے آپؓ کے ابا حضور کے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ یہ آپ سے بھی بے وفائی کریں گے۔"

حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا "میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کے وقت اس سوال سے ڈرتا ہوں کہ تجھے دعوت حق ایسے وقت میں دی گئی تھی جب ظلم اور بربریت کا بازار گرم تھا۔ سنت نبوی خاتم النبیین ﷺ کے خلاف سرکشی ہو رہی تھی۔ دین اسلام میں بدعات اور خرافات کو رواج دیا جا رہا تھا۔ لوگوں کے حقوق سلب ہو رہے تھے۔ حسین اس وقت تو نے اس بغاوت کے خلاف جہاد کا علم بلند کیوں نہ کیا؟ پھر یہ بتاؤ کہ اس وقت میں کیا جواب دوں گا"؟ بہر حال یہ حالات تھے۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپؓ نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفیوں کے خطوط کا جواب لکھ کر دیا کہ "جو کچھ تم لوگوں نے اپنے خطوط میں مجھے بتایا ہے وہ تمام میں نے جان لیا ہے میں نے تمہارے پاس اپنے اہل بیت میں سے اپنے قابل اعتماد چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو بھیجا ہے اور انہیں کہا ہے کہ وہ تمہارے حال کے بارے میں مجھے لکھیں۔ اگر انہوں نے مجھے لکھا کہ جو کچھ آپ لوگوں نے مجھے لکھا ہے وہ عقلمند اور بزرگان قوم کے مشورے سے لکھا ہے۔ تو میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اور اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرنے والا ہو"۔ (ابن الخیر)

کوفہ میں امام مسلمؓ کا والہانہ استقبال:

حضرت مسلم بن عقیلؓ اپنے ساتھیوں اور بیٹوں محمد اور ابراہیم کو ساتھ لے کر کوفہ پہنچے تو شعیان علی نے آپؓ کا شاندار استقبال کیا اور جوق در جوق آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ آپؓ نے لوگوں کا شوق عقیدت دیکھ کر حضرت امام حسینؓ کو لکھ دیا کہ حالات دعوت حق اور امر بالمعروف کے لئے سازگار ہیں۔ آپؓ بلا تامل اور بلا جھجک تشریف لے آئیں۔ اس وقت کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر تھا۔ اس نے مسلم بن عقیلؓ کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی۔ جب یزیدی حکومت کے حامیوں نے یہ دیکھا کہ کوفہ شہر یزید کی حکومت سے نکلا جا رہا ہے تو وہ نعمان بن بشیر کے پاس آئے اور مسلم بن عقیلؓ اور ان کے حامیوں کو ختم کرنے کا مشورہ دیا تاکہ فتنہ و فساد کا امکان نہ رہے، نعمان بن بشیر نے کہا "میرے ساتھ جو جنگ نہیں کرے گا میں اس کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا"۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا "اے امیر یہ کام اندھی لاٹھی کے بغیر نہ سلجھے گا اور آپ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ کمزوروں کا طریقہ ہے"۔ اس پر یزید کے حامیوں نے تمام اطلاع یزید کو پہنچائی۔ اس پر یزید نے نعمان بن بشیر کی جگہ ابن زیاد (جو کہ بصرہ کا گورنر تھا) کو کوفہ کا گورنر بھی مقرر کر دیا اور حکم دیا "مسلم بن عقیلؓ اور ان کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دو یا جلاوطن کر دو"۔ (ابن اثیر)

عبداللہ بن زیاد بصرہ سے اپنے اہل خانہ اور 500 سواروں کے ہمراہ کوفہ پہنچا اور لوگوں سے خطاب کیا۔ حضرت نعمان بن بشیر بھی موجود تھے۔ "امیر المومنین یزید نے مجھے تمہارے اوپر، اور تمہاری جانوں اور تمہارے اموال پر حاکم بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ میں تمہارے مظلوموں کے ساتھ انصاف کروں۔ حاجت مندوں کو عطا کر دوں اور فرمابردار اور مطیع لوگوں پر انصاف کروں اور مشکوک اور نافرمان لوگوں پر سختی کروں میں تم پر ان کے احکام نافذ کر دوں گا اور ان احکامات پر عمل کرواؤں گا"۔

اس تقریر کے بعد ابن زیاد نے کوفہ کے سرکردہ لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ مسلم بن عقیلؓ نے ان حالات میں مختار بن عبیدہ کے

ہاں رہنا پسند نہ کیا اور رات کے وقت وہاں سے نکل کر ہانی بن عروہ کے ہاں چلے گئے ہانی بن عروہ کوفہ میں ایک معزز شخصیت تھے۔ابن زیاد کے ساتھ ان کے پہلے سے تعلقات تھے۔اور اس کے گھر آنا جانا تھا۔حضرت مسلم بن عقیل ؓ کی آمد کے بعد انہوں نے بیماری کا بہانہ کر کے ابن زیاد سے میل جول ترک کر دیا۔لیکن جلد ہی ہانی بن عروہ کے گھر مسلم بن عقیل ؓ کے ہونے کی اطلاع ابن زیاد کو مل گئی اور اس نے ہانی بن عروہ کو بلا کر مسلم بن عقیل ؓ کے بارے میں پوچھا۔انہوں نے جواب دیا ''اے امیر! خدا کی قسم میں نے انہیں اپنے گھر میں آنے کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ وہ آپ میرے گھر آئے تھے"۔ابن زیاد نے کہا" پھر انہیں یہاں لے آؤ"۔ہانی نے کہا" خدا کی قسم اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتے تو بھی میں ان کے اوپر سے پاؤں نہ اٹھاتا"۔یہ سن کر ابن زیاد نے کہا "اسے میرے قریب لاؤ"۔جب ہانی کو ابن زیاد کے قریب لایا گیا تو اس نے ہانی کے چہرے پر نیزے سے وار کر کے چہرہ اور ناک زخمی کر دیئے۔ہانی نے ایک سپاہی کے ہاتھ سے تلوار چھینی اور ابن زیاد پر حملہ کرنے ہی والا تھا کہ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ابن زیاد نے کہا "اب تم نے اپنا خون مجھ پر حلال کر دیا ہے"۔اس کے بعد ہانی کو ایک کمرے میں بند کرنے کا حکم دے دیا۔حضرت مسلم بن عقیل ؓ نے جب خبر سنی تو سوار ہو کر نکل آئے اور اپنے حامیوں کو مدد کے لئے بلایا۔آناً فاناً چار ہزار کوفی جمع ہو گئے۔آپ انہیں لے کر ابن زیاد کی طرف روانہ ہوئے۔ابن زیاد اور اس کے ساتھی بھاگ کر محل میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا۔مختلف قوموں کے سردار جو کہ اس وقت ابن زیاد کے ساتھ تھے محل کی چھت پر چڑھ گئے اور اپنی اپنی قوم سے اشاروں میں واپس چلے جانے کے لئے کہا۔ڈرایا دھمکایا، کچھ وعدے کئے، کچھ سردار محل سے باہر آ گئے۔

یہاں تک کہ مغرب تک تیس افراد کی جماعت رہ گئی۔آپ ؓ نے مغرب ان تیس افراد کے ساتھ ادا کی۔آپ ؓ نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔واپسی پر دس افراد رہ گئے اور تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تو آپ ؓ اکیلے رہ گئے۔آپ ؓ طوعہ نامی ایک عورت کے دروازے پر جا پہنچے۔اس نے آپ ؓ کو پانی پلایا پناہ دی اور چھپا دیا۔رات کو اس بڑھیا کے بیٹے کو معلوم ہو گیا اور صبح اس نے مسلم بن عقیل ؓ کی موجودگی کی خبر دے دی۔حضرت مسلم بن عقیل ؓ کو اس وقت خبر ہوئی جب مکان کا گھیراؤ ہو چکا تھا۔ابن زیاد کے سپاہیوں نے آپ ؓ کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔آپ ؓ محمد بن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا" کیا تم ایک بھلائی کر سکتے ہو میری طرف سے امام حسین ؓ کو یہ خبر پہنچا دو کہ وہ یہاں نہ آئیں۔وہ آج یا کل یہاں کے لئے روانہ ہونے والے ہیں۔قاصد انہیں جا کر ملے کہ مجھے ابن عقیل ؓ نے بھیجا ہے کہ وہ گرفتار ہو گئے ہیں اور آج یا کل قتل کر دیئے جائیں گے"۔امام حسین ؓ کے پاس جب قاصد کا رقعہ پہنچا تو انہوں نے کہا" جو مقدر ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ہمارا اور ہمارے حمایتیوں کا فیصلہ اللہ کے حضور ہوگا"۔

مسلم بن عقیل ؓ کو جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ پیاس، تھکاوٹ، بھوک اور غم سے نڈھال تھے۔آپ ؓ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔دربان نے کہا ''کیا تمہیں امیر کو سلام نہیں کرنا چاہیئے'' آپ ؓ نے کہا" نہیں اگر اس کا ارادہ مجھے قتل کرنے کا ہے تو مجھے اس کی حاجت نہیں اور اگر اس کا ارادہ قتل کرنے کا نہیں ہے تو سلام کرنے کے بہت مواقع پڑے ہیں"۔اب ابن زیاد آپ ؓ سے مخاطب ہوا" لوگوں میں اتفاق اور اتحاد تھا تم آئے اور تم نے لوگوں میں پھوٹ ڈال دی"۔پھر وہ مختلف الزام لگاتا رہا اور آپ ؓ انتہائی اطمینان سے اس کی ہر بات کا جواب دیتے رہے۔پھر آپ ؓ نے جان لیا کہ ابن زیاد ان کو قتل کر دے گا تو کہا" مجھے وصیت کرنے کی اجازت دے دو"۔ابن زیاد نے اجازت دے دی۔آپ ؓ نے حاضرین پر نظر ڈالی۔وہاں پر عمر بن سعد بن ابی وقاص موجود تھے۔آپ ؓ نے انہیں الگ جانے کو کہا لیکن وہ نہ گئے اور جب ابن زیاد نے انہیں اجازت دی تو الگ چلے گئے۔مسلم بن عقیل ؓ نے کہا ''کوفے میں میں نے 700 درہم قرض دینا ہے تو تم میری طرف سے یہ قرض ادا کر دینا۔ابن زیاد سے میری لاش مانگ کر دفن کر دینا اور امام حسین ؓ کو یہ پیغام دے دینا کہ کوفہ ہرگز نہ آئیں''۔

عمر بن سعد نے امام مسلم ؓ کی تمام وصیتیں ابن زیاد کو بتا دیں۔اس نے تمام وصیتوں پر عمل کرنے کی اجازت دے دی۔اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے حضرت مسلم بن عقیل ؓ کو قصر امارات کے اوپر لے جایا گیا۔وہ تکبیر، تہلیل، تسبیح، استغفار اور دورد پاک پڑھتے ہوئے اوپر چڑھ گئے اور دعا کی کہ ''اے اللہ تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان میں فیصلہ فرما دینا جس نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیا''۔اس کے بعد جلاد نے آپ ؓ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کے قتل کا حکم دیا۔اور ان کی لاش کو کوفہ کے مقام کناسہ پر لٹکا دیا گیا۔پھر اور بہت سے قتل کئے۔

حضرت مسلم بن عقیل ؓ کے صاحبزادے:

حضرت مسلم بن عقیل ؓ کوفہ کے بگڑتے ہوئے حالات دیکھتے ہوئے اپنے دونوں بیٹوں حضرت محمد ؓ اور حضرت ابراہیم ؓ کو قاضی شریح کے ہاں حفاظت کی غرض سے بھیج چکے تھے۔قاضی شریح نے مسلم بن عقیل ؓ کی شہادت کے بعد ان کے دونوں نو عمر بیٹوں کو باپ کی شہادت کی خبر سنائی اور پھر اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا ''میں نے سنا ہے کہ آج باب الواقیین سے ایک کارواں مدینہ روانہ ہونے والا ہے۔ان دونوں بچوں کو وہاں لے جاؤ اور کسی ہمدرد اور محب اہل بیت کے سپرد کر کے ان کو حالات

سے آگاہ کر دینا اور تاکید کر دینا کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دیں''۔ قاضی شریح کا بیٹا اسد ان کو لے جانے کے لئے نکلا راستے میں ابن زیاد کے سپاہیوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے انہیں جیل کی کوٹھری میں بند کر دیا۔ جیل کا داروغہ مشکور نامی ایک پرہیز گار محب اہل بیت تھا اس نے بچوں کی رسیاں کھولیں۔ اپنی انگوٹھی بچوں کو دی اور کہا "یہ میری انگوٹھی لے جاؤ اور چھپ چھپا کر قادسیہ پہنچ جاؤ۔ وہاں کوتوال میرا بھائی ہے۔ اس سے ملنا اور تمام حال سنانا وہ تمہیں مدینہ منورہ پہنچا دے گا"۔ ابن زیاد کو جب معلوم ہوا کہ مشکور نے بچوں کو بھگا دیا ہے تو جلاد کو حکم دیا "اسے اتنے کوڑے مارو کہ یہ مر جائے"۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ان دونوں بچوں کو ایک عورت نے رات کے وقت اپنے گھر میں چھپا لیا۔ لیکن رات کو اس بڑھیا کے بیٹے حارث نے بچوں کی آواز سن لی اور انعام کے لالچ میں دونوں کو لے کر ابن زیاد سے ملنے چل دیا۔ اس کے راستے میں اس کی ماں پھر بیوی، بھائی اور بیٹا رکاوٹ بنے۔ ظالم نے لالچ کی وجہ سے سب کو قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد انعام کے لالچ میں اور اس وجہ سے کہ کوئی اور راہ کی رکاوٹ نہ بنے دونوں کا سرتن سے جدا کیا اور ایک تھیلے میں ڈالا اور ابن زیاد کی خدمت میں جا پہنچا۔

قصر امارات میں پہنچ کر اس نے وہ تھیلا ابن زیاد کے سامنے رکھتے ہوئے کہا آپ کے دشمنوں کے سر ہیں۔ ابن زیاد نے پوچھا یہ دشمن کون ہیں؟ حارث نے کہا فرزندان مسلم بن عقیلؓ۔ ابن زیاد غضب ناک ہو کر گرجا" تو نے کس کے حکم پر انہیں قتل کیا؟ تمہیں ایسا کرنے پر سزا ملے گی"۔ اس کے بعد ابن زیاد نے مقاتل نامی جلاد کو حکم دیا اور جلاد نے حارث کا سرتن سے جدا کر دیا۔ (روضہ الشہدائ)

حضرت امام حسینؓ کی کوفہ روانگی:

امام عالی مقام نے کوفہ جانے کا عزم کر لیا کوفہ میں جو انقلاب برپا ہو چکا تھا اس سے آپؓ بے خبر تھے۔ جب آپؓ گھر کی خواتین بچوں اور دوستوں کے ساتھ عازم سفر ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپؓ کو منع کیا اور کہا" کوفی بڑے بے وفا اور ناقابل اعتماد ہیں میں آپؓ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کوفہ نہ جائیں۔ مجھے خوف ہے کہ بلانے والے آپؓ کو دھوکا دیں گے"۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بھی آپؓ کو برابر منع کرتے رہے لیکن آپؓ یہی جواب دیتے رہے کہ ''مسئلہ وفا اور بے وفائی کا نہیں ہے۔ مسئلہ اس دعوت کا ہے جس میں مجھے کلمہ حق بلند کرنے اور ظلم و جبر کے خلاف جہاد کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے''۔

راہ رخصت اور راہ عزیمت:

شریعت مطہرہ میں مشکل وقت پر 2 راستے بتائے جاتے ہیں۔ دونوں راستے اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے تجویز کردہ ہیں۔ ایک راہ کو ''راہ رخصت'' اور دوسرے راہ کو ''راہ عزیمت'' کہتے ہیں۔ اگر حالات سازگار ہوں۔ جبر و ظلم اور کفر کی طاقتوں کا صفایا آسانی سے کیا جا سکتا ہو۔ تو ان حالات میں ہر چھوٹے بڑے اور ہر کلمہ گو پر اس ظلم کے خلاف میدان کارزار میں نکل آنا۔ فرض اور واجب ہو جاتا ہے اس وقت کسی شخص کے لئے سوائے شرعی مجبوری کے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوتا۔ لیکن اگر حالات ناسازگار ہوں۔ اسلحہ و عسکری قوت ساتھ نہ ہو۔ باطل زیادہ مضبوط ہو، زیادہ منظم اور قوی ہو تو ایسے حالات میں شریعت نے امت مسلمہ کو دو راستے عطا کئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ ''راہ رخصت'' پر عمل کرے، گوشہ نشین ہو جائے، دوسرا یہ کہ چپکے چپکے لعنت ملامت کرے اور دل سے اسے بُرا جانے۔ مسلح تصادم اور کشمکش کیلئے میدان میں نہ آئے۔ ہر دور میں اکثریت ''راہ رخصت'' پر ہی عمل کرتی رہی ہے اور راہ رخصت پر عمل کرنا شریعت میں نہ ناجائز ہے نہ حرام اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر اضطراری حالات میں راہ رخصت کی اجازت دی ہے۔ جس طرح ہر شخص راہ رخصت پر نہیں چل سکتا۔ اس طرح راہ عزیمت پر چلنا بھی ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ اس لیے شریعت میں راہ رخصت کی موجودگی کے باوجود کچھ لوگ راہ عزیمت پر چل پڑتے ہیں۔ وہ حالات کی سازگاری اور ناسازگاری کو نہیں دیکھتے۔ وہ صرف اور صرف اس امر پر اپنی نظر مرکوز رکھتے ہیں کہ وہ اپنے تن من کو دین خدا کی سربلندی کے لئے قربان کر کے دین خدا کو سربلند کر دیں گے۔ انہیں موہوم سی امید ہوتی ہے کہ شاید تن میں لگی ہوئی آگ ہی آئندہ نسلوں کے اندھیروں کو اجالوں میں بدل دے۔

مکہ مکرمہ سے کربلا تک:

چنانچہ امام عالی مقام توکل بر خدا کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں صفاح کے مقام پر عرب کے مشہور شاعر فرزوق سے آپؓ کی ملاقات ہوئی۔ وہ کوفہ سے آ رہا تھا۔ آپؓ نے کوفہ کے حالات معلوم کئے تو اس نے جواب دیا ''لوگوں کے دل آپؓ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔ آپؓ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ''بے شک امر پہلے بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں تھا اور اختیار بعد میں بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی ہر روز نئی شان ہے۔''

فرزوق سے ملاقات کے بعد حسینی قافلہ آگے بڑھا تو آپؓ کے بھانجے حضرت عونؓ محمدؓ اپنے والد حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا خط لے کر پہنچ گئے۔ خط میں لکھا تھا

’’میں خدا کے نام پر آپؓ سے التجا کرتا ہوں کہ میرا یہ خط دیکھتے ہی آپؓ واپس لوٹ جائیں۔اس سفر میں آپؓ کی ہلاکت اور آپؓ کے اہل بیت کی بربادی کا خوف ہے۔آج اگر آپؓ ہلاک ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا آپؓ ہدایت یافتوں کے راہنما اور اہل ایمان کی امید ہیں آپؓ سفر میں عجلت نہ کریں۔اس خط کے پیچھے میں خود آرہا ہوں۔‘‘ حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا ’’میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے آپ خاتم النبیین ﷺ نے مجھے ایک کام سرانجام دینے کا حکم دیا ہے جسے میں ہر حال میں انجام دوں گا"۔انہوں نے پوچھا" وہ کیا خواب ہے"؟ آپؓ نے جواب دیا" خواب میں کسی کو نہیں سناؤں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے جاملوں"۔(الطبری، ابن اثیر، العبدایہ)

شہادت مسلمؓ کی اطلاع :

قافلہ حسینی کوفہ کے حالات سے بے خبر کوفہ کی جانب رواں دواں تھا جب یہ قافلہ ’’ثعلبیہ" کے مقام پر پہنچا تو حضرت امام حسینؓ کو مسلم بن عقیلؓ اور ہانیؓ بن عروہ کی شہادت کی خبر ملی۔

عبداللہ بن سلیم الاسدی اور منذر بن مشمعل الاسدی سے مروی ہے کہ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو ہم نے حضرت امام حسینؓ کو راستے میں جالیا۔اس اثناء میں حضرت حسینؓ کا گزر بنی اسد کے ایک آدمی کے پاس سے ہوا۔آپ نے اس سے دریافت احوال کا ارادہ فرمایا۔مگر پھر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔جب ہم اس شخص کے پاس سے گزرے تو کوفہ کے حالات دریافت کیے اس نے کہا ’’خدا کی قسم جب میں کوفہ سے نکلا تو مسلم بن عقیلؓ اور ہانی بن عروہؓ قتل ہو چکے تھے اور ان کو ٹانگوں سے پکڑ کر بازاروں میں گھسیٹا جارہا تھا۔عبداللہ اور منذر کہتے ہیں پھر ہم نے عرض کیا" ہم آپؓ کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں آپؓ واپس لوٹ جائیں"۔اس پر مسلم بن عقیلؓ کے بھائیوں نے جوش میں آکر کہا ’’خدا کی قسم ہم کوفہ کی سرزمین کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک ہم اپنے بھائی کے خون کا بدلہ نہ لیں گے یا ان کی طرح قتل نہ ہو جائیں گے‘‘ امام حسینؓ نے اپنا سفر جاری رکھا اور جب آپؓ ’’کوہ ذی حشم‘‘ کے مقام پر پہنچے تو حر بن یزید تمیمی جو کہ حکم یزید کی طرف سے آپؓ کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا ایک ہزار مسلح سواروں کے ساتھ پہنچ گیا اور آپؓ کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا۔ظہر اور عصر کی نمازیں حر اور اس کے لشکر نے امام حسینؓ کی اقتداء میں ہی ادا کیں۔عصر کی نماز کے بعد آپؓ نے اہل کوفہ اور قاصدوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا" اگر آج تمہاری رائے اس سے مختلف ہے جو تمہارے خطوط اور قاصدوں نے مجھ پر ظاہر کی تھی تو پھر میں واپس چلا جاتا ہوں۔حُر نے کہا ’’ہم نہیں جانتے کہ یہ خطوط کیسے ہیں انہیں کس نے لکھا ہے؟‘‘ امام حسینؓ نے خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے منگوا کر حُر کے سامنے انڈیل دیئے۔اس پر حُر نے کہا" ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے یہ خطوط آپؓ کو لکھے ہیں۔ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپؓ کو ابن زیاد کے پاس لے جائیں"۔آپؓ نے فرمایا" موت اس سے زیادہ قریب ہے"۔آپؓ کا مطلب تھا کہ مجھے زندہ گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے جانا ناممکن ہے۔اس کے بعد فریقین میں کچھ بحث ومباحثہ ہوتا رہا۔بالآخر حُر نے کہا" مجھے آپؓ کے ساتھ لڑنے کا حکم نہیں ہے۔مجھے تو صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپؓ کے ساتھ لگا رہوں حتیٰ کہ آپؓ کو ابن زیاد کے پاس کوفہ لے جاؤں۔اگر آپؓ انکار کرتے ہیں تو کوئی ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ اس اثناء میں آپ یزید کو لکھیں میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا کر دے کہ آپؓ کے معاملے میں میں آزمائش سے بچ جاؤں"۔آپؓ کو اُس کی یہ بات معقول معلوم ہوئی اِس کے بعد حضرت امام حسینؓ نے قافلے کو کوچ کا حکم دیا اور عذیب اور قادسیہ جانے والے راستے سے بائیں جانب کو ہو لیے (ابن اثیر۔العبدایہ والنھایہ) حر بھی ساتھ ساتھ لگا ہوا تھا (طبری ص 232 جلد 2)

نینوا کے مقام پر ایک تیز رفتار سوار قریب آکر رکا اور حُر کو ایک خط دیا اور کہا یہ امیر ابن زیاد کا خط ہے۔اس خط میں لکھا تھا ’’جس وقت میرا یہ قاصد میرا پیغام لے کر تم تک پہنچے تو اسی وقت سے حضرت حسینؓ پر سختی کرو۔پس تم انہیں سوائے ایسے کھلے میدان میں کہ جہاں نہ پانی ہو، نہ پناہ گاہ، کہیں نہ اترنے دینا۔میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ لگا رہے۔حُر نے یہ خط امام حسین اور ان کے رفقا کر پڑھا دیا۔آپؓ کے ساتھیوں نے کہا" ہم نینوا، کے گاؤں میں اتریں گے"۔حُر نے کہا ’’میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اس شخص (قاصد) کو مجھ پر برابر نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ہمیں چٹیل میدان میں ٹھہرنے کا حکم ہے‘‘۔(عاضر یہ یاشفیہ)۔

حضرت امام حسینؓ چلتے چلتے نینوا کے میدان میں بتاریخ 2 محرم الحرام 61 ہجری بروز جمعرات اپنے ساتھیوں اور اہل وعیال سمیت خیمہ زن ہو گئے۔حُر نے بھی آپ کے مقابلے میں خیمے لگا لیے۔حُر کے دل میں اہل بیت کی عظمت تھی اس نے تمام نمازیں اس دوران حضرت امام حسینؓ کی اقتدا میں ادا کیں لیکن وہ ابن زیاد کے حکم کا پابند تھا۔وہ ابن زیاد کے ظالم اور سفاک مزاج سے واقف تھا۔وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے کوئی نرمی حضرت امام حسینؓ سے روا رکھی تو یہ اس کے ایک ہزار کے لشکر میں چھپی نہ رہے گی۔اور پھر اسے اپنے حشر کا علم تھا۔اس خوف کی وجہ سے حُر ابن زیاد کے حکم پر برابر عمل کرتا رہا۔ ایک مقام پر حُر کے سپاہیوں نے آپؓ کو روک دیا۔اور کہا

"بس یہاں پڑاؤ ڈالیں۔فرات یہاں سے دورنہیں ہے"۔حضرت امام حسینؓ جب اس مقام پر خیمہ زن ہونے لگے تو آپؓ نے پوچھا"اس جگہ کا نام کیا ہے"؟ آپؓ کو بتایا گیا''کربلا'' آپؓ نے فرمایا'' خیمے لگالو یہی ہمارے سفر کی آخری منزل ہے''۔

عمرو بن سعد کی آمد:

قافلہ حسینی غریب الوطنی کے عالم میں کربلا کے میدان میں خیمہ زن تھا۔دوسری طرف یزید کی حکومت ان نفوس قدسیہ پر قیامت برپا کرنے کی تیاریوں میں بھرپور انداز سے مصروف تھی۔ چنانچہ 3 محرم الحرام کو عمرو بن سعد چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے کوفہ سے کربلا پہنچ گیا۔عمرو بن سعد کی سرپرستی میں یہ لشکر ابن زیاد نے ایران کے لئے تیار کیا تھا۔لیکن جب حضرت امام حسینؓ کا معاملہ پیش آ گیا تو ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو حکم دیا"پہلے کربلا جاؤ ان سے نمٹ کر''ایران'' کو چلے جانا"۔لیکن عمرو بن سعد نے حضرت امام حسینؓ پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔لیکن جب ابن زیاد نے اسے معزول کرنے کے ساتھ ہی قتل کی دھمکی دی تو وہ لشکر کے ہمراہ حضرت امام حسینؓ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عمرو بن سعد نے حضرت امام حسینؓ کے لئے قاصد بھیجا" آپؓ کیوں تشریف لائے ہیں"؟ آپؓ نے فرمایا"اہل کوفہ نے لکھا تھا کہ میں یہاں آؤں اب اگر وہ مجھ سے بیزار ہیں تو میں واپس مکہ چلا جاتا ہوں"۔جب ابن سعد کو یہ جواب ملا تو اس نے کہا"میری یہ دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی طرح مجھے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچالے"۔ چنانچہ اس نے ابن زیاد کو یہ بات لکھ بھیجی کہ امام حسینؓ اہل کوفہ کی اس بیزاری پر واپس مکہ جانا چاہتے ہیں۔لیکن ابن زیاد نے جواب میں لکھا"امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو اور امام حسینؓ سے کہو کہ وہ اور ان کے ساتھی یزید ابن معاویہ کی بیعت کر لیں۔جب وہ بیعت کر لیں گے تو پھر ہم سوچیں گے کہ اب ہمیں آگے کیا کرنا ہے"۔اس پر عمر بن حجاج کی قیادت میں ابن سعد کے آدمیوں نے حضرت امام حسینؓ کے قافلے پر پانی بند کر دیا۔

حضرت امام حسینؓ نے ابن سعد سے تنہائی میں گفتگو کی کہ کسی نے نہ سنا پھر دونوں اپنے اپنے لشکروں میں واپس آ گئے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپؓ نے یہ مطالبہ پیش کیا:

1 ہم دونوں یزید کے پاس چلتے ہیں یا

2 تم مزاحمت نہ کرو میں واپس حجاز چلا جاتا ہوں یا

3 ترکوں سے جنگ کرنے کے لئے سرحد کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں

عمر بن سعد نے یہ بات ابن زیاد کو لکھ بھیجی۔ابن سعد کا خط جب ابن زیاد کے پاس پہنچا تو اس کا ارادہ بھی ہوا کہ ان تین باتوں میں سے ایک بات مان لی جائے۔ اس وقت ابن زیاد کے پاس شمر بن ذی الجوشن بیٹھا ہوا تھا وہ بدبخت کھڑا ہو گیا۔اور کہنے لگا" کیا تم حسینؓ کی ان شرطوں کو قبول کرتے ہو اس وقت وہ تمہاری گرفت میں ہے خدا کی قسم اگر وہ تمہاری اطاعت کئے بغیر یہاں سے چلا گیا تو یہ اس کے غالب وقوی اور تمہارے مغلوب اور کمزور ہونے کا باعث ہوگا۔ایسا موقع اس کو ہرگز نہ دو۔خدا کی قسم مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ حسینؓ اور ابن سعد اپنے لشکروں کے مابین رات رات بھر بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں"۔ پھر ابن زیاد نے شمر کو ہی یہ حکم دے کر بھیجا کہ اگر حسینؓ اور ان کے ساتھی ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو ٹھیک ورنہ ان پر حملہ کرو۔اگر ابن سعد اس حکم سے لیت ولعل کرے تو اسے قتل کر دو اور فوج کی کمان خود سنبھال لو۔جب شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا تو اس نے کہا''اے شمر خدا تیرے گھر کو برباد کرے اور جو کچھ تو لایا ہے اس پر تیرا ستیاناس کرے مجھے یقین ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے صلح کے جو تین امور پیش کئے تھے انہیں منظور نہ کرنے میں ابن زیاد کو تو نے ہی روکا ہے'' شمر نے کہا" مجھے بتاؤ کہ تمہارا اب کیا ارادہ ہے؟ کیا تم ان سے جنگ کرتے ہو یا میرے اور ان کے درمیان سے ہٹتے ہو"؟ ابن سعد نے کہا" نہیں میں سرداری تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا بلکہ خود فوج کی قیادت کروں گا"؟

یہ فوج 9 محرم الحرام 61 ہجری بروز جمعرات دن ڈھلے جنگ کے لئے قافلہ حسینؓ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔(البدایہ والنہایہ)

ایک رات کی مہلت:

9 محرم الحرام 61 ہجری بروز جمعرات حضرت امام حسینؓ اپنے خیمے کے سامنے تلوار کا سہارا لیے سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔اس دوران آپ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ادھر ابن سعد نے اپنے لشکر کو پکارا"اے اللہ کے سپاہیو تیار ہو جاؤ اور فتح وکامرانی کی خوشی مناؤ"۔اس پر تمام لشکر نماز عصر کے بعد امام عالی مقام کے خیموں کے قریب

پہنچ گیا۔شوروغل سن کر آپؓ کی ہمشیرہ حضرت زینبؓ آپؓ کے پاس آئیں۔اور آپؓ کو بیدار کیا۔آپؓ نے سر اٹھا کر فرمایا۔

ترجمہ:"میں نے خواب میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کی ہے انہوں نے فرمایا ہے تم ہمارے پاس آنے والے ہو"۔

بہن نے کہا"یویلنا"(ہائے مصیبت)

آپؓ نے فرمایا"اے بہن افسوس نہ کر صبر کر اللہ تم پر رحم کرے"۔

آپؓ کے بھائی حضرت عباسؓ نے کہا"اے بھائی وہ لوگ آپ کی طرف آرہے ہیں"۔آپؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا" جاؤ ان سے پوچھو کہ کس ارادے سے آرہے ہیں"؟ حضرت عباسؓ 20 سواروں کے ہمراہ گئے اور یہی سوال دہرایا۔انہوں نے کہا"امیر ابن زیاد کا حکم ہے کہ تم اس کی اطاعت کرلو ورنہ جنگ کرو"۔حضرت عباسؓ نے یہ بات حضرت امام حسینؓ کو بتائی تو انہوں نے کہا"ہمیں ایک رات کی مہلت دے دیں تاکہ ہم اس آخری رات میں اچھی طرح عبادت کرلیں۔اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت اور دعا واستغفار سے کتنا قلبی تعلق ہے"۔ابن سعد کے دستے نے ایک رات کی مہلت مزید غور وخوض اور سوچ بچار کی نیت سے انہیں دے دی۔

دس محرم الحرام 61ھ اور قیامت صغریٰ:

دس محرم 61 ہجری کا خونین آفتاب اپنی پوری خون آشامیوں کے ساتھ طلوع ہوا۔عمرو بن سعد نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ نماز پڑھ لی ہے تو قتال کے لئے تیار ہوجاؤ۔حسینی فوج کے 72 جاں نثاروں نے حضرت امام حسینؓ کی امامت میں صبح کی نماز ادا کی اور یزیدی فوج کے مقابلے کے لئے کربلا کے میدان میں صف آرا ہو گئے۔یہ جانثار 32 گھوڑسوار اور چالیس پیادوں پر مشتمل تھا۔آپؓ نے میمنہ پر زبیر بن قیس کو اور میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا۔علم اپنے بھائی حضرت عباسؓ بن علیؓ کے سپرد کیا۔اور عورتوں کے خیموں کی طرف پشت کرلی۔حضرت امام حسینؓ کے حکم سے آپؓ کے رفقا نے راتوں رات خیموں کے عقب میں خندق کھود لی تھی اور اسے سوختی، بانس جیسی لکڑیوں سے بھر دیا تھا۔آپؓ کے حکم سے خندق میں ڈالی گئیں لکڑیوں کو آگ لگادی گئی تاکہ عقب سے کوئی خیموں میں داخل نہ ہوسکے۔

حضرت امام حسینؓ نے گھوڑے پر سوار ہوکر قرآن مجید منگوا کر سامنے رکھا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی:

"اے باری تعالیٰ ہر مصیبت میں تو ہی میرا سہارا اور تکلیف میں تو ہی میری امید ہے۔تمام حوادث میں تو ہی میرا مددگار اور ڈھارس ہے۔بس بہت سے غم ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں دل بیٹھ جاتا ہے اور ان غموں سے رہائی کی تدابیر کم ہوجاتی ہیں۔دوست اس میں ساتھ چھوڑ جاتے ہیں لیکن دشمن اس میں خوش ہوتے ہیں لیکن میں نے ایسے تمام اوقات میں تیری طرف رجوع کیا ہے اور تجھ سے اپنا درد دل کہا ہے۔تیرے سوا کسی اور سے کہنے کو دل نہ چاہا۔اے اللہ تو نے ہر بار مصائب کو دور رکھا اور مجھے اس سے بچالیا۔تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر بھلائی کا مالک اور ہر خواہش کا منتہیٰ ہے۔"

اس کے بعد آپؓ یزیدی لشکر کے پاس آئے اور بلند آواز سے فرمایا"اے لوگو میں تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں کہ اسے غور سے سنو، لوگ خاموش ہوگئے۔پھر آپؓ نے فرمایا اگر تم میرا عذر قبول کرلو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لئے باعث سعادت ہے اور تمہارے پاس مجھ پر زیادتی کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے۔ اور اگر تم میرا عذر قبول نہیں کرتے پھر آپؓ نے یہ آیات پڑھیں (سورہ یونس، آیت نمبر 71)

ترجمہ:"پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرالو تاکہ تمہاری وہ بات تم میں سے کسی پر مخفی نہ رہے پھر میرے خلاف اپنے فیصلے پر عمل کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو"

سورہ الاعراف آیت نمبر 196

ترجمہ:"بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی صالحین کا مددگار رہتا ہے"۔

جب خیموں میں موجود آپؓ کی بہنوں اور بیٹیوں نے یہ تقریر سنی تو ان کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔اس پر آپؓ نے فرمایا"اللہ ابن عباسؓ کی عمر دراز کرے انہوں نے کہا تھا کہ جب تک راہ ہموار نہ ہوجائے عورتوں کو ساتھ لے کر نہ جائیں بلکہ انہیں مکہ میں ہی چھوڑ جائیں"۔پھر آپؓ نے اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو بھیجا۔انہوں نے جاکر عورتوں کو خاموش کروایا۔اس کے بعد حضرت امام حسینؓ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا"لوگو اپنے گریبانوں میں جھانکو اور محاسبہ کرو کیا تمہارے لیے مجھ جیسے آدمی کا قتل درست ہے۔میں تمہارے نبی خاتم النبیین ﷺ کی بیٹی کا فرزند ہوں۔میرے سوا تمہارے نبی خاتم النبیین ﷺ کا کوئی نواسہ اس روئے زمین پر موجود نہیں۔علیؓ میرے والد ہیں اور جعفرؓ میرے چچا۔سید الشہداء حضرت حمزہؓ میرے چچا رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے میرے اور میرے بھائی

کے بارے میں فرمایا ہے۔ ''یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کیا میری ان باتوں میں کوئی بات بھی میرا خون بہانے میں تمہیں نہیں روک سکتی''؟ پھر آپ نے فرمایا۔ ''اے لوگو میرا راستہ چھوڑ دو میں کسی محفوظ مقام کی طرف چلا جاتا ہوں''۔ انہوں نے کہا آپؓ کو ابن زیاد کا حکم تسلیم کرنے میں کیا مانع ہے۔ آپؓ نے فرمایا ''معاذ اللہ'' اور یہ آیت پڑھی۔'' (سورہ مومن، آیت نمبر 27)

ترجمہ: "میں ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔''

پھر آپؓ نے اپنی سواری کو بیٹھا دیا اور کہا ''اب بتاؤ کیا تم مجھ سے کسی خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو یا میں نے تمہارا مال کھایا ہے؟ یا کسی کو زخمی کیا ہے؟'' لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد آپؓ نے پکار پکار کر فرمایا ''اے شبث بن ربعی، اے حجار بن اجبرا، اے قیس بن اشعث، اے زید بن حارث، کیا تم نے مجھے نہیں لکھا کہ پھل پک چکے ہیں اور باغات سرسبز ہیں، آپؓ ہمارے پاس تشریف لائیں، آپؓ ایک مضبوط فوج کے پاس آئیں گے "؟ انہوں نے کہا "ہم نے کوئی خط نہیں لکھا"، آپؓ نے کہا "سبحان اللہ تم نے یقینا لکھے ہیں اور اگر تم اب مجھ سے بیزار ہو تو میرا راستہ چھوڑ دو میں تم سے کہیں دور چلا جاؤں گا''۔ اس پر قیس بن اشعث نے کہا" آپؓ ابن زیاد کا حکم کیوں نہیں مان لیتے"؟ آپؓ نے کہا ''نہیں خدا کی قسم میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو ان کے حوالے نہ کروں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح اپنے ناکردہ جرم کا اعتراف کروں گا'' (ابن اثیر)

اِس کے بعد امام عالی مقام اپنی اونٹنی سے اتر پڑے اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اِس کو باندھ دیں۔ (طبری جلد 2 ص صفحہ 257)

حُر کی توبہ:

جب عمرو بن سعد جنگ کا آغاز کرنے کے لئے آگے بڑھا تو حُر بن یزید نے اس سے پوچھا" کیا تو واقعی اس شخص (حضرت امام حسینؓ) سے لڑے گا"؟ پھر حیرت سے کہا "ان کی باتوں میں سے کوئی بات بھی تم لوگوں کو منظور نہیں"۔ ابن سعد نے کہا" خدا کی قسم اگر یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں ضرور ایسا ہی کرتا۔ لیکن کیا کروں تمہارا امیر نہیں مانتا"؟ یہ سن کر حُر پر حق روشن ہو گیا اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے ایک ساتھی نے کہا" تمہاری حالت عجیب ہے تم ایک بہادر آدمی ہو"۔ حُر نے کہا "خدا کی قسم میرے ایک طرف جنت اور ایک طرف دوزخ ہے اور میں اس کشمکش میں مبتلا ہوں کہ کدھر جاؤں"؟ اِس کے بعد حر رکا پھر کہا" میں اب جنت کی طرف جاؤں گا خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا زندہ جلا دیا جائے"۔ یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور امام عالی مقام کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حُر نے کہا ''اے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے بیٹے میری جان آپؓ پر قربان میں وہی بدبخت ہوں جس نے آپؓ کو واپس نہ جانے دیا۔ راستہ بھر آپؓ کے ساتھ ساتھ رہا اور اس مقام پر ٹھہرنے کے لئے آپؓ کو مجبور کر دیا۔ خدا وحدہ لاشریک کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپؓ کے ساتھ واقعی ایسا سلوک کریں گے تو میں کبھی ان کا ساتھ نہ دیتا جو گستاخیاں مجھ سے سرزد ہوئیں ان کا مرتکب نہ ہوتا۔ اب میں اپنے کئے پر نادم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور اپنی جان آپؓ پر قربان کرنے کا عہد کرتا ہوں۔ فرمایئے کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی"؟ آپؓ نے فرمایا'' ہاں اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟'' حُر نے جواب دیا'' حر بن یزید'' آپؓ نے جواب دیا" تم دنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر (آزاد) ہو، گھوڑے سے نیچے اتر آؤ''۔ حُر نے عرض کیا" اب تو اسی وقت نیچے اتروں گا جب ان ظالموں سے لڑتے ہوئے اپنی جان آپؓ پر قربان کر دوں گا"۔ آپؓ نے جواب دیا" جس طرح چاہو کرو اللہ تم پر رحم کرے"۔ (الطبری)

حُر کا کوفیوں سے خطاب:

حضرت امام حسینؓ کے جانثاروں میں شامل ہونے کے بعد حُر نے اہل کوفہ سے خطاب کیا اور کہا ''اے کوفیو تم نے خود امام حسینؓ کو دعوت دی اور جب وہ آ گئے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ تم نے تو کہا تھا کہ ہم اپنی جانیں ان پر قربان کر دیں گے اور اب ان کی جان لینے کے درپہ ہو گئے ہو۔ تم انہیں اللہ تعالیٰ کی وسیع اور عریض زمین میں چلے جانے سے بھی روکتے ہو جس میں جانور بھی آزادی کے ساتھ دندناتے پھرتے ہیں۔ تم ان کے اور دریائے فرات کے جاری پانی کے درمیان حائل ہو گئے ہو حالانکہ اس میں سے کتے اور خنزیر بھی پی پی کر سیراب ہو رہے ہیں۔ جبکہ حسینؓ اور ان کے ساتھی پیاس سے نڈھال ہیں۔ اگر تم نے توبہ نہ کی اور اس ارادے سے باز نہ آئے جس پر عمل کرنے کے لئے تم نے آج کے دن اور اس گھڑی کمر باندھی ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی سخت پیاس والے دن پانی سے محروم رکھے گا۔'' اس پر ابن سعد کی پیادہ فوج نے حُر پر تیر برسانا شروع کر دیئے۔ جنگ شروع ہو گئی اور دونوں طرف سے نکل نکل کر سپاہی شجاعت دکھانے لگے۔ شجاعت اور دلیری کی وجہ سے انفرادی جنگ میں

حضرت امام حسینؓ کا ایک ایک جانثار سینکڑوں پر بھاری ثابت ہوا۔اس لئے بعض افراد نے عمر بن سعد کو عام حملہ کا حکم دیا۔اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے یزیدی لشکر حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔خیموں کو جلا دینے کا حکم دیا۔شمر لعین نے حضرت امام حسینؓ کے خیمہ کو جو دوسرے خیموں سے ذرا دور تھا اور جس میں خواتین اور بچے تھے نیزا مارا اور ساتھیوں سے کہا" خیمے کو آگ لگا دو اور جو اس خیمے میں موجود ہیں ان کو بھی جلا دو"۔حضرت امام حسینؓ نے جب یہ سنا تو پکار کر کہا" او ذی الجوشن کے بیٹے تو اہل بیت کو آگ لگانا چاہتا ہے۔خدا تجھے جہنم کی آگ میں جلائے"۔شمر کے ساتھیوں میں سے حمید بن مسلم نے شمر کو روکا اور غیرت دلائی کہ تیرے جیسے بہادر کا عورتوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا نہایت شرمناک ہے،خدا کی قسم تمہارا مردوں کو قتل کر دینا ہی تمہارے امیر کو خوش کر دینے کے لئے کافی ہے۔مگر شمر نہ مانا۔پھر شیث بن ربعی نے روکا تو وہ اپنے ارادے سے باز آیا۔(ابن اثیر)

اہل بیت نبوت کے افراد جب ایک ایک کر کے شہید ہو گئے تو آخیر میں حضرت امام حسینؓ نے میدان میں آنے کا ارادہ فرمایا۔حضرت زین العابدینؒ جو اس وقت بیمار تھے امام عالی کے پاس آئے اور عرض کیا"ابا جان میرے ہوتے ہوئے آپ میدان میں نہ جایئے"۔آپؓ نے فرمایا" خانوادہ رسول خاتم النبیین ﷺ کا ہر چراغ گل ہو گیا ہے اب میری نسل میں تو ہی باقی رہ گیا ہے۔مجھے تو شہید ہونا ہی ہے اگر تو بھی شہید ہو گیا تو میرے نانا کی نسل کیسے چلے گی؟ تجھے اپنے نانا کی نسل کی بقا کے لئے زندہ رہنا ہے"۔یہ کہہ کر آپؓ میدان کربلا میں اتر آئے۔اور دیر تک آپؓ یزیدیوں کو واصل جہنم کرتے رہے۔یزیدی لشکر خوف زدہ بھیڑوں کی طرح آگے بھاگ رہا تھا۔اچانک ایک تیر نے آپؓ کے چہرے کو زخمی کر دیا اور آپؓ نے تیر نکالا تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔اس کے بعد شمر کوفہ کے تقریباً دس آدمیوں کو ساتھ لے کر حضرت امام حسینؓ کے خیمے کی طرف بڑھا۔حضرت امام حسینؓ نے دیکھا تو فرمایا ''اگر تمہارا کوئی دین نہیں اور تم جہنم سے نہیں ڈرتے تو کم از کم دنیا کے شریف انسان تو بنو۔ان اوباشوں کو میرے اہل وعیال اور مال واسباب سے دور رکھو"۔شمر نے جواب دیا ''اے فاطمہؓ کے بیٹے تیرا یہ مطالبہ منظور ہے'' (البدایہ والنھایہ)۔

حضرت امام حسینؓ دن کا طویل حصہ میدان میں کھڑے رہے اگر لوگ چاہتے تو فوراً آپؓ کو شہید کر دیتے لیکن ہر شخص دوسرے پر ٹالتا رہا کیونکہ کوئی بھی یہ گناہ اپنے سر نہ لینا چاہتا تھا۔آخر شمر بن ذی الجوشن نے کہا" تمہارا برا ہو کام تمام کیوں نہیں کرتے"؟اس پر ایک شخص زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر ایک تلوار کا وار آپؓ کے بائیں کندھے پر کیا۔پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نے آپؓ کو ایک نیزہ سے گھائل کر دیا،سنان نے سواری سے اتر کر آپؓ کو ذبح کر دیا اور سرتن سے جدا کر کے خولی بن یزید کے حوالے کر دیا (البدایہ والنھایہ)۔

بعض روایات کے مطابق آپؓ کو شمر بن ذی الجوشن نے شہید کر دیا۔

اس قدر ظلم کے بعد بھی یزیدیوں کا جذبہ بغض ٹھنڈا نہ ہوا۔انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے جسم اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر کے ریزہ ریزہ کر ڈالا۔اس سفاکی کے بعد بدبختوں نے اہل بیت کے خیموں میں داخل ہو کر ان کا سارا سامان لوٹ لیا۔

شمر نے امام زین العابدینؒ کو قتل کرنا چاہا تو حمید بن مسلم نے جو شمر کے ساتھیوں میں سے تھا اسے روک دیا۔پھر عمرو بن سعد خیموں میں گیا۔اور کہا خبردار کوئی عورتوں کے قریب نہ جائے اور نہ ہی کوئی اس لڑکے کو قتل کرے اور جس نے ان کے مال میں سے کوئی چیز لی ہے واپس کر دے۔راوی کا کہنا ہے کہ'' خدا کی قسم کسی نے بھی کوئی چیز واپس نہ کی'' (البدایہ والنھایہ)

بقیہ افراد کی کوفہ روانگی:

سانحہ کربلا کے وقوع سے اگلی صبح عمرو بن سعد نے حضرت امام حسینؓ کے بقیہ خاندان اور عورتوں کو ہودوں میں سوار کر کے کوفہ بھیج دیا۔یہ قافلہ جب میدان کارزار سے گزرا اور انہوں نے حضرت امام حسینؓ اور اپنے باقی ساتھیوں کی بے گور وکفن لاشیں دیکھیں تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ان کے رونے میں اتنا درد تھا کہ کلیجے پھٹے جاتے تھے۔

حضرت زینبؓ نے انتہائی کرب سے کہا'' اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ دیکھئے یہ حسینؓ میدان میں خون سے لتھڑے ہوئے اعضاء بریدہ پڑے ہیں۔اے رسول خدا خاتم النبیین ﷺ آپ کی دہائی،آپؐ کی بیٹیاں اسیر ہیں اور آپؐ کی اولاد کے لاشے بے گور وکفن پڑے ہیں اور ہوائیں ان پر خاک اُڑا رہی ہیں''۔حضرت زینبؓ کی یہ فریاد سن کر دوست دشمن سب روئے (طبری۔ابن اثیر،البدایہ والنھایہ)

شہدا کی تدفین:

جب یزیدی لشکر کربلا سے کچھ دور چلا گیا۔شہادت کے دوسرے یا تیسرے دن تو قبیلہ بنو اسد کے لوگ آئے جو دریائے فرات کے کنارے غاضریہ میں رہتے تھے اور انہوں نے امام عالی مقام کے بے سر کے تن کو ایک جگہ اور باقی تمام شہداء کو دوسری جگہ دفن کیا۔(طبری)

امام عالی مقام کا سر انور اور ابن زیاد:

اگلے دن ابن زیاد کا دربار لگا اور لوگوں کو اذن عام ہوا تو بھرے دربار میں ان کے سامنے حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک ایک بڑے طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا۔حمید بن مسلم نے کہا" ابن زیاد اپنی چھڑی آپؓ کے دانتوں پر مارتا تھا۔جس پر حضرت زید بن ارقمؓ سے نہ رہا گیا اور وہ پکار اٹھے "چھڑی کو ان کو دانتوں سے دور ہٹاؤ"۔اس پر ابن زیاد نے کہا" اللہ تجھے رلائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا اور تیری عقل نہ ماری گئی ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا"۔راوی کہتے ہیں "اس پر ابن ارقمؓ اٹھ کر چلے گئے"۔جب وہ چلے گئے تو لوگوں نے کہا" ابن ارقمؓ جو کچھ کہہ رہے تھے اگر ابن زیاد سن لیتا تو ضرور آج انہیں قتل کروا دیتا"۔حمید بن مسلم نے پوچھا "انہوں نے کیا کہا ہے"؟ لوگوں نے کہا" وہ ہمارے پاس سے گزرے تو کہہ رہے تھے’’ایک غلام غلاموں کا بادشاہ بن بیٹھا ہے اور حکومت کو اپنی جاگیر بنا لیا ہے۔اے اہل عرب آج کے بعد تم غلام ہو کہ تم نے ابن فاطمہؓ کو تو شہید کر دیا۔مگر ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنا لیا۔اب وہ تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کرے گا اور تم میں سے بہت سوں کو اپنا غلام بنائے گا۔پس جو اس ذلت اور رسوائی کی زندگی پر راضی ہو اس کے مقدر میں محرومی ہے "۔(البدایہ والنھایہ)

اس کے بعد ابن زیاد نے بدبختوں کی ایک جماعت کے ساتھ دوسرے شہداء کے سروں اور اسیران اہل بیت کو یزید کے پاس اس حالت میں بھیجا کہ حضرت امام زین العابدین کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈال دی گئیں۔جب کہ عورتوں کو اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا گیا۔ابن زیاد نے اپنے لوگوں کو تاکید کی "وہ راستے میں سروں کو نیزوں پر چڑھا کر لوگوں کو بتاتے ہوئے جائیں کہ یزید کی مخالفت کرنے والے اس انجام سے دوچار ہوئے ہیں تاکہ لوگ ڈر کر مخالفت سے باز رہیں۔‘‘

سر حسینؓ دربار یزید میں:

جب آپؓ کا سر مبارک یزید کے دربار میں پہنچا تو یزید نے کیا سلوک کیا اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

ایک روایت کے مطابق جب شہدا کے سر اور اسیران یزید کے پاس دمشق پہنچے تو یزید نے دربار لگایا اور عوام،خواص کو دربار میں آنے کی اجازت دی۔لوگ اندر داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا حضرت امام حسینؓ کا سر انور یزید کے سامنے رکھا ہوا ہے۔یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کو وہ بار بار آپ کے دندان مبارک پر مارتا تھا۔حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے جب یہ دیکھا کہ یزید کیا کر رہا ہے تو وہ یہ بے ادبی برداشت نہ کر سکے اور کہا" اے یزید تو یہ چھڑی آپؓ کے دانتوں پر مار رہا ہے (اس گستاخی سے باز آجا) میں نے بارہا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو ان ہونٹوں کو چومتے دیکھا ہے۔بے شک اے یزید کل قیامت کے دن جب تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور یہ حسینؓ آئیں گے تو ان کے شفیع حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ ہوں گے یہ کہہ کر حضرت ابو برزہؓ وہاں سے چلے گئے‘‘۔(البدایہ والنھایہ)

اس وقت یزید کے دربار میں قیصر روم کا ایک عیسائی سفیر اور ایک یہودی بھی حاضر تھے۔عیسائی نے جب یزید کو امام عالی کے دندان مبارک پر چھڑی مارتے ہوئے دیکھا تو اسے کپکپی آ گئی وہ کہنے لگا" ظالمو مجھے کوئی شبہ نہیں رہا کہ تم قدر ناشناس،ظالم اور دنیا پرست ہو"۔پھر کہا" ہمارے پاس ایک گرجے میں حضرت عیسیٰؑ کی سواری کے پاؤں کا نشان محفوظ ہے ہم سال ہا سال سے اس نشان کی تکریم کرتے آ رہے ہیں اور جیسے تم کعبہ کی زیارت کو چل کر جاتے ہو ایسے ہی ہم دور دراز سے چل کر اپنے نبی کی سواری کے پاؤں کے نشان کو دیکھتے ہیں اور تم ہو کہ اپنے نبی کے بیٹے سے یہ سلوک کرتے ہو‘‘۔(الصواعق المحرقہ)

اس کے بعد یہودی بولا’’میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہوں اب تک ستر پشتیں گزر چکی ہیں لیکن اس کے باوجود حضرت داؤدؑ کے امتی میری بے حد تعظیم کرتے ہیں اور ایک تم ہو کہ اپنے نبی خاتم النبیین ﷺ کے نواسے کو بے دردی سے قتل کر کے اس پر اترا رہے ہو۔جب کہ یہ تمہارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔اپنی اس بدبختی پر جتنا بھی تم ماتم کرو کم ہے"۔　(الصواعق المحرقہ)

اس کے بعد یزید بدبخت کے حکم سے شہدا کے سروں اور اسیران کو ملا کر تین روز تک دمشق کے بازاروں میں پھرایا گیا۔یزید نے اولاً جب ابن زیاد نے سر پیش کیا اور اسیران کربلا کو یزید کی خدمت میں حاضر کیا تو بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا اور ابن زیاد کو بیش قیمتی انعام و اکرام سے نوازا لیکن جلد ہی وہ منافقت پر اتر آیا وہ دل سے خوش تھا لیکن بظاہر لوگوں کے سامنے وہ اس قتل کو بے جا قرار دے کر اوپر سے لیپا پوتی کرتا رہا۔پھر اپنی اس منافقت کو سچ ثابت کرنے کے لئے اس نے اہل بیت کو مدینہ

بھجوانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے امام زین العابدینؓ کو بلایا اور کہا" خدا ابن زیاد پر لعنت کرے خدا کی قسم اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو حسینؓ جو کہتے مان لیتا۔ خواہ اس میں میرا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا بہر حال تمہیں کوئی ضرورت ہو تو مجھے لکھ دینا"۔ اس کے بعد یزید نے نعمان بن بشیر کو بلا کر ان کو ضروری سامان سفر اور شریف قسم کے حفاظتی دستے کے ساتھ بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دیا۔ جب یہ ستم رسیدہ قافلہ شہر مدینہ میں داخل ہوا تو اہل مدینہ روتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ حضرت لقمانؓ بن عقیل بن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ روتے ہوئے نکلے۔ اس وقت عورتیں یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

ترجمہ: ''لوگو کیا جواب دو گے جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری امت ہونے کے باوجود کیا کیا؟ میرے بعد میری اولاد اور اہل بیت کے ساتھ کہ ان میں سے بعض کو اسیر کیا اور بعض کا خون کیا میں نے تم کو جو نصیحت کی تھی کہ میرے بعد میرے اہل بیت کے ساتھ اور میرے قرابت داروں سے برا سلوک نہ کرنا اس کی جزا یہ تو نہ تھی''۔ (ابن اثیر۔ البدایہ والنھایہ 9)

حضرت امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام زین العابدینؒ کی حالت ہمیشہ یہ رہی کہ آپؒ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت کرتے۔ آپؒ کی آنکھوں سے کربلا کا تصور اور دل سے باپ اور بھائیوں کی یاد اور شہادت کے منظر کبھی محو نہ ہوئے اور عمر بھر آپؒ کی آنکھیں اشک بار رہیں۔

کردار کی عظمت:

واقعہ کربلا کی تفصیلات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مقام رضا پر نہ صرف حضرت امام حسینؓ ثابت قدم رہے بلکہ آپؓ کے گھرانے کے باقی افراد بھی آپؓ ہی کی طرح کوہ استقامت، کوہ وقار بن کر ثابت قدم رہے۔ ان کی زبان پر کبھی شکوہ نہ آیا۔ کبھی کسی نے میدان کربلا کے مصائب کا ذکر نہ کیا۔ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے قاتلوں سے بھی حسن سلوک کیا۔

حضرت امام زین العابدینؒ واقعہ کربلا کے بعد مدینہ منورہ سے کچھ دور ایک مقام پر آباد ہو گئے۔ حضرت امام حسینؓ کے قاتلوں میں سے ایک شخص کو یزید نے کسی غلطی پر سزا دینی چاہی تو وہ جان بچا کر بھاگا۔ اور جب کہیں پناہ نہ ملی تو امام زین العابدینؒ سے پناہ چاہی۔ آپؒ نے تین دن اپنے پاس ٹھہرایا۔ اس کی خدمت اور تواضع کرتے رہے رخصت ہوتے وقت رخت سفر بھی دیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وہ باہر جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے رکا اور کہا" آپؒ نے شاید مجھے پہچانا نہیں"؟ حضرت امام زین العابدینؒ نے پوچھا" تمہیں یہ گمان کیونکر ہوا کہ میں نے تمہیں پہچانا نہیں"۔ اس نے عرض کیا" جو سلوک آپؒ نے میرے ساتھ کیا ہے کبھی کوئی اپنے دشمنوں اور قاتلوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتا"۔ حضرت امام زین العابدینؒ مسکرائے اور کہا" ظالم میں تجھے میدان کربلا کی اس گھڑی سے جانتا ہوں جب میرے باپ کی گردن پر تم لوگ تلوار چلا رہے تھے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ وہ تمہارا کردار تھا اور یہ ہمارا کردار ہے"۔

****

حضرت امام حسینؓ سے متعلق روایات

1۔ بیہقی نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی چچی اُم فضلؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں "میں نے ایک دن ایسا خواب دیکھا کہ پریشان ہوگئی"۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کی کہ آج رات میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا ''وہ کیا ہے''؟ میں نے کہا" وہ سخت ناگوار خواب ہے میں نے دیکھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا ہے۔ اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اُم فضلؓ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ فاطمہؓ کے ہاں بچہ پیدا ہوگا اور تمہاری گود میں رہے گا"۔ چنانچہ فاطمہؓ کے ہاں حضرت حسینؓ پیدا ہوئے اور میری گود میں رکھے گئے جیسا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا''۔ (مشکوۃ جلد دوئم، بیہقی، احمد، حاکم)

2۔ حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کا زبان مبارک کو چومنا :

امام طبرانیؒ اور ابن شاکرؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ ہم حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے کچھ فاصلہ گزر چکا تھا حسنین کریمین کے رونے کی آواز آئی تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا" میرے بچے کیوں رو رہے ہیں"؟ عرض کی" ابا جان یہ دونوں پیاسے ہیں"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اعلان کروایا" کسی کے پاس پانی ہے"؟ لیکن کسی کے پاس بھی پانی نہ ملا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا" ایک بچہ مجھے پکڑا دو۔ بچہ لے کر چادر کے نیچے کرلیا اور سینہ مبارک سے لگالیا۔ اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں دے دی۔ بچہ خاموش ہوگیا۔ پھر دوسرے کو لیا اور اس کے منہ میں بھی اپنی زبان مبارک رکھ دی۔ دونوں کی پیاس بجھ گئی۔ رونا بند کر دیا اور پورا دن سیراب رہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت اقدس میں شیر خوار بچے لائے جاتے تھے اور آپ خاتم النبیین ﷺ اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈال دیا کرتے تھے۔ پھر رات تک انہیں کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی تھی"۔ (کتاب الشفاء دل ص505)

3۔ میرے بیٹے کو میری امت شہید کردے گی:

بیہقی نے حضور خاتم النبیین ﷺ کی چچی اُم فضلؓ سے روایت کی ہے کہ فرماتی ہیں "ایک روز حضرت حسینؓ کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور حسینؓ کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی گود میں دے دیا۔ میں کسی کام میں لگ گئی۔ یکا یک میں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی جانب دیکھا تو آپ خاتم النبیین ﷺ کی آنکھوں میں آنسوں رواں تھے۔ میں نے رونے کا سبب معلوم کرنا چاہا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا،" جبرائیل امین نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت شہید کردے گی۔ جبرائیل امین نے مجھے سرخ رنگ کی مٹی بھی لاکر دکھائی ہے کہ اس مٹی پر حسینؓ کو شہید کر دیا جائے گا"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عراق کے ظالم لوگوں نے حضرت امام حسینؓ کو کربلا میں شہید کر دیا۔ (بیہقی)

4۔ حسینؓ فرات کے کنارے شہید کئے جائیں گے:

ابو نعیمؒ نے یحیٰ حضرمیؒ سے نقل کیا ہے کہ صفین کے سفر میں، میں حضرت علیؓ کے ہمراہ تھا جب ایک قصبہ (نینوا) کے قریب پہنچے تو حضرت علیؓ نے حضرت امام حسینؓ کو آواز دے کر بلایا اور فرمایا ''اے ابا عبداللہ کنارہ فرات پر صبر کرنا۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا'' حضرمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا ''اے علیؓ یہ آپؓ نے حضرت حسینؓ سے کیا فرمایا ہے''؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا ''میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے یہ سنا ہے کہ حسینؓ فرات کے کنارے شہید کر دیئے جائیں گے''۔ (بیہقی، دلائل نبوت)

5۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ آرام فرما رہے تھے پھر وہ ایسی حالت میں لوٹے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ غمگین تھے اور دست مبارک میں مٹی تھی جسے آپ خاتم النبیین ﷺ الٹ پلٹ کر رہے تھے۔۔ میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ یہ کیسی مٹی ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''حسینؓ سرزمین عراق میں شہید ہوں گے۔ یہ اس جگہ کی مٹی ہے''۔ (بیہقی)

6۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی اتنے میں حضرت امام حسینؓ تشریف لے آئے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے شانہ اطہر پر بیٹھ گئے۔ اس فرشتے نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے فرمایا" آپ خاتم النبیین ﷺ ان سے بے حد محبت کرتے ہیں"، فرمایا ''بے شک''۔ اس فرشتے نے کہا" آپ خاتم النبیین ﷺ کی امت ان کو قتل کردے گی۔ اگر آپ خاتم النبیین ﷺ چاہیں تو میں آپ خاتم النبیین ﷺ کو وہ جگہ دکھا

دوں جہاں یہ قتل ہوں گے"۔ چنانچہ اس فرشتہ نے ہاتھ مارا اور سرخ مٹی آپ خاتم النبیین ﷺ کو دکھائی۔ اس مٹی کو لے کر حضرت ام سلمہؓ نے ایک کپڑے میں باندھ لیا۔ اور ہم لوگ سنا کرتے تھے کہ حسینؓ کربلا میں شہید کر دیئے جائیں گے۔ (بیہقی)

7۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ سر مبارک کے بال الجھے ہوئے پریشان اور گرد آلود تھے اور دست مبارک میں خون کی شیشی تھی میں نے پوچھا "یہ کیا چیز ہے"؟ فرمایا ''یہ حسینؓ اور اصحاب حسینؓ کا خون ہے''۔ جس وقت حضرت ابن عباسؓ نے یہ خواب دیکھا وہ دن یاد رکھا گیا اور جس دن سیدنا امام حسینؓ شہید ہوئے وہی دن تھا۔ (بیہقی، دلائل نبوت)

8۔ حضرت انس بن حارثؓ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے سنا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ فرما رہے تھے "میرا یہ بیٹا اس سرزمین میں قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے۔ تم میں سے جو وہاں موجود ہو وہ حسینؓ کی مدد کرے"۔ حضرت انسؓ بن حارثؓ، حضرت امام حسینؓ کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے۔ (ابونعیم)

9۔ صبح بن ننانہ سے ابونعیم نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ہمیں وہ جگہ بھی بتائی جہاں حضرت حسینؓ کا قافلہ اترے گا اور جہاں ان کو شہید کیا جائے گا۔ جہاں آل محمد خاتم النبیین ﷺ کا خون بہے گا اور جہاں ان کے اونٹ بیٹھیں گے۔ (بیہقی، ترمذی، مشکوٰۃ)

10۔ حضرت منہال بن عمرو تابعیؒ فرماتے ہیں "اللہ کی قسم میں نے دیکھا کہ جب حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک دمشق میں پھرایا گیا تو سر کے آگے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا جا رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا

اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَھۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ترجمہ: "بلا شبہ اصحاب کہف اور لوح والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے''۔ تو سر مبارک نے بلند آواز سے فرمایا: اَعۡجَبُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡکَھۡفِ قِیۡلِیۡ وَ قَتۡلِیۡ

ترجمہ: ''اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لے کر پھرنا عجیب تر ہے''۔ (حوالہ جات، خصائص کبریٰ جلد دوئم، شرح حدود ص88 ذکر جمیل ص 111)

11۔ ساتویں محرم 61ہجری حضرت امام حسینؓ نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ تشریف فرما ہیں۔ حضرت حسینؓ کو پہلو میں لے کر پیشانی مبارک چوم کر فرمایا۔ ''بیٹا حسین اللہ کی مرضی یہی ہے کہ تم ظلم کی تلوار سے شہید ہوگے اور عنقریب مجھ سے آملو گے۔ بیٹا تمہارے قاتل میری شفاعت سے محروم ہیں۔ تمہارے لیے بہشت آراستہ ہے۔ تمہارے والدین تمہارے منتظر ہیں۔ پھر سینہ مبارک سے لگا کر دعا فرمائی۔ الٰہی میرے لخت جگر کو صبر جمیل عطا فرما"۔ آپؓ نے تمام اہل بیت کو اس خواب سے مطلع فرما دیا تھا اور انا اللہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ سیدنا امام حسینؓ نے تمام رات شب عاشورہ تسبیح و تہلیل میں گزار دی اور خواب میں دیکھا کہ "بہت سے کتوں نے آپؓ پر حملہ کر دیا ہے"۔ (اوراق عمر سیرت النبی ﷺ ص50-51)

12۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز خواب میں میں نے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ دوپہر کا وقت ہے آپ خاتم النبیین ﷺ پریشان حال، غبار آلود، ایک شیشی ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میرے ماں باپ آپ خاتم النبیین ﷺ پر قربان ہوں یہ کیا ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ جس کو صبح سے اب تک شیشی میں جمع کرتا رہا ہوں''۔ حضرت ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں "خواب میں جو وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے بتایا تھا۔ میں نے اس کو یاد رکھا اور پھر دریافت کیا تو امام حسینؓ ٹھیک اس وقت شہید کئے گئے تھے"۔ (بیہقی، احمد، سیرت النبی ﷺ بعد از وصال النبی جلد دوئم ص52)

13۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں ''میں ابوہریرہؓ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا تھا اور مروان بن الحکم بھی ہمارے ساتھ تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا "میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''میری امت کی تباہی قریش کے چند نوجوانوں کے ہاتھوں سے ہوگی'' اس پر مروان نے کہا ''اللہ لعنت کرے ان قریشی نوجوانوں پر'' اس پر حضرت ابوہریرہؓ نے کہا ''اگر چاہتے ہو تو میں تمہیں ان کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔ یعنی فلاں ابن فلاں''۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا۔ ''اس قریش قبیلہ کے لوگ میری امت کے افراد کو قتل کریں گے''۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ ایسی صورت میں ہمارے لئے کیا حکم ہے''؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے کاش کہ لوگ ان سے الگ ہی رہتے''۔ (یعنی ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگتے)۔ (صحیح مسلم)

14۔ بخاری و مسلم سے روایت ہے اور مسند ابو یعلیٰ میں حضرت عبیدہؓ سے بھی روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''میری امت کے نظام میں سب

سے پہلے بنوامیہ کا ایک شخص خلل پیدا کرے گا۔اس کا نام یزید ہوگا۔یہ خبر سچی ثابت ہوئی اسلام کے نظام میں یزید کے سبب ہی سب سے پہلے فتنہ پیدا ہوا۔وہ فاسق اور شرابی تھا۔اس کے لشکر نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا۔مدینہ مبارک پر اس کے لشکر نے چڑھائی کی۔کعبہ کا محاصرہ کرکے اس پر اس قدر پتھر مارے کے کعبہ مبارک کے چھت کو شدید نقصان پہنچا۔چھت لکڑی کی بنی ہوئی تھی لہٰذا روئی میں تیزاب لپیٹ کر اس میں آگ لگا کر منجنیق کے ذریعے کعبہ پر آگ پھینکی۔جس سے کعبہ مبارک کا پردہ اور اس کی تمام دیواریں جل گئیں۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنے مخصوص اصحاب کو اسلام کے مستقبل سے آگاہ کر دیا تھا۔ان میں سے ایک ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ ہجری 60 کی ابتداء سے کم عمر والوں کی حکومت سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھنا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت ابو ہریرہؓ کا وصال ہجری 59 میں ہی ہوگیا۔

یزید کی بادشاہی 60 ہجری میں ہوئی۔حضرت ابو ہریرہؓ کو اس حدیث کا علم تھا۔یزید کی بادشاہی اور خرابیوں کا بھی علم تھا۔اس لئے پناہ مانگتے رہتے تھے۔

دوسری روایت ابوداؤد میں حضرت حذیفہؓ سے منقول ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان تمام فتنوں اور فتنہ برپا کرنے والوں کے نام بمعہ ولدیت بیان فرما دیتے تھے۔60 ہجری میں امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید بادشاہ بن بیٹھا تو سب کو علم ہوگیا کہ یہ وہی بدبخت ہے جس کے شر سے حضرت ابو ہریرہؓ پناہ مانگا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر میں چاہوں نوجوانوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں فلاں کے بیٹے ہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ کی مراد یزید اور بنو مروان سے تھی۔آپؓ نے فتنہ وفساد کے خوف سے ان کے نام نہیں بتائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے ”تم اللہ کے ذریعے پناہ مانگو، ستر سال کے سر سے اور بچوں کی سرداری و امارت سے“ یہ پیشنگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور حرہ واقم جیسے ہولناک واقعات یزید کے دور میں پیش آئے۔راوی کہتا ہے "ہم نے شام جا کر بنی مروان کو دیکھا تو اس کو نوخیز نوجوان پایا"۔(صحیح بخاری، مشکوٰۃ، بیہقی، احمد، صحیح مسلم)

15- مدینے میں اتنی خونریزی ہوگی کہ کالے پتھروں پر خون جم جائے گا

ابوداؤد میں حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ سرور کائنات خاتم النبیین ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”اے ابوذرؓ مدینہ میں اتنی خونریزی ہوگی کہ کالے پتھروں پر خون جم جائے گا اور خون کی کثرت سے پتھر نظر نہ آئیں گے۔مدینہ منورہ کی ابتدائی تاریخ میں اگرچہ فتنوں کی کثرت رہی ہے مگر واقعہ حرہ واقم سے زیادہ ہولناک شاید ہی رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے شہر مقدس کی تاریخ میں کبھی کوئی واقعہ رونما ہوا ہو۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اس واقعہ کی پیشن گوئی بہت پہلے کر دی تھی۔آپ خاتم النبیین ﷺ ایک مرتبہ ”حرہ واقم“ سے گزر رہے تھے کہ اچانک فرمانے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون اور پھر حرہ کی طرف انگشت مبارک اٹھا کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے بہترین اصحاب میں سے بہت سے وہاں ذبح کر دیئے جائیں گے۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب 60 ہجری میں یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تو اہل مدینہ نے دل سے یزید کو اس خلافت کا حق دار نہیں سمجھا تھا۔کیونکہ ان سے بیعت ان کی مرضی کے خلاف جبر وز بردستی لی گئی تھی۔یزید کی بطور ولی عہد نامزدگی کا طریقہ کار نہ تو ان کے پیش رُو یعنی خلفائے راشدین کے معمول کے مطابق تھا اور نہ ہی حالات اس کا تقاضہ کر رہے تھے۔جس کے نتیجے میں اسلامی سیاسی نظام پٹری سے اتر گیا، اور خلافت کی جگہ خاندانی ملوکیت نے لی لے۔اس کے بعد یکے بعد دیگرے مدینہ طیبہ کو مختلف حوادث نے آن گھیرا۔چند ہی سال گزرے ہوں گے کہ دمشق سے ایک اور بلائے عظیم معرکہ کربلا کی شکل میں وارد ہوگئی، اور اس مصیبت نے امت مسلمہ کے نشیمن کو جلا کر خاکستر کر دیا۔شہزادگان رسول خاتم النبیین ﷺ کے پاک جسموں کا خون بنوامیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن کر چپک گیا۔مدینہ منورہ میں ایسا لگتا تھا جیسے بھونچال آ گیا ہے، پورے حجاز میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔یزید نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کو جو اس وقت عمائدین میں صاحب الرائے تھے اور مدنی معاشرے میں ایک بلند مقام رکھتے تھے دمشق طلب کیا اور انہیں اپنی بیعت یاد دلائی۔یزید کے سخت رویئے اور بدتمیزی نے الٹا اثر دکھایا، اور جب حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ واپس مدینہ تشریف لائے تو ان کا غیض وغضب پھٹ پڑا اور انہوں نے علی الاعلان یزید کی بیعت سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔　　(صحیح بخاری)

لوگوں نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کی بیعت اختیار کر لی۔اور تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ میں ہر طرف علم بغاوت لہرانے لگا۔لوگ جوق در جوق حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کی بیعت کر رہے تھے اور یوں سول نافرمانی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔مروان بن الحکم اور برطرف گورنر (حضرت عثمان بن محمد بن ابوسفیان) کو حضرت عثمان ابن عفان کے بیٹے عمرو کے ساتھ ان کے گھروں میں بند کر دیا گیا اور ان کے ایک ہزار سے زیادہ ساتھیوں کو شہر کے مرکز سے دور (البرکہ اور الجرف کے درمیان) ایک محفوظ علاقے میں محصور کر دیا گیا جو کہ وادی عقیق میں واقع تھا۔جب یزید کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے بارہ ہزار شامیوں کا لشکر تیار کر کے مدینہ طیبہ روانہ کر دیا۔ان کا سپہ سالار

مسلم بن عقبہ مری الغطفانی تھا۔ جو ایک نہایت ہی سفاک اور پیشہ ور مجرم تھا۔ وہ ملعون مدینہ جس کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ طیبہ اور طابہ کہہ کر پکارا کرتے تھے اس کو ''فتنہ'' کہا کرتا تھا۔ ان لشکریوں سے ہر طرح کے وعدے وعید بھی کئے گئے۔ اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے روانگی سے پہلے ان کو ایک ایک سو دینار بھی دیئے گئے اور یہ لالچ بھی دیا گیا کہ فتح پانے پر یہ ڈھیروں مزید انعامات کے مستحق ٹھہریں گے۔

اہالیان مدینہ طیبہ نے نہایت بامردی اور بہادری کا مظاہرہ کیا، وہ خندق جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنے اصحابہ کرامؓ کی معیت میں غزوہ احزاب (جنگ خندق) کے موقعہ پر کھدوائی تھی اس کو نئے سرے سے کھودا اور مرمت کیا گیا۔ یزیدی افواج نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ مروان نے اپنے آپ اور ساتھیوں کو چھڑوانے کے لئے عام معافی کی ایک چال چلی اور سادہ لوح مدنی اس کی چال میں پھنس گئے اور ان سب کو رہا کر دیا۔ اس نے یزیدی افواج سے رابطہ رکھ کر ان کو حرہ واقم کی جانب سے خندق میں خفیہ راستے کی خبر دے دی۔ جہاں سے یزیدی فوج اندر گھس آئی اور یوں اہالیان مدینہ طیبہ بے خبری کے عالم میں مارے گئے۔ طاقت کے نشے میں چور یزید نے اپنی افواج کو حکم دیا ہوا تھا کہ اس کے لشکری جس گھر میں چاہیں گھس جائیں اور لوٹ مار مچائیں اور جو چاہے کریں اور آئندہ بغاوت کے امکان کو ملیا مٹا دیں۔ اور ہر بالغ مرد کو تہہ تیغ کر دیں۔ استثنیٰ تھا تو صرف اہل بیت میں سے حضرت علی ابن حسین (حضرت زین العابدینؓ) کی ذات اور ان کے اہل بیت کے لئے تھا کہ (اس لٹے ہوئے خاندان پر) ہاتھ نہ اٹھایا جائے (ابن سعد) کیونکہ حضرت امام زین العابدینؓ نے ان تمام معاملات سے قطع تعلق کر لی تھی اور وقتی طور پر آپ ینبع چلے گئے تھے۔ یہ دلفگار واقعہ مورخہ 28 ذوالحج 63 ہجری کو ہوا تھا۔ نہتے مدنی حرہ واقم کی طرف جمع ہو گئے تھے جو مسجد نبوی شریف سے تقریباً ایک یا ڈیڑھ کلومیٹر دور تھا۔ پیر و جوان، مہاجر و انصاری، صحابی و تابعی اب کسی کی کوئی تفریق نہیں رہ گئی تھی۔ یزیدیوں کی خون آشام تلواریں سب پر یکساں طور پر برس رہی تھیں۔ یزیدی افواج نے فتح میں نہتے مدنیوں کا قتل اتنی درندگی اور بربریت سے کیا کہ لکھتے وقت قلم کانپ جاتا ہے۔ اس قتل عام میں صرف وہ مدنی بچ سکے جو یا تو بہت ہی عمر رسیدہ یا اپاہج تھے یا وہ لوگ تھے جنہوں نے وقتی طور پر پاگلوں کا روپ دھار لیا تھا۔ کچھ عمائدین شہر کے بریدہ سر (کٹے ہوئے سر) یزید کی خدمت میں روانہ کر دیئے گئے اور باقیوں کو بہت مدت بعد اجتماعی قبروں میں دفن کر دیا گیا۔ بقیع الفرقد کے وسط میں اجتماعی قبر آج بھی اس بربریت کی یاد تازہ کرتی ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ طیبہ کو حرم اور جائے امن و امان قرار دیا تھا۔ مگر یہ شہر امان آج خود زبان حال سے امان کا فریادی تھا۔ ہر طرف الامان، الحفیظ کی پکار تھی حرم مدنی کا تقدس پامال کیا جا رہا تھا۔ سب سے زیادہ ناگفتہ بہ حالت ان عفت مآب اور باپردہ خواتین مدینہ طیبہ کی تھی جن کی کھلے بندوں آبروریزی کی جا رہی تھی۔ اس لئے کہ ان کی لاج اور عزت کے رکھوالے سب کے سب موت کی گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔ وہ درندے اپنے گھوڑوں کو مسجد نبوی ﷺ کے اندر باندھا کرتے تھے اور چونکہ دروازے کھلے رہتے تھے اس لئے مسجد شریف میں بلیاں اور دیگر جانور آسانی سے اندر آیا جایا کرتے تھے۔ حضرت سعید ابن المسیبؓ جو مدینہ طیبہ کے سات جلیل القدر تابعی اور فقہا میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حرہ کی راتیں دیکھیں ہیں۔ میرے علاوہ کوئی بھی مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں نہ ہوتا تھا۔ شامی گروہ در گروہ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں داخل ہوتے اور میری تضحیک کرتے اور کہتے دیکھو اس بوڑھے دیوانے کو (چونکہ انہوں نے پاگل ہونے کا سوانگ رچا لیا تھا) شامیوں کو ان پر شک نہیں گزرتا تھا، اور وہ ان کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ان کو مسجد شریف کے اندر ہی رہنے دیتے تھے۔ (جذب القلوب فی دیار المحبوب)

وہ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ نماز کا وقت آتا اور میں قبر مبارک سے آذان کی آواز نہ سنتا پھر میں آگے بڑھ کر اقامت صلوٰۃ کہتا جس کے بعد میں نماز پڑھا کرتا تھا میرے علاوہ مسجد میں کوئی دوسرا فرد نہ ہوتا تھا۔ قرطبی کے مطابق اس فتنے کی وجہ سے شہید ہونے والوں کے اعداد و شمار کچھ یوں تھے۔

مہاجرین انصار اور تابعین	1700	بے گناہ عوام الناس	10000
حفاظ کرام	700	قریش	70
کل تعداد	12497		

بہت سے صحابہ کرامؓ نے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لے لی تھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جلد ہی وہ وقت آنے والا ہے کہ مسلمان کی سب سے اچھی ملکیت صرف بھیڑیں ہوں گی۔ جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا جائے گا۔ یا ایسی جگہوں پر چلا جائے گا۔ جہاں بارش زیادہ ہوتی ہو۔ وہ فتنوں سے فرار حاصل کر کے اپنے دین کو بچانے کے لئے دور دراز چلا جائے گا" - (سنن ابوداؤد) (صحیح بخاری، موطیٰ امام مالک، ضیا النبی جلد 5 ص 8,6)

****

قاتلین امام حسینؓ کا عبرتناک انجام

عبدالملک کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں مختار بن عبید ثقفی کو تسلط حاصل ہوا۔اس نے کہا کہ میں امام حسینؓ کے قاتلین کو دنیا میں چلتے پھرتے نہیں دیکھ سکتا۔پھر اس نے لوگوں میں اعلان کروایا کہ جس کسی کو امام حسینؓ کے کسی قاتل کی بھی خبر ہے وہ اس کا نام اور پتہ بتادے۔لوگوں نے بتانا شروع کیا اور مختار ثقفی نے ایک ایک کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا شروع کیا۔

1۔ابن سعد کا قتل:

مختار ثقفی نے ابن سعد کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا اس نے اپنے بیٹے حفص کو بھیج دیا۔مختار نے پوچھا "تیرا باپ کہاں ہے"؟ اس نے کہا "اب وہ خلوت نشین ہو گیا ہے باہر نہیں نکلتا"۔مختار نے کہا "اب وہ حکومت کہاں ہے کہ جس کے لیئے فرزند رسول خاتم النبیین ﷺ کو قتل کیا تھا؟ حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن وہ کیوں خانہ نشین نہیں ہوا"؟ پھر مختار نے اپنے کوتوال ابوعمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد کا سر کاٹ کر لائے۔وہ ابن سعد کے پاس گیا اور اس کا سر کاٹ لایا۔مختار نے حفص سے پوچھا "یہ سر کس کا ہے؟ اس نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعونَ پڑھی اور کہا "یہ سر میرے باپ کا ہے"۔پھر مختار نے اسے بھی قتل کردیا اور کہا "باپ کا سر حسینؓ کا بدلہ بیٹے کا سر علی اکبرؓ کا"۔ پھر مختار نے دونوں سر حضرت محمد بن حنفیہؒ کے پاس بھیج دیئے۔ (طبری 83 جلد دوئم حصّہ دوئم)

2۔خولی بن یزید کا قتل:

خولی وہ بدبخت انسان ہے جس نے امام عالی مقام کے سر کو جسم اقدس سے جدا کیا تھا۔مختار نے اپنے کوتوال کو اور ابوعمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا اور پھر مختار نے خولی کے گھر والوں کو بُلا کر ان کے سامنے شاہراہ عام پر قتل کیا اور پھر اسے جلایا۔اور جب تک اس کی لاش جل کر راکھ نہیں ہوگئی مختار کھڑا رہا۔

(طبری ص 81 جلد دوئم حصّہ دوئم)

3۔شمر کو قتل کے بعد کتوں کے حوالے کیا گیا:

مسلم بن عبداللہ ضبابی کا بیان ہے کہ جب حضرت حسینؓ کے مقابلے میں کربلا جانے والوں کو پکڑ پکڑ کر مختار قتل کرنے لگا تو ہم اور شمر ذی الجوشن تیز رفتار گھوڑوں پر بیٹھ کر کوفہ سے بھاگ نکلے مختار کے غلام ذربی نے ہمارا پیچھا کیا۔شمر نے کہا "تم دور ہوجاؤ یہ غلام میرے پیچھے آرہا ہے" اور پھر ذربی کو ایک ہی وار میں ختم کردیا۔راستہ میں ایک بڑا گاؤں تھا۔ان لوگوں نے وہاں قیام کیا مسلم بن عبداللہ نے کہا" میں اس رات شمر کے ہمراہ تھا۔میں نے اس سے کہا کہ بہتر ہے ہم لوگ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔اس نے کہا تم مختار کذاب سے مرعوب ہوگئے ہو"۔رات کو مجھے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔میں اٹھ کر بیٹھ گیا آنکھوں کو ملنے لگا۔ابوعمرہ اور اس کے سپاہیوں نے ہماری جھونپڑیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ہم اپنے گھوڑے چھوڑ کر پیدل ہی بھاگے۔وہ لوگ شمر پر ٹوٹ پڑے۔جو پرانی چادر اوڑھے ہوئے نیزے سے ان کا مقابلہ کرنے لگا۔ابھی ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ تکبیر کی آواز کے بعد ہم نے سنا کہ " اللہ نے خبیث کو قتل کردیا"۔پھر اُن لوگوں نے اس کے سر کو کاٹ کر لاش کو کتوں کے لیے پھینک دیا'۔(طبری ص 75 جلد دوئم حصّہ دوئم)

4۔ہاتھ پاؤں کاٹ کر تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا:

عبداللہ بن دیاس جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا۔اس نے مختار کو امام عالی مقام کے قاتلین میں سے چند آدمیوں کے نام دیئے۔جن میں عبداللہ بن آسیہ جہنی، مالک بن نسیر بدی اور حمل بن مالک محاربی بھی تھے۔یہ سب اس زمانے میں قادسیہ میں رہتے تھے۔مختار نے ان سب کو گرفتار کروایا۔پھر بدی سے کہا "تم نے امام حسینؓ کی ٹوپی اتاری تھی"۔عبداللہ بن کامل نے کہا "جی ہاں یہی وہ شخص ہے جس نے ان کی ٹوپی اتاری تھی "مختار نے حکم دیا "اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو چھوڑ دیا جائے"۔حکم پر عمل کیا۔بدی کے ہاتھ اور پاؤں سے خون کا دھارا بہتا رہا۔یہاں تک کہ وہ مرگیا اس کے بعد جہنی اور محاربی کو بھی قتل کرادیا۔(طبری ص 79 ج 2-2-22)

5۔حکیم برہنہ کر کے تیروں کا نشانہ بنایا گیا:

حکیم بن طفیل طائی وہ بدنصیب انسان ہے جس نے کربلا میں حضرت عباس علمدارؓ کے لباس و اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور امام حسینؓ کو تیر مارا تھا۔سپاہیوں نے اسے

گرفتار کیا۔ لیکن سپاہیوں کو راستے میں معلوم ہوا کہ عدی بن حاتم مختار کے پاس حکیم کی سفارش کے لیے گئے ہیں۔ مختار عدی کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس نے کہا" اے ابو ظریف کیا آپ قاتلین حسینؓ کی سفارش کرتے ہیں"۔ عدی نے کہا" حکیم بے قصور ہے۔ اس پر جھوٹا الزام ہے"۔ مختار نے کہا" پھر ہم اسے چھوڑ دیں گے"۔ سپاہیوں نے اپنے سردار ابن کامل سے کہا یہ"چھوٹ جائے گا حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ مجرم ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ہم ہی اس کو قتل کردیں"۔ ابن کامل نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ لوگ حکیم کو اپنے گھر میں لے گئے۔ اور کہا" تو نے حضرت عباس بن علیؓ کے کپڑے اتارے تھے۔ ہم لوگ تیری زندگی ہی میں تیرے کپڑے اتارتے ہیں" چنانچہ انھوں نے اسے بالکل ننگا کردیا۔ پھر کہا" تو نے امام حسینؓ کو تیر مارا تھا۔ ہم بھی تجھے تیروں کا نشانہ بنائیں گے اور پھر انہوں نے اسے تیروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا"۔ (طبری ص 86 جلد دوئم حصّہ دوئم)

6۔ نیزوں سے مارا گیا:

بنی سعد کا ایک بدبخت جس کا نام عمرو بن صُبیح تھا وہ کہا کرتا تھا" میں نے حسینؓ کے ساتھیوں کو تیر مار مار کر زخمی کیا لیکن کسی کو قتل نہیں کیا"۔ مختار نے اسے گرفتار کروایا اور اسے نیزوں سے مار مار کر ہلاک کیا۔ (طبری ص 88 جلد دوئم حصّہ دوئم)

7۔ قاتل کو زندہ جلایا جائے:

جنب کا ایک شخص جس کا نام زید بن رقاد تھا۔ اس بدبخت نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر مارا تھا۔ جوان کی پیشانی میں لگا۔ پھر ایک تیر پیٹ میں مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ابن رقاد کہا کرتا تھا" ان کے پیٹ کا تیر تو میں نے نکال لیا لیکن جو تیر پیشانی پر مارا تھا وہ کوشش کے باجود نہیں نکل سکا"۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ ابن کامل نے اپنے سپاہیوں سے کہا تھا اسے تیر اور پتھر سے مارنا۔ تلوار سے ہلاک نہ کرنا۔ سپاہیوں نے گرفتار کر کے اس قدر تیر اور پتھر مارے کہ وہ گر گیا۔ ابن کامل نے کہا" دیکھو جان باقی ہے تو باہر لاؤ"۔ دیکھا تو جان باقی تھی۔ ابن کامل نے آگ منگوا کر اسے زندہ جلا دیا۔

8۔ ابن زیاد کا عبرتناک انجام:

عبیداللہ بن زیاد وہ بدلحاظ انسان ہے جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا مختار نے ابراہیم بن مالک اُشتر کو اس کے مقابلے کے لیے ایک فوج کو دے کر بھیجا۔ موصل سے تقریباً 25 کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا۔ اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی۔ ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھاگ گئے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے اِسی ہنگامے میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ کو 67ھ میں مارا گیا۔ پھر اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے یہ سر مختار کے پاس کوفہ میں بھجوا دیا۔ مختار نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا۔ اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا ناپاک سر اُسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرورِ حکومت اور بندۂ دنیا نے حضرت امام حسینؓ کا سرِ مبارک رکھوایا تھا۔

مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا" اے اہل کوفہ دیکھ لو کہ حضرت امام حسینؓ کے خونِ ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اِس نامراد کا سر اس ذلت اور رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے 6 سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی جگہ ہے۔ خداوند عالم نے اس مغرور فرعون کو ایسی ذلت اور رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا۔ اِسی کوفہ اور اِسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاکت پر جشن منایا جارہا ہے"۔ (سوانح کربلا ص 151)

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لاکر رکھے گئے۔ تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے۔ وہ تمام سروں پر پھرا۔ جب ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا تو اس کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے منہ سے نکلا۔ اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور پھر غائب ہو گیا۔ (نورالابصار ص 124)

اِس طرح مختار نے تقریباً چھ ہزار کوفی ہلاک کئے۔ ان میں سے کچھ تو بُری طرح قتل کئے گئے۔ کچھ بعد میں اندھے اور کوڑھی ہوئے اور کچھ سخت قسم کی آفتوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔ مروی ہے کہ وہ بدبخت جس نے حضرت علی اصغرؓ کے حلق میں تیر مارا تھا وہ اسی مصیبت میں گرفتار ہوا کہ اس کے پیٹ کی طرف ایسی سخت گرمی پیدا ہوئی کہ گویا آگ لگی ہے اور پیٹھ کی طرف ایسی سردی کہ اللہ کی پناہ اس حالت میں اس کے پیٹ پر پانی چھڑکتے برف رکھتے اور پنکھا جھلتے مگر ٹھنڈک پیدا نہ ہوتی اور پیٹھ کی طرف آگ جلا کر گرمی پیدا کی جاتی مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ وہ پیاس پیاس چلاتا اس کے لیے ستو پانی دودھ لایا جاتا وہ پیتا جاتا اور پیاس پیاسِ چلاتا جاتا۔ یہاں تک کہ اِسی طرح پانی پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ (الصواعق محرقہ ص 121)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ "محاخرات ومحاورات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ میں چیچک کی بیماری ایک سال ایسی ہوئی کہ جو لوگ حضرت امام حسینؓ کو قتل کرنے کے لیے گئے تھے ڈیڑھ ہزار اولادان کی چیچک سے اندھی ہوگئی۔ (نور الابصار ص124)

حاکم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ترجمہ: "یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس وحی بھیجی کہ میں نے (حضرت) یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے عوض 70 ہزار کو مارا ہے اور اے محبوب آپ کے نواسے کے عوض 70 ہزار اور 70 ہزار یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار کو ماروں گا"۔ (خصائص کبریٰ ص126 ج2)

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

امام عالی مقامؓ کے مقابلے میں 22 ہزار کا لشکر میدان کربلا گیا۔ تو ایک لاکھ چالیس ہزار کیوں مارے گئے۔ باقی لوگوں کا گناہ کیا تھا؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ حضرت امام حسینؓ کے قتل میں شریک ہوئے ان کے مجرم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی مجرم ہوئے جو قتل حسینؓ پر راضی تھے۔ لہٰذا قاتلین حسین کے ساتھ وہ بھی مارے گئے۔ وہ اگرچہ ان کے ہمراہ کربلا نہیں گئے تھے۔

ابوداؤد شریف کی ایک حدیث ہے کہ سرکار اقدس نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "جب کسی جگہ کوئی گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو۔ مگر اسے بُرا سمجھتا ہو وہ اس آدمی کی مثل ہے جو وہاں موجود نہیں اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو لیکن اس پر راضی ہو وہ اس آدمی کی مثل ہے جو وہاں پر موجود ہو"۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 436)

مختار ثقفی کا دعویٰ نبوت:

مختار نے حضرت امام حسینؓ کے قاتلین کے بارے میں بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا لیکن آخری عمر میں اس نے دعویٰ نبوت کر دیا اور مرتد ہوگیا وہ کہا کرتا تھا "حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں اور وحی لے کر آتے ہیں اور میں بطور نبی معبوث کیا گیا ہوں"۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جب اس کے دعویٰ نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اس کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ کیا۔ جو مختار پر غالب ہوا اور 67 ہجری رمضان المبارک میں اس بدبخت کو قتل کر دیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص146)

****

حضرت اَمام علیؒ بن حسین (زین العابدینؒ) رحمۃ اللہ علیہ

نام:۔ علی بن حسین

کنیت:۔ ابو محمد، ابوالحسن اور ابوبکر

لقب:۔ سجاد، زین العابدین

پیدائش:۔ آپ مدینہ منورہ میں 33ھ میں (اور بعض روایات میں 36 ہجری یا 38 ہجری ہے) میں پیدا ہوئے۔

والدہ کا نام شہر بانو تھا۔ جو ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی تھیں۔ یزدگرد نوشیرواں عادل کی اولاد میں سے تھے۔

آپ حُسن جمال میں ممتاز تھے۔ آپ کے چہرے مبارک پر جب کسی کی نظر پڑتی تو وہ آپ کا احترام کرنے اور آپ کی تعظیم کرنے پر مجبور ہو جاتا۔

لقب زین العابدینؒ کی وجہ:۔

ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تا کہ آپ اُس کو دیکھ کر اپنی عبادت کو چھوڑ دیں لیکن آپ نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ یہاں تک کے سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا لیکن آپ نے پھر بھی توجہ نہ دی۔ اَب اُس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت سختی سے کاٹا۔ جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی لیکن اِس پر بھی آپ نے اپنی نماز قطع نہ کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے اُسے بُرا بھلا کہا اور مارا۔ پھر کہا "اے ذلیل کمینے دور ہو جا"۔ جونہی سانپ ہٹا آپ فوراً کھڑے ہوئے تا کہ درد ختم ہو جائے۔ اِسی اثنا میں آپ نے ایک آواز سنی کہنے والا نظر نہ آیا۔ کہنے والا کہتا تھا " آپ زین العابدین ہیں۔ آپ زین العابدین ہیں۔ آپ زین العابدین ہیں۔ یعنی آپ عبادت گزاروں کی زینت ہو۔ آپ عبادت گزاروں کی زینت ہو۔ آپ عبادت گزاروں کی زینت ہو"۔

سجاد کہنے کی وجہ:۔

ذہبیؒ نے طبقات الحفاظ میں بحوالہ امام محمد باقرؒ رقم کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؒ کو سجاد اِس لیئے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ ہر کار خیر کے بعد سجدہ فرمایا کرتے تھے۔

عبد الملک بن مروان اور سید زین العابدینؒ:۔

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام زین العابدینؒ کے ہاتھوں میں زنجیریں اور گردن میں طوق ڈالے گئے۔ میں نے اُن سے آنے کی اجازت چاہی اور آپ کو اِس حال میں دیکھ کر میں رو پڑا اور کہا کہ " کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ کی جگہ مجھے پابند سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے"۔ آپ نے فرمایا "اے زہریؒ کیا تو سمجھتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے میں تکلیف میں ہوں؟ پھر آپ نے زنجیروں کو اپنے ہاتھ سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھندے سے آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ میں اِس حال میں اِن کے ساتھ دو منزلوں سے زیادہ نہیں جاؤں گا"۔ پھر چار دن کے بعد آپؒ کسی کو نظر نہ آئے۔

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ اِس کے بعد میں عبد الملک بن مروان کے پاس گیا۔ اُس نے مجھ سے امام زین العابدینؒ کے بارے میں دریافت کیا۔ مجھے جو علم تھا وہ اُس کے مطابق اُس کو بتا دیا۔ اُس نے کہا "جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کر دیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور مجھ سے کہنے لگے میرے اور تمہارے درمیان کونسی چیز واقع ہوئی ہے"؟ میں نے کہا" آپ ذرا ٹھہریے" تو آپ نے کہا" میں بالکل نہیں ٹھہروں گا"۔ اور وہ چلے گئے۔ اللہ کی قسم میں اُس وقت اُن کے دَبدبہ اور جلال سے ڈر گیا تھا۔

1۔ امام زین العابدینؒ حالت وضو میں:۔

آپؒ جب وضو فرماتے تو آپؒ کا چہرہ مبارک زرد ہو جاتا تھا اور جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ جب آپؒ سے اِس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا "تم جانتے بھی ہو کہ کِس کے حضور پیش ہونا ہے"؟

2۔ حضرت امام زین العابدینؒ حالت نماز میں:۔

ایک مرتبہ آپؒ نماز ادا کر رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ سجدے میں تھے سجدے ہی میں پڑے رہے۔ لوگوں نے شور مچایا۔ "اے ابن رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ۔ اے ابن رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آگ بھڑک اٹھی ہے۔ آگ بھڑک اٹھی ہے"۔ لیکن آپ نے سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ جب لوگوں نے آگ بجھا دی تو آپ سے سوال کیا" آپ آگ سے غافل کیوں رہے"؟ آپؒ نے مختصر سا جواب دیا" جہنم کی آگ کے خوف سے"۔

3۔ حضرت خضر علیہ السلام سے گفتگو:۔

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام زین العابدینؒ کے گھر گیا۔ میرا دل چاہا کہ میں انہیں باہر سے آواز دوں۔ لیکن پاس ادب کی وجہ سے میں باہر ہی بیٹھ گیا اور آواز نہ دی۔ یہاں تک کے وہ خود ہی باہر تشریف لے آئے۔ میں نے سلام کیا اور دعا دی آپ نے سلام کا جواب دیا اور مجھے لے کر ایک دیوار کے قریب آئے اور فرمایا" اے فلاں اِس دیوار کو دیکھتے ہو"؟ میں نے کہاں "ہاں اے ابن رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ"۔ آپؒ نے فرمایا" میں ایک دن اس دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے ایک خوبصورت اور خوشحال ہستی جس کے کپڑے نہایت ہی عمدہ اور نفیس تھے کو اپنے سامنے کھڑے دیکھا اُس نے میری طرف دیکھا اور کہا" اے علی بن حسینؒ تم مجھے غمگین کیوں نظر آرہے ہو؟ اگر تم دنیا کے باعث غمگین ہو تو دنیا تو ایک روزی ہے جسے ہر نیک و بد کھا کر جاتا ہے"۔ میں نے کہا" میرا دکھ دنیا کے لیئے نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا کا معاملہ وہی ہے جو آپ نے بیان فرمایا ہے"۔ پھر اُس ہستی پاک نے فرمایا" اگر تمہارا غم آخرت کے لیئے ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے جس میں ایک قہار بادشاہ فیصلہ کرے گا"۔ میں نے کہا" میرا غم اِس وجہ سے بھی نہیں ہے بے شک آخرت وہی ہے جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں"۔ پھر انہوں نے فرمایا" اے علی پھر تمہارا غم کِس وجہ سے ہے"؟ میں نے کہا" میں فتنہ ابن زبیرؓ کی وجہ سے پریشان ہوں"۔ وہ ہستی بولی" اے علی آیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُسے نہ دی ہو"؟ میں نے کہا" نہیں"۔ پھر کہا" آیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی کفایت نہ کی ہو"؟ میں نے کہا" نہیں"؟ اِس کے بعد ہستی غائب ہوگئی۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو مجھ سے حرف ہائے راز کہہ رہے تھے۔

4۔ ایک رات ایک سائل یہ آواز لگا رہا تھا:۔

" کہاں ہیں دنیا کے وہ زاہد جو آخرت کی طرف راغب ہیں"؟ جنت البقیع کی طرف سے ایک نامعلوم آواز سنائی دی۔ وہ علی بن حسینؒ ہیں (یعنی امام زین العابدینؒ)

5۔ حیوانات کی شہادت:۔

اُسی راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام زین العابدینؒ کے پاس تھا اور لوگ اردگرد چڑیاں ذبح کررہے تھے۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا "اے فلاں جانتے ہو یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کر رہی ہیں"۔

6۔ ہرن کا کھانے میں شریک ہونا:۔

ایک دن آپ اپنے غلاموں، بچوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ صحرا میں گئے۔ اور دوپہر کے کھانے کے لیئے دستر خوان بچھایا وہیں ایک ہرن بھی آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ نے اُس کی طرف منہ کر کے فرمایا" میں علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ہوں میری بڑی ماں فاطمہ بنت رسول خاتم النبیین ﷺ ہیں تم بھی آؤ اور ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ"۔ ہرن آگے بڑھا اور جو چاہا کھایا۔ پھر ایک طرف کو چلا گیا۔ غلاموں نے دیکھا اور پھر اُن میں سے ایک نے کہا" حضور اِسے دوبارہ بلایئے"۔ آپ نے فرمایا" ہم اِس کو پناہ دیں گے تم اِس کی پناہ نہ ٹھکرانا"۔ انہوں نے کہا" ہم ہرگز نہ ٹھکرائیں گے"۔ حضرت زین العابدینؒ بولے" میں علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ہوں میری (بڑی) ماں فاطمہ بنت رسول خاتم النبیین ﷺ ہیں"۔ وہ ہرن پھر آگیا اور دستر خوان کے نزدیک آکر کھڑا ہوگیا پھر آگے بڑھا اور کچھ کھانے لگا۔ اُن میں سے ایک نے ہرن کی پشت پر ہاتھ رکھا وہ ہرن بھاگ گیا۔ حضرت امام زین العابدینؒ نے فرمایا" تم نے میری پناہ کو ٹھکرایا۔ اَب میں تم سے بات نہ کروں گا"۔

7۔ ایک دن آپ کی اونٹنی راستے میں سستی اور کاہلی کرنے لگی۔ آپ نے اُسے بیٹھا دیا اور پھر اُس کو چابک اور غصہ دِکھا کر کہا" تیز چلو ورنہ میں تمہیں اِس چابک اور ڈنڈے سے تمہیں سزا دوں گا" (یعنی مارا نہیں صرف ڈرایا)۔ اِس کے بعد وہ اونٹنی تیز رفتاری سے چلنے لگی۔

8۔ ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ صحرا میں تھے ایک ہرنی آئی اور آپ کے سامنے زور زور سے اپنا پیر زمین پر مارنے لگی اور چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا

"اے ابن رسول خاتم النبیین ﷺ یہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے"؟ حضرت امام زین العابدینؒ نے بتایا" یہ ہرنی کہتی ہے۔ کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے اور اس بچے نے کل سے دودھ نہیں پیا ہے۔ میں اسے دودھ پلانے آئی ہوں وہ کل سے بھوکا ہے"۔ آپ نے اس قریشی کو بلایا اور کہا" اس ہرنی کے بچے کو لے کر آؤ"۔ دودھ پلانے کے بعد واپس لے جانا۔ اُس قریشی نے بچے کو لا کر حاضر کر دیا ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت امام زین العابدینؒ نے اس سے کہا" بچے کو چھوڑ دے اس نے بچے کو چھوڑ دیا" اور آپ نے اس کو آزاد کر دیا۔ وہ ہرنی چوکڑیاں بھرتی شور مچاتی جارہی تھی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا" ابن رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ یہ کیا کہہ رہی ہے"؟ آپ نے جواب دیا" یہ تمہیں بالفاظ" جزاک اللہ خیر" دعا دیتی ہوئی جارہی ہے"۔

9۔ حجرہ اسود:

ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کے ہاتھ حجرہ اسود سے چمٹ گئے بہت کوشش کی لیکن ہاتھ الگ ہی نہیں ہوتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے اسی اثناء میں حضرت زین العابدینؒ وہاں آنکلے اور یہ ماجرہ دیکھ کر آگے بڑھے اپنا دست مبارک ان ہاتھوں پر رکھا۔ ان کے دونوں ہاتھ چھوٹ گئے اور وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گئے۔

10۔ مختار ثقفی کی انتقامی کاروائی:

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ میں حج کے دنوں میں حضرت زین العابدینؒ کو ملنے کے لیئے گیا۔ آپ نے مجھ سے خزیمہ بن کامل اسدی کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کیا" خزیمہ اس وقت کوفہ میں موجود ہیں"۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ" اے اللہ اسے آگ کی حرارت سے جلا دے" جب میں کوفہ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار ثقفی وہاں پہنچ چکا ہے۔ میں نے اس سے (مختار سے) رشتہ دوستی مضبوط کیا۔ اور اس سے ملنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ اس کے پاس پہنچا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ اسی جگہ پر پہنچا جہاں وہ ایک شخص کا انتظار کرنے کیلیئے بیٹھ گیا اچانک میں نے دیکھا کہ خزیمہ کو حاضر کیا گیا ہے۔

مختار نے کہا" الحمد للہ کہ اللہ نے مجھے تجھ پر حاوی کیا"۔ پھر اس نے جلاد کو بلایا تا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے۔ اس کے بعد اس نے آگ جلانے کے لیئے کہا اور خزیمہ کو آگ میں پھینک دیا وہ آگ میں جل گیا میں نے یہ دیکھا تو کہا" سبحان اللہ"۔ مختار نے مجھ سے سبحان اللہ کہنے کی وجہ دریافت کی تو میں نے حضرت امام زین العابدینؒ کی بددعا کا قصّہ سنا دیا۔ اس نے قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی۔ میں نے کہا" ہاں یہ میں نے خود سنا ہے"۔ مختار گھوڑے سے نیچے اترا 2 رکعت نماز نفل ادا کی بعد ازاں دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ پھر خدا کا شکر ادا کیا (کہ میں نے حضرت امام زین العابدینؒ کی فرمائش کے مطابق خزیمہ کو سزا دی)۔

[(بحوالہ شواہد نبوت مصنف مولانا عبدالرحمٰن جامی ترجمہ علامہ بشیر حسین ناظم مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

جب حضرت امام زین العابدینؒ اہل حرم سمیت دربار یزید میں داخل کئے گئے۔ اور انہیں منبر پر جانے کا موقعہ ملا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تم میں سے جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا اسے میں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ میں علی بن حسینؓ بن علی بنؓ ابو طالب ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا میں شہید کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے ساتھی زمین میں آرام کی نیند سو گئے ہیں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے بچے بغیر جرم کے ذبح کر ڈالے گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے خیموں کو نذر آتش کر دیا گیا"۔ جب لوگوں نے امام زین العابدینؒ کا کلام سنا تو رونے لگے۔ یہ حال دیکھ کر یزید گھبرا اٹھا۔

اس نے اس کے ردعمل میں فوراً مؤذن کو حکم دیا کہ وہ اذان شروع کر دے جب مؤذن نے کہا" اشھد ان محمدرسول اللہ" تو زین العابدین رونے لگے اور فرمایا:

"اے یزید میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتا کہ محمد خاتم النبیین ﷺ میرے نانا تھے یا تمہارے"؟ یزید نے فوراً جواب دیا" تمہارے"۔ یہ سن کر آپ نے کہا" پھر کیوں تم نے ان کے اہل بیت کو شہید کیا"؟ یزید نے کوئی جواب نہ دیا اور محل میں چلا گیا۔ اس کے بعد منہال بن عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا" فرزند رسول خاتم النبیین ﷺ آپ کا کیا حال ہے"؟ آپؓ نے فرمایا:" اے منہال اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جس کا باپ نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا جس کے مددگار ختم کر دیئے گئے"۔ پھر آپؓ نے فرمایا:" عرب وعجم اس پر فخر کرتے ہیں کہ رسول خاتم النبیین ﷺ ان میں سے تھے اور قریش عرب پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ قریش میں سے تھے اور ہم ان کے اہل بیت ہیں لیکن ہم کو قتل کیا گیا۔ ہم پر ظلم کیا گیا۔ ہم کو قید کر کے در بدر پھرایا گیا گویا ہمارا حسب نسب بہت

ہی کم تر ہے۔ آج تمام ملک یزید اور اس کے لشکر کا ہو گیا اور آلِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یزید کے ادنیٰ غلام ہو گئے۔ یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے رونے کی صدائیں بلند ہونے لگیں یزید بہت خائف ہوا کہ کہیں کوئی فتنہ ہی نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس شخص سے کہا" جس نے امام زین العابدینؒ کو منبر پر تشریف لے جانے کے لیئے کہا تھا تیرا برا ہو تو ان کو منبر پر کھڑا کر کے میری سلطنت کو ختم کروانا چاہتا ہے"؟ اس شخص نے کہا:" بخدا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لڑکا اتنی بلند گفتگو کرے گا"؟ یزید نے کہا کہ " کیا تو نہیں جانتا تھا کہ یہ اہل بیت نبوت اور معدنِ رسالت کا ایک فرد ہے"؟ یہ سن کر موذن سے رہا نہ گیا اور اس نے کہا" اے یزید! جب تو یہ جانتا تھا تو تُو نے ان کے پدر بزرگوار کو کیوں شہید کیا"؟ موذن کی گفتگو سن کر یزید برہم ہو گیا اور اس نے موذن کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔

بادشاہ دنیا عبدالملک بن مروان اپنے عہد حکومت میں اپنے پایہ تخت سے حج کے لیئے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ پہنچا اور بادشاہ دین امام زین العابدینؒ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے مناسک حج ادا کرتے ہوئے دونوں کا ساتھ ہو گیا۔ امام زین العابدینؒ آگے آگے چل رہے تھے۔ اور عبدالملک بن مروان پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ عبدالملک بن مروان کو یہ بات ناگوار گزری۔ اس نے آپؒ سے کہا کہ " کیا میں نے آپؒ کے باپ کا قتل کیا ہے۔ جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے؟" آپؒ نے فرمایا جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ اس نے اپنی دنیا و آخرت خراب کر لی ہے کیا تو بھی یہ حوصلہ رکھتا ہے"؟ عبدالملک بن مروان نے کہا:" نہیں میرا مطلب تو یہ ہے کہ آپؒ میرے پاس آئیں تاکہ میں آپ کی مالی معاونت کروں"۔ آپؒ نے فرمایا" مجھے تیرے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے دینے والا اللہ ہے۔ یہ کہا اور اس جگہ زمین پر اپنی ردا مبارک ڈال دی اور کعبہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہا" میرے مالک اسے بھر دے"۔ حضرت امام زین العابدینؒ کی زبان مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ ردا مبارک موتیوں سے بھر گئی۔ آپ نے ان تمام کو راہ خدا میں تقسیم کر دیا۔ عبدالملک دیکھتا رہ گیا۔

زہریؒ بیان کرتے ہیں کہ "میں آپؒ کے بالکل قریب ہو کر عرفات میں حاجیوں کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے کہا" کتنے لاکھ حاجی ہیں اور کتنا زبردست شور مچا ہوا ہے"۔ امام زین العابدینؒ نے کہا کہ "میرے قریب آؤ"۔ زہری کہتے ہیں کہ جب بالکل قریب آیا تو آپؒ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا" اب دیکھو" جب میں نے نظر کی اتنے بڑے مجمع میں دس ہزار میں ایک تناسب سے انسان دکھائی دیئے۔ باقی سب کے سب جانور بندر، کتے، سور، بھیڑیئے اور اس طرح کے جانور نظر آئے یہ دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ آپؒ نے فرمایا" سنو جو انسان ہیں بس وہی انسان ہیں اور جو صحیح نیت اور صحیح عقیدے کے بغیر حج پر آتے ہیں۔ ان کا یہی حشر ہوتا ہے۔ اے زہری! نیک نیتی اور خلوص کے بغیر سارے عمل اکارت ہیں"۔

86ھ میں عبدالملک بن مروان کے بعد اس کا بیٹا ولید بن الملک خلیفہ بنایا گیا۔ یہ حجاج بن یوسف کی طرح انتہائی ظالم اور جابر تھا۔ اس کے عہد ظلمت میں عمر بن عبدالعزیزؒ گورنر ہوئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بڑے منصف مزاج اور فیاض تھے۔ انہی کے عہد گورنری کا ایک واقعہ ہے 87ھ میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کی دیوار گر گئی۔ جب اس کی حرمت کا سوال پیدا ہوا اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی مقدس ہستی کے ہاتھ سے اس کی ابتدا کی جائے تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت امام زین العابدینؒ کو ترجیح دی اور یہ نیک کام آپؒ کے ہاتھوں انجام دیا۔

امام زین العابدینؒ کا وصال مبارک:

جس وقت امام زین العابدینؒ نے وصال پایا تو آپؒ نے اپنے صاحبزادے امام محمد باقرؒ سے فرمایا" صاحبزادے میرے وضو کے لیئے پانی لاؤ"۔ وہ پانی لے کر آئے تو آپ نے فرمایا" دوسرا پانی لاؤ"۔ اندھیری رات تھی جب چراغ کی روشنی میں دیکھا گیا تو پانی میں چوہا مرا پڑا تھا۔ دوسرا پانی لایا گیا۔ جس سے آپ نے وضو فرمایا وضو کرنے کے بعد آپ نے اپنے بیٹے امام باقرؒ سے فرمایا" اے میرے بیٹے آج میرا وقت وصال ہے"۔ پھر آپؒ نے اپنے فرزند کو کچھ وصیتیں کیں۔

حضرت امام زین العابدینؒ نے 25 محرم الحرام 95ھ بمطابق 714ء میں وفات پائی حضرت امام باقرؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپؒ مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں دفن کر دیئے گئے۔

حضرت امام زین العابدینؒ کی ایک اونٹنی تھی۔ جو جب مکہ مکرمہ جاتی تو آپؒ اس کے پالان کے آگے چابک لٹکا دیتے۔ اس تمام راستے میں اس کو چھڑی مارنے کی ضرورت

نہ پڑتی اور آنے جانے میں کسی مشکل کا سامنا نہ ہوتا۔ جب آپؒ کا وصال ہوا تو وہ اونٹنی آپؒ کی قبر پر سرہانے کی طرف بیٹھ گئی اپنی چھاتی زمین پر رکھی اور آہ وزاری کرنے لگی۔حضرت امام باقرؒ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا:

"اے ناقہ! اٹھ اللہ تجھے برکت دے"- لیکن وہ اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی حضرت امام باقرؒ نے کہا"اسے چھوڑ دو یہ جا رہی ہے"-بعدازاں یہ اونٹنی تین دن زندہ رہی اور پھر مرگئی۔

معرکہ کربلا کی دکھ بھری داستان تاریخ اسلام کی ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کا ایک افسوس ناک سانحہ ہے۔حضرت امام زین العابدینؒ اوّل سے آخر تک روح فرسا واقعہ میں پہلے اپنے والدگرامی حضرت امام حسینؓ کے ساتھ اور ان کی شہادت کے بعد اپنے قافلے کی عورتوں کے ساتھ رہے۔10 محرم کا یہ افسوس ناک حادثہ حضرت زین العابدینؒ کو مدت العمر تک گھلاتا رہا اور تادم مرگ اس کی یاد فراموش نہ ہوسکی اور اس کا صدمہ دور نہ ہوسکا۔آپؒ یوں تو اس واقعہ کے بعد چالیس سال حیات رہے مگر لطف زندگی سے محروم رہے اور کسی نے اس واقعہ کے بعد آپؒ کو ہشاس بشاس نہ دیکھا۔آپؒ نے یہ زندگی گوشہ نشینی میں بسر کی۔

****

حضرت محمد بن علی (محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ)

نام: (محمد بن علی) محمد باقر، کنیت ابوجعفر ہے۔

والد کا نام: علی زین العابدینؒ

لقب: باقر

پیدائش: 3 صفر بروز جمعہ 57ھ

والدہ ماجدہ: فاطمہؒ بنت امام حسنؓ

آپ کو باقر اس لیے کہتے ہیں کہ آپ مختلف علوم میں وسعت نظر کے مالک تھے۔

علامہ ابن حجر مکیؒ نے فرمایا:

"آپؒ عبادت، علم اور زہد میں حضرت امام زین العابدینؒ کی جیتی جاگتی تصویر تھے"۔

ابن شہاب زہریؒ اور امام نسائیؒ نے آپؒ کو ثقہ فقیہ لکھا ہے۔فقہا کی بڑی جماعت نے آپ سے روایت کی ہے

جنات کا فتویٰ طلب کرنا:

فیض بن مطرؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام باقرؒ کے ہاں حاضر ہوا۔میں نے چاہا کہ میں نماز عشاء کے ادا کرنے کی جگہ کے بارے میں آپؒ سے سوال کروں۔ میں نے ابھی سوال بھی نہ کیا تھا کہ آپؒ نے حدیث بیان کردی کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ ایسی زمین جہاں گھاس کثرت سے ہوتی نماز ادا کرلیا کرتے تھے۔ امام باقرؒ اکثر لوگوں کی دل کی بات جان لیا کرتے تھے اور اس کے سوال کرنے سے پہلے اس کی بات کا جواب دے دیا کرتے تھے یا اس کے مسئلے کا حل اس کو بتا دیا کرتے تھے۔

علامہ شبلیؒ نعمانی اور علامہ ابن القیمؒ رقمطراز ہیں کہ:

"امام ابوحنیفہؒ ایک مدت تک حضرت امام محمد باقرؒ کی خدمت میں رہے اور انہی سے فقہ وحدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔امام ابوحنیفہؒ کی معلومات کا ذخیرہ حضرت امام محمد باقرؒ کی فیض صحبت سے حاصل ہوا۔جس کا ذکر تواریخ میں پایا جاتا ہے۔"

حضرت امام باقرؒ اپنے آباؤاجداد کی طرح بے پناہ عبادت گزار تھے۔ساری رات نماز پڑھتے اور سارا دن روزہ رکھتے۔آپ کی زندگی زاہدانہ زندگی تھی۔ بوریئے پر بیٹھا کرتے تھے۔جو ہدیہ آئے وہ فقراء مساکین میں تقسیم کردیئے تھے۔غرباء پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔تواضع، خوش خلقی، صبر وشکر غلام نوازی اور صلہ رحمی میں اپنی نظیر آپ تھے آپؒ کی تمام آمدنی فقراء پر خرچ ہوتی تھی۔آپؒ فقراء کی بڑی عزت کرتے تھے۔اور انہیں اچھے ناموں سے یاد کرتے تھے۔

تخت پر بیٹھنے کے بعد ہشام بن عبدالملک حج کے لیئے گیا۔وہاں اس نے حضرت امام باقرؒ کو دیکھا کہ مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔لوگوں کو پند ونصائح سے بہرہ ور کررہے تھے۔یہ دیکھ کر ہشام بن عبدالملک کی دشمنی نے کروٹ لی اس نے دل میں کہا "انہیں ذلیل کرنا چاہیے"۔اسی ارادے سے اس نے ایک آدمی سے کہا "جا کر ان سے کہو خلیفہ پوچھ رہا ہے کہ حشر کے دن آخری فیصلہ سے قبل لوگ کیا کھائیں گے"؟ اس نے جا کر حضرت امام محمد باقرؒ کے سامنے خلیفہ وقت کا سوال پیش کردیا آپ نے فرمایا "جہاں حشر نشر ہوگا۔وہاں میوے اور درخت ہونگے۔وہ لوگ انہی چیزوں کا استعمال کریں گے"۔خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے یہ جواب سن کر کہا: "یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حشر میں لوگ اپنی مصیبتوں اور اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے انہیں کھانے پینے کا ہوش کہاں ہوگا؟" قاصد نے خلیفہ کی بات امام باقرؒ کو جاسنائی۔حضرت امام باقرؒ نے قاصد سے فرمایا "جاؤ اور خلیفہ سے کہو تم نے قرآن میں پڑھا ہے یا نہیں کیا قرآن میں یہ نہیں سنا ہے کہ جہنم کے لوگ اہل جنت سے کہیں گے۔ہمیں پانی اور کچھ

نعمتیں دے دو کہ ہم کچھ کھالیں اور پی لیں۔ اس وقت جنت کے لوگ جواب دیں گے کہ کافروں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں تو جہنم میں بھی لوگ کھانا پینا نہیں بھولیں گے پھر حشر نشر میں کیسے بھول جائیں گے؟ جس میں جہنم سے کم سختیاں ہوں گی۔ اور وہ امید وبیم اور جنت اور دوزخ کے درمیان ہوں گے"، یہ سُن کر ہشام بن عبدالملک سخت شرمندہ ہوا۔

علامہ محمد بن طلحہؒ شافعی لکھتے ہیں کہ جعفر نخفی کا بیان ہے کہ "میں ایک دن حضرت امام محمد باقرؒ سے ملا تو آپ نے فرمایا" اے جعفر میں دنیا سے بالکل بے فکر ہوں۔ کیونکہ جس کے دل میں خالص دین ہو وہ دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دنیا چھوڑی گئی سواری اور اتارا ہوا کپڑا ہے۔ مومن دنیا کی بقا سے مطمئن نہیں ہوتا اور دنیا کی چیزوں کی وجہ سے نورِ خدا اسے پوشیدہ نہیں ہوتا مومن کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ اسے ہر وقت متنبہ اور بیدار رکھتا ہے۔ آج آئے اور کل گئے۔ اور دنیا ایک خواب ہے جو خواب کی مانند دیکھی جاتی ہے"۔ حضرت امام محمد باقرؒ نے فرمایا" تکبر بری چیز ہے۔ یہ جس قدر انسان کے اندر ہوگا اسی قدر عقل کم ہوگی۔ کمینے شخص کا حربہ گالیاں بکنا ہوتا ہے۔ ایک عالم کی موت کو ابلیس نوے عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے۔ ایک ہزار عابد سے وہ ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا رہا ہو آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے۔ رونے والا بخشا جاتا ہے۔ اور جس رخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ سستی اور زیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ دعا سے قضا بھی ٹل جاتی ہے۔ بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کا شہتیر دکھائی نہ دے اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آئے۔ یعنی اپنے بڑے بڑے گناہوں کی پرواہ نہ کرے۔ اور دوسروں کے چھوٹے عیب اسے نظر آئیں۔ خود عمل نہ کرے دوسروں کو تعلیم دے نیکی بہترین خیرات ہے۔ جو خوش حالی میں ساتھ دے اور تنگدسی میں دور رہے وہ تمہارا بھائی اور دوست نہیں"۔

امام باقر کی ذہانت:

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مدینے میں تھا۔ اچانک دور سے تاریکی ظاہر ہوئی یہ تاریکی کبھی غائب ہوجاتی کبھی گہری ہوجاتی۔ جونہی میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سات آٹھ سال کا بچہ ہے۔ مجھے السلام وعلیکم کہہ رہا ہے۔ میں نے اس کو اسکے سلام کا جواب دیا پھر میں نے اس سے پوچھا" آپ کہاں سے آرہے ہو''؟ اس نے جواب دیا" میں اللہ کی طرف سے آرہا ہوں"۔ میں نے پوچھا" تمہارا زادِ راہ کیا ہے"۔ اس نے کہا۔" میرزادِ راہ تقوی ہے''۔ میں نے پوچھا" تو کون ہے''؟ اس نے کہا" میں ایک عربی انسان ہوں"۔ میں نے پوچھا" تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے"؟ اس نے کہا" میں قریشی ہوں"۔ میں نے پوچھا" آپ کا خاص تعلق کس قبیلے سے ہے"؟ اس نے کہا" میں ہاشمی ہوں"۔ میں نے پوچھا" آپ کس کے بیٹے ہیں"؟ اس نے کہا" میں علوی ہوں"۔ اس کے بعد اس نے اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔ تب میں نے جانا کہ وہ امام باقرؒ ہیں۔

طاقتِ ولایت:۔

حضرت ابوبصیرؒ جو آنکھوں کی روشنی سے محروم ہوگئے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت باقرؒ سے کہا" کیا آپ محافظ دین پیغمبر ہیں"؟ آپؒ نے فرمایا "ہاں" میں نے کہا" پیغمبر خاتم النبیین ﷺ انبیاء کرامؑ کے وارث ہیں"۔ آپؒ نے کہا" ہاں" میں نے کہا" آپ کو بھی وہ علوم میراث میں ملے ہیں"؟ آپؒ نے کہا" ہاں" میں نے کہا" کیا آپ کو یہ طاقت ہے کہ مردوں کو زندہ کریں، مادرزاد اندھوں کو بینا کردیں''۔ آپ نے کہا" ہاں" پھر فرمایا" میرے سامنے آکر بیٹھ جاؤ"۔ میں آپ کے سامنے آکر بیٹھ گیا آپ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا۔ میری آنکھیں روشن ہوگئیں۔ چنانچہ میں نے کوہ وبیابان اور زمین وآسمان کی وسعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا تو میں اپنی پہلی حالت میں آگیا۔ آپ نے مجھ سے کہا" ان دو حالتوں میں سے کس حالت کو پسند کرتے ہو یا تمہاری آنکھیں درست ہوجائیں اور تمہارا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو۔ یا تمہاری آنکھیں ایسی ہی رہیں اور تم بغیر حساب کتاب کے جنت میں جاؤ"؟ میں نے کہا" میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں کہ میں نابینا رہوں اور جنت میں بغیر حساب کتاب کے جاؤں"۔

3۔ فرشتہ کا حاضر خدمت رہنا:۔

ایک راوی کا کہنا ہے کہ ہم تقریباً پچاس افراد حضرت امام باقرؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک اور شخص بھی حاضر ہوا۔جس کا کاروبار خرما فروشی تھا اس نے حضرت باقرؒ سے مخاطب ہوکر کہا:" کوفہ میں ایک شخص یہ گمان کرتا ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے جو کافر کو مومن سے اور مومن کو کافر سے تمیز کر کے آپ کو مطلع کر دیتا ہے"۔حضرت باقرؒ نے اس سے پوچھا"تم کیا کام کرتے ہو"؟اس نے کہا"میں کبھی کبھی جو بیچ لیتا ہوں"۔آپؒ نے کہا"یہ غلط ہے تم کھجوریں بیچتے ہو"۔اس شخص نے کہا"یہ آپؒ کو کیسے پتا چلا؟" آپؒ نے فرمایا" مجھے فرشتہ ربّانی مطلع کر دیتا ہے کہ فلاں تمہارا دوست ہے یا دشمن۔ہاں دیکھو تم فلاں بیماری کے سوا کسی اور بیماری سے نہ مرو گے"۔ راوی کہتا ہے کہ میں کوفہ واپس گیا اور اس شخص کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے کہا" وہ اسی بیماری سے مرگیا جو حضرت باقرؒ نے اسے ارشاد فرمائی تھی"۔

4۔ آنے والے مہمان کی خبر:۔

بزرگان سلف میں سے ایک کا بیان ہے کہ مکہ میں مجھ پر امام باقرؒ کا شوق دید غالب آیا تو میں بالخصوص ان کے لیے مدینے گیا۔جس رات میں مدینے پہنچا اس رات سخت بارش ہوئی تھی۔جس کے باعث سردی بہت بڑھ گئی تھی۔نصف شب گزر چکی تھی جب میں آپ کے گھر پہنچا۔میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ آپ کا دروازہ اسی وقت کھٹکھٹاؤں یا صبر سے کام لوں کہ صبح کو وہ خود ہی باہر تشریف لے آئیں گے۔اچانک آپ کی آواز سنائی دی کہ آپ نے فرمایا"اے لونڈی فلاں شخص کے لیے دروازہ کھولو کیونکہ آج رات اسے سخت سردی لگی ہے"۔لونڈی آئی دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔

بیٹے کو وصیت اور کرامت:۔

امام جعفرؒ نے فرمایا کہ میرے والد امام باقرؒ نے مجھے وصیت کی"جب میں مروں تو میری تجہیز وتدفین خود کرنا کیونکہ امام کے لیے یہ کام امام ہی سرانجام دیتا ہے"۔ ایک شخص نے کہا" آپ کا بیٹا عبداللہ جلد ہی امامت کرنے والا کیونکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے"۔آپ نے فرمایا:"اسے چھوڑ دو۔اس کی عمر بہت کم ہے"۔امام جعفرؒ کہتے ہیں"جب میرے والد نے وفات پائی تو میں نے انہیں غسل دیا اور میرے بھائی عبداللہ نے دعوٰی امامت کیا اور اس مدت سے زیادہ زندہ نہ رہا جتنی کہ میرے والد امام باقرؒ نے بتائی تھی"۔

وفات کی خبر:۔

حضرت امام جعفرؒ سے روایت ہے کہ ایک دن میرے والد امام باقرؒ نے مجھ سے کہا"میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے"۔جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ وسال شمار کئے وہی مدت نکلی جتنی آپؒ نے بتائی تھی۔

وصال مبارک:

امام باقرؒ نے 114 ہجری میں ستاون سال کی عمر میں وفات پائی۔

قبر مبارک:

امام باقرؒ کی قبر مبارک جنت البقیع میں اپنے والد حضرت امام زین العابدینؒ کے پاس ہے۔

****

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

نام: جعفر

لقب: صادق

کنیت: ابو محمد، ابو عبداللہ، اور بعض کے نزدیک ابو اسماعیل ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ 17 ربیع الاول 83ھ یوم دوشنبہ (پیر) مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے مناقب اور کرامتوں کے متعلق جو کچھ بھی تحریر کیا جائے کم ہے۔ حضرت امام جعفرؒ حضرت امام باقرؒ کے فرزند تھے۔

آپ اُمت محمدی خاتم النبیین ﷺ کے لئے صرف بادشاہ اور حجت نبوی خاتم النبیین ﷺ کے لئے روشن دلیل ہی نہیں صدق و تحقیق پر عمل پیرا، اولیاء کرامؒ کے باغ کا پھل، آل علیؓ، نبیوں کے سردار کے جگر گوشہ اور صحیح معنوں میں وارث نبی خاتم النبیین ﷺ بھی ہیں۔ آپؒ اپنے والد کی درس گاہ میں تدریس کے فرائض ادا کرتے تھے۔

آپ کا درجہ صحابہ کرامؓ کے بعد ہی آتا ہے لیکن اہل بیت میں شامل ہونے کی وجہ سے نہ صرف باب طریقت ہی میں آپؒ کے ارشادات منقول ہیں بلکہ بہت سی روایات بھی مروی ہیں۔ آپ کا مسلک بارہ اماموں کے طریقت کا قائم مقام ہے، آپ نہ صرف مجموعہ کمالات و پیشوائے طریقت کے مشائخ ہیں بلکہ ارباب و ذوق اور عاشقان طریقت اور زاہدان عالی مقام کے مقتدا بھی ہیں۔ نیز آپ نے اپنی بہت سی تصانیف میں راز ہائے طریقت کو بڑے اچھے پیرائے میں واضح فرمایا ہے۔ اور حضرت امام باقرؒ کے بھی کثیر مناقب روایت کئے ہیں۔

بعض کم فہم لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اہل سنت نعوذ باللہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جبکہ صحیح معنوں میں اہل سنت ہی اہل بیت سے محبت رکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے اہل سنت کے عقائد ہی میں یہ بات شامل ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے کے بعد ان کی اولاد سے محبت کرنا لازم ہے۔

اور اگر بالفرض اہل بیت اور صحابہ کرامؓ سے محبت کرنا ارکان ایمان میں داخل نہیں بھی تب بھی ان سے محبت کرنا ان کے حالات سے باخبر رہنے میں کیا حرج ہے؟ اس لئے ہر اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے محبت کرتا ہے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے مراتب سے آگاہی حاصل کرتا ہے، اسی طرح خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ اہل بیت کے مراتب کو بھی مراتبِ افضل خیال کرے۔

سنی کی تعریف:

صحیح معنوں میں سنی وہ ہے جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے رشتہ رکھنے والوں میں سے کسی کی بھی فضیلت کا منکر نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا "نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے متعلقین میں سے سب سے زیادہ افضل کون ہے"؟ فرمایا "بیٹیوں میں حضرت فاطمہؓ۔ ساتھیوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ جوانوں میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ''۔

خلیفہ منصور نے ایک شب اپنے بیٹوں کو حکم دیا "امام جعفر صادقؒ کو میرے روبرو پیش کرو تاکہ میں ان کو قتل کر دوں"۔ وزیر نے کہا "حضور دنیا کو خیر باد کہہ کر جو شخص گوشہ نشین ہو گیا ہے اس کو قتل کرنا کسی بھی صورت جائز نہیں ہے"۔ خلیفہ نے غضب ناک ہو کر کہا ''میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے''۔ چنانچہ مجبوراً وزیر امام جعفر صادقؒ کو لینے چلا گیا، تو منصور نے غلاموں کو ہدایت دی کہ جس وقت میں اپنے سر سے تاج اُتار دوں تم فوراً امام جعفر صادقؒ کو قتل کر دینا۔ لیکن جب امام جعفر صادقؒ تشریف لائے، تو آپؒ کی عظمت وجلال نے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ بے قرار ہو کر آپؒ کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا اور نہ صرف یہ کہ آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی آپؒ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی حاجات وضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا۔

آپؒ نے فرمایا "میری سب سے اہم حاجت اور ضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت اور اور ریاضت میں خلل واقع نہ ہو"۔ چنانچہ منصور نے آپ سے وعدہ کر کے آپؒ کو بڑی عزت واحترام سے رخصت کیا۔

لیکن آپ کے دبدبے کا اس کو اس قدر اثر ہوا کہ مکمل تین شب و روز بے ہوش رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضاء ہونے کی حد تک غشی طاری رہی۔ بہر حال خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر اور غلام حیران ہو گئے۔ اور جب خلیفہ ٹھیک ہو گئے، اور ان لوگوں نے خلیفہ سے ان کے حال کے بارے میں پوچھا تو اس نے

بتایا" جس وقت امام جعفر صادقؒ میرے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ اتنا بڑا اژدھا تھا، جو اپنے جبڑوں کے درمیان شاہی تخت کے پورے چبوترے کو اپنے گھیرے میں لے سکتا تھا۔ اور وہ زبان سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے ذرا سی بھی گستاخی کی تو تجھ کو میں چبوترے سمیت نگل جاؤں گا۔ چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہوگئی اور میں نے آپؒ سے معافی طلب کی"۔

نجات عمل پر موقوف ہے نسب پر نہیں:

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائیؒ نے حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا" آپ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لئے مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں"۔ لیکن آپؒ خاموش رہے۔ جب دوبارہ داؤد طائیؒ نے کہا" اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت بخشی ہے اس لحاظ سے نصیحت کرنا آپؒ کے لئے ضروری ہے"۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا" مجھے تو یہی خوف لگا رہتا ہے کہ کل قیامت کے دن میرے جدِ اعلیٰ میرا ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر بیٹھیں کہ تو نے خود میرا اتباع کیوں نہ کیا؟ کیونکہ نجات کا تعلق نسب سے نہیں ہے بلکہ اعمال صالح پر موقوف ہے"۔

یہ سن کر حضرت داؤد طائیؒ کو بہت عبرت حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا" یارب! جب اہل بیت پہ خوف کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کر سکتا ہوں"؟

نفاق سے نفرت:

جب آپؒ تارِک دنیا ہو گئے تو حضرت ابو سفیان ثوریؒ نے حاضر خدمت ہو کر فرمایا" مخلوق آپؒ کے تارِک الدنیا ہونے سے آپؒ کے فیوض عالیہ سے محروم ہوگئی ہے"۔ آپؒ نے اس کے جواب میں دو اشعار پڑھے:

ترجمہ: ’’کسی جانے والے انسان کی طرح وفا بھی چلی گئی ہے اور لوگ اپنے خیالات میں غرق رہ گئے ہیں۔ گو بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور وفا کرتے ہیں لیکن ان کے قلوب بچھوؤں سے بھرے ہوئے ہیں‘‘۔

ظاہر مخلوق کے لئے اور باطن خالق کے لئے:

ایک مرتبہ آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا" دانش مند کی کیا تعریف ہے"؟ امام صاحبؒ نے جواب دیا" جو بھلائی اور برائی میں امتیاز کر سکے"، آپؒ نے کہا " امتیاز تو جانور بھی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جو ان کی خدمت کرتا ہے اس کو ایذا نہیں پہنچاتے اور جو تکلیف دیتا ہے اس کو کاٹ کھاتے ہیں"۔ امام ابو حنیفہؒ نے سوال کیا" آپؒ کے نزدیک دانش مند کی کیا علامت ہے"؟ جواب دیا" جو دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی کو اختیار کرے اور دو برائیوں میں سے مصلحتاً کم برائی پر عمل کرے"۔

کبریائی رب پر فخر کرنا تکبر نہیں:

کسی نے عرض کیا" آپؒ کے ظاہری اور باطنی فضل و کمال کے باوجود آپؒ میں تکبر پایا جاتا ہے"۔ آپؒ نے فرمایا" میں متکبر نہیں ہوں، البتہ جب میں نے کبر کو ترک کر دیا تو میرے رب کی کبریائی نے مجھے گھیر لیا۔ اس لئے میں اپنے کبر پر نازاں نہیں بلکہ میں تو اپنے رب کی کبریائی پر فخر کرتا ہوں"۔

آپ کے ارشادات مبارک:

1) فرمایا:" جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص شے میں موجود ہے یا کسی شے سے قائم ہے وہ کافر ہے"۔

2) فرمایا:" جس مصیبت سے قبل انسان میں خوف پیدا ہوا اور وہ اگر توبہ کر لے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا"۔

اور جس عبادت کی ابتدا میں مامون رہنا اور آخر میں خود بینی پیدا ہونی شروع ہو جائے تو اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ سے دوری کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اور جو شخص عبادت پر فخر کرے وہ گناہ گار ہے۔ اور جو گناہ پر اظہار ندامت کرے وہ فرمانبردار ہے۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ صبر کرنے والے درویش اور شکر کرنے والے مالدار میں سے آپؒ کے نزدیک کون افضل ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ صبر کرنے والے درویش کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ مال دار کو ہر وقت اپنے مال کا تصور رہتا ہے اور درویش کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا تصور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔’’توبہ کرنے والے ہی عبادت گزار ہیں‘‘۔

3) آپؒ فرماتے ہیں" ذکر الٰہی کی تعریف یہ ہے کہ اس میں مشغول ہو جانے کے بعد دنیا کی ہر چیز کو بھول جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز کا نعم البدل ہے"۔

4) **یختص برحمته من یشآءُ** کی تفسیر کے سلسلے میں آپ کا قول ہے، (سورۃ البقرہ آیت نمبر 105)

ترجمہ:" اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے۔ (کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے) یعنی تمام اسباب و سائل ختم کر دیئے

جاتے ہیں تا کہ یہ بات واضح ہوجائے کہ عطائے الٰہی بلا واسطہ ہے نہ کہ بلواسطہ"۔

5) فرمایا:"صاحب کرامت وہ ہے جو اپنی ذات کے لئے نفس کشی سے آمادہ جنگ رہے کیونکہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا سبب ہوتا ہے"۔

6) فرمایا:"اوصاف مقبولیت میں سے ایک وصف الہام بھی ہے، جو لوگ دلائل سے الہام کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں وہ بددین ہیں"۔

7) فرمایا:"اللہ تعالیٰ اپنے بندے میں اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جتنا کہ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر چیونٹی رینگتی ہے"۔

8) فرمایا:"عشق الٰہی نہ تو اچھا ہے اور نہ ہی برا ہے"۔

9) فرمایا:"مجھ پر رموز حقیقت اس وقت منکشف ہوئے جب میں خود دیوانہ ہوگیا"۔

10) فرمایا:"نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ عقل مند دشمن سے واسطہ پڑ جائے"۔

11) فرمایا:"پانچ لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہئے:

اوّل جھوٹے سے اس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

دوم بے وقوف سے کیونکہ جس قدر وہ تمہاری منفعت (فائدہ) چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا۔

سوئم کنجوس سے کیونکہ اس کی صحبت سے بہترین وقت ضائع ہوجاتا ہے۔

چہارم بزدل سے کیونکہ یہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

پنجم فاسق سے کیونکہ یہ ایک نوالے کے طمع میں کنارہ کش ہوکر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے"۔

12) فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جنت اور دوزخ کا نمونہ پیش کر دیا ہے کیونکہ آسائش جنت ہے اور تکلیف جہنم، اور جنت کا حق دار صرف وہی ہے جو اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اور دوزخ اس کا مقدر ہے جو اپنے امور نفس سرکش کے حوالے کر دے"۔

13) فرمایا:"اگر دشمنوں کی صحبت سے اولیاء کرامؒ کو ضرر پہنچ سکتا تو فرعون سے آسیہؑ کو پہنچتا، اور اگر اولیاء کی صحبت دشمنوں کے لئے فائدہ مند ہوتی تو سب سے پہلے نوحؑ سے ان کی ازواج کو پہنچتا"۔

14) فرمایا:"مومن کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنے مولیٰ کی تعریف میں ہمہ تن مشغول رہے"۔

طریقہ ہدایت:

کسی نے آپؒ سے عرض کیا" مجھ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار کرا دیجئے"۔ آپؒ نے فرمایا" کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی اِس فرمائش پر فرمایا تھا کہ ''لن ترانی'' تو مجھے ہرگز نہ دیکھ پائے گا''۔ اس نے کہا" یہ تو مجھے معلوم ہے لیکن میں تو امت محمدی خاتم النبیین ﷺ میں سے ہوں۔ جس میں ایک تو کہتا ہے" میرے قلب نے اللہ کو دیکھا"۔ اور کوئی کہتا ہے " میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جو مجھ کو نظر نہیں آتا" (یعنی میں رب کو دیکھ کر عبادت کرتا ہوں)۔ یہ سن کر آپؒ نے حکم دیا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو، اس نے بہت فریاد کی لیکن اسے پانی میں ڈال دیا گیا۔ آپ نے پانی کو حکم دیا کہ اس کو پانی میں خوب اچھی طرح اوپر نیچے غوطے دے۔ چنانچہ جب پانی اس کو اوپر اچھالتا تو یہ آپؒ سے فریاد کرتا۔ آپ دیکھتے رہے جب لب مرگ ہوگیا تو اللہ کو پکارا۔ اس وقت حضرت نے اسے پانی سے باہر نکلوایا۔ جب حواس درست ہوگئے تو پوچھا" کیا تو نے اللہ کو دیکھ لیا"؟ اس نے جواب دیا" جب تک میں آپ سے مدد کا طالب رہا اس وقت تک میرے دل پر اور آنکھوں کے سامنے ایک حجاب سا تھا۔ لیکن جب میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی تو میرے دل میں ایک سوراخ نمودار ہوا اور میری بے قراری ختم ہوگئی"۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا: ''کون ہے جو حاجت مند کے پکارنے پر اس کا جواب دیتا ہے"؟ آپ نے فرمایا" جب تک تو نے غیر کو آواز دی تو جھوٹا تھا، جب صادق کو آواز دی اس نے سنا اب اپنے اس قلبی سوراخ کی حفاظت کرنا۔ یعنی اس طرح رب کا دیدار ممکن ہوسکتا ہے''۔

ظاہر مخلوق کے لئے اور باطن خالق کے لئے:

ایک دفعہ آپؒ کو بیش بہا لباس میں دیکھ کر کسی نے اعتراض کیا" اہل بیت کے لئے اتنا قیمتی لباس مناسب نہیں"، تو آپؒ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آستین پر پھیرا تو اس کو لباس ٹاٹ سے زیادہ کھردرا محسوس ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا ''ھذا الخلق وھذا الحق''، یعنی مخلوق کی نگاہوں میں عمدہ لباس ہے لیکن حق کے لئے یہی کھردرا ہے"۔

بہتر زندگی

کتاب ''سپر برین ان اسلام'' میں حضرت امام جعفر صادقؒ اور حضرت جابرؓ کا ایک مکالمہ درج ہے۔

حضرت جابرؓ نے حضرت امام جعفرؒ سے سوال کیا کہ:

حضرت جابرؓ: ''کیا دین اسلام میں پاداش (سزا) کی بنیاد موت سے ڈرنے پر رکھی گئی ہے؟''

حضرت جعفر صادقؒ: ''موت سے ڈرنے کی بنیاد پر نہیں بلکہ موت کے بعد یا داشت (سزا) سے خوف کی بنیاد پر۔ مومن مسلمان موت سے نہیں ڈرتا بلکہ اسے موت کے بعد سزا کا ڈر ہوتا ہے۔ وہ موت کے بعد سزا سے بچنے کے لیے ساری عمر جن باتوں سے منع کیا جاتا ہے ان سے پرہیز کرتا ہے۔ ایک مومن مسلمان جو ساری عمر گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا میں کہہ سکتا ہوں کہ جب وہ موت کی دعوت کو لبیک کہتا ہے تو اس کی روح آسانی سے جسم سے پرواز کر جاتی ہے''۔

حضرت جابرؓ: ''اللہ تعالیٰ جو انسان کو تخلیق کرتا ہے اسے کیوں مارتا ہے؟''

حضرت جعفر صادقؒ: ''اے جابرؓ میں نے کہا ہے کہ جس طرح عام لوگ تصور کرتے ہیں موت اس طرح نہیں ہے بلکہ موت ایک حالت کی تبدیلی ہے میں اس بات کو دہراتا ہوں کہ اگر ایک مومن مسلمان عالم ہے تو وہ اس حالت کی تبدیلی سے نہیں ڈرتا کیونکہ اسے علم ہے کہ وہ اس موت کے بعد زندہ ہو جائے گا۔ پھر فرمایا اے جابرؓ تو اپنی ماں کے پیٹ میں زندہ تھا کہ نہیں"؟

حضرت جابرؓ: ''ہاں میں زندہ تھا''۔

حضرت جعفر صادقؒ: ''تو ماں کے پیٹ میں کھانا کھاتا تھا یا نہیں"؟

حضرت جابرؓ: ''ہاں میں کھاتا تھا''۔

حضرت جعفر صادقؒ: ''کیا تو ماں کے پیٹ میں چھوٹا سا ایک مکمل انسان شمار ہوتا تھا یا نہیں؟''

حضرت جابرؓ: ''ہاں میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں ایک مکمل انسان تھا''۔

حضرت جعفر صادقؒ: ''کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے ماں کے پیٹ میں موت کے بارے میں فکر کی تھی یا نہیں؟''

حضرت جابرؓ: ''مجھے یاد نہیں کہ میں موت کے بارے میں وہاں غور و فکر کرتا تھا یا نہیں''؟

حضرت جعفر صادقؒ: "اچھا یہ بتاؤ کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری غذائیں کیا تھیں"؟

حضرت جابرؓ: ''مجھے کچھ یاد نہیں''۔

حضرت جعفر صادقؒ: ''کیا اپنی زندگی کو اس جہاں میں اچھا سمجھتے ہو یا ماں کے پیٹ کی زندگی اچھی تھی؟''

حضرت جابرؓ: ''ماں کے پیٹ کی زندگی 9 ماہ کی زندگی تھی بہت مختصر سی زندگی''۔

حضرت جعفر صادقؒ: ''میں کہتا ہوں کہ جو نو ماہ کی مدت تم نے ماں کے پیٹ میں گزاری ہے شاید وہ تمہیں اس موجودہ دنیا کی عمر سے بھی طویل محسوس ہوئی ہوگی۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہارا ماں کے پیٹ سے باہر نکلنا اور اس دنیا میں داخل ہونا شاید ایک طرح کی موت تھی؟ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جب تم ماں کے پیٹ میں تھے تو یہ چاہتے تھے کہ وہیں رہو۔ تمہارا خیال تھا کہ ماں کے پیٹ سے بہتر اور کوئی آرام دہ جگہ موجود نہیں۔ پھر تم وہاں سے باہر نکالے گئے۔ اس جہاں میں پہنچتے ہی تم نے رونا دھونا شروع کر دیا۔ اب کیا آج تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ تمہاری موجودہ زندگی ماں کے پیٹ کی زندگی سے بہتر ہے''؟

حضرت جابرؓ: ''ہاں میں یہ تسلیم کرتا ہوں''۔

حضرت جعفر صادقؒ: ''کیا موضوع کا قرینہ نہیں بتاتا کہ موت کے بعد ہماری زندگی اس دنیا کی زندگی سے بہتر ہوگی''۔

حضرت جابرؓ: ''دنیا سے بدتر ہوئی تو پھر''۔

حضرت جعفر صادقؒ: "جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی دوسرے جہان کی زندگی اس زندگی سے بہتر ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی وعدہ فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں خداوند تعالیٰ دانا اور عادل ہے۔ وہ حاسد نہیں ہے کہ اپنے بندوں کو اچھے جہان سے برے جہاں کی طرف لے جائے کیونکہ انسان کی تخلیق کا

مقصدا سے کامل انسان بنانا ہے لہٰذا اُس جہان میں انسان کی زندگی اِس جہان کی زندگی سے بہتر ہو گی"۔

پابندی تقدیر کہ پابندیِ احکام؟
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مرد خرد مند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور نے حضرت امام جعفر صادق ؓ کو اپنے دربار میں بلوایا اور جب آپؓ آ گئے تو آپ سے مخاطب ہوا اور کہا: "اگر میں کسی گروہ کے واسطے سے کوئی فتنہ اٹھاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے مار ڈالے۔ مگر تم فتنہ برپا کرتے ہو اور تمہارا ارادہ ہے کہ خونریزی ہو"۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر صادق ؓ نے فرمایا: " اے منصور نہ میں نے ایسی کوئی بات کی ہے اور نہ ایسی کسی بات کی آرزو کی ہے۔ اگر تمہارے پاس ایسی کوئی بات پہنچی ہے تو وہ بالکل جھوٹ ہے"۔ خلیفہ منصور نے آپؓ کو بلا کر اپنے ساتھ تخت پر بیٹھایا اور پھر کہا": "آپ کے متعلق یہ بات مجھے فلاں شخص نے بتائی ہے"۔ پھر خلیفہ نے اُس شخص کو دربار میں بلوایا اور کہا "یہ باتیں تم نے حضرت امام جعفر صادق ؓ سے خود سنی ہیں"؟ اُس نے کہا "ہاں" خلیفہ منصور نے کہا" کیا تم قسم کھانے کو تیار ہو"؟ اُس شخص نے کہا "ہاں" پھر اُس شخص نے ان الفاظ میں قسم کھائی: "قسم ہے اُس ذات کی جو معبود حقیقی ہے اور وہی ذاتِ عالم غیب اور شہادت ہے"۔ حضرت امام جعفر صادق ؓ نے فرمایا: "اے خلیفہ میں اسے قسم دیتا ہوں"۔ خلیفہ نے کہا "ہاں آپ اسے قسم دیں" حضرت امام جعفرؓ نے اُس شخص سے کہا کہو: "میں بَری ہو گیا اللہ کی طاقت اور قوت سے اور نجات حاصل کی اپنی طاقت اور قوت سے تحقیق کیا ایسا اور ایسا جعفرؓ نے اور کہا ایسا اور ایسا جعفر نے"۔ وہ شخص اس طرح قسم کھانے سے گریز کرنے لگا۔ آخر قسم کھائی اور قسم کھاتے ہی حاضرین کے سامنے گرا اور ہلاک ہو گیا۔ خلیفہ منصور نے کہا "اِس مردود کو گھسیٹ کر باہر لے جاؤ"۔

حضرت امام جعفر صادق ؓ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین اخلاق اور اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا۔ آپ مہمان نوازی، خیر و خیرات، مخفی طریقے سے غربا کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک، عفو اور صبر و تحمل میں اپنی نظیر آپ تھے۔

وصال مبارک:

آپؓ کا وصال مبارک 15 رجب بروز پیر 148ھ کو ہوا۔ آپؓ کی قبر مبارک آپؓ کے دادا، آپؓ کے تایا سب کی قبر مبارک جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہیں۔

****

حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

نام: موسیٰ، لقب کاظم

پیدائش: 9 صفر المظفر 128ھ بمطابق 10 نومبر 745ء بروز اتوار بمقام "ابوا" (جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے)

والدین: آپ کے والد حضرت امام جعفر صادقؒ اور والدہ ماجدہ حمیدہ خاتون تھیں۔ جن کے متعلق حضرت امام باقرؒ نے ارشاد فرمایا تھا:

"آپ دنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ ہیں"۔

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت موسیٰ کاظمؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ کے علم اور کمال کے وارث اور جانشین تھے"۔

آپؒ دنیا کے عابدوں میں سب سے بڑے عبادت گزار سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ عزت اور قدر کے مالک اور انتہائی شان وشوکت کے مجتہد تھے۔ اجتہاد میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ آپؒ راتوں کو رکوع اور سجود میں گزارتے اور دن میں روزہ رکھتے۔ آپؒ نے اپنی عمر کے بیس سال اپنے والد حضرت امام جعفر صادقؒ کیساتھ تربیت میں گزارے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فطری کمال اور دوسری طرف باپ کی تربیت۔ جس نے پیغمبر محمد خاتم النبیین ﷺ کے بتائے ہوئے مکارم اخلاق کی یاد کو بھری دنیا میں تازہ کر دیا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے آپ کو اپنا جانشین بنایا جب حضرت موسیٰ کاظمؒ کی عمر 3 سال تھی تو ایک شخص جس کا نام صفوان جمال تھا۔ حضرت امام جعفرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا یا حضرت آپ کے بعد امامت کی خدمت کے فرائض کون سرانجام دے گا؟ حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا "اے صفوان تم اس جگہ بیٹھ جاؤ اور دیکھتے جاؤ جو ایسا بچہ میرے گھر سے نکلے جس کی ہر بات معرفت خداوندی پر ہو۔ اور وہ عام بچوں کی طرح لہو ولعب نہ کرتا ہو سمجھ لینا عنان امت اس کے لیے سزاوار ہے"۔

148ء میں حضرت امام جعفر صادقؒ کی وفات ہوئی تھی۔ اس وقت سلطنت عباسیہ کے تحت پر منصور بادشاہ تھا۔ یہ وہی بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد لوگ مظالم کا نشانہ بن چکے تھے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کو بھی مختلف صورتوں میں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ اِس ظالم بادشاہ کے بھیجے ہوئے زہر سے آپؒ اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ ان حالات میں حضرت امام جعفر صادقؒ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومت وقت اسے زندہ نہ رہنے دے گی۔ اس لیئے آپ نے اپنے آخری وقت میں ایک اخلاقی بوجھ حکومت کے کندھوں پر رکھ دینے کے لیئے یہ صورت فرمائی کہ اپنی جائیداد اور گھر بار کے انتظامات کے لیئے پانچ اشخاص کی ایک جماعت مقرر فرمائی۔ جس میں پہلا شخص خود خلیفہ وقت تھا۔ اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم مدینہ حضرت عبداللہ (حضرت امام موسیٰؒ کے بڑے بھائی) امام موسیٰ کاظم اور ان کی والدہ حمیدہ خاتون۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کا اندیشہ بالکل درست تھا اور آپ کا دیا ہوا تحفظ بھی کامیاب ثابت ہوا۔

چنانچہ جیسے ہی حضرت امام جعفر صادقؒ کی وفات کی خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس نے پہلے سیاسی مصلحت کے تحت تین مرتبہ "اناللہ وانا الیہ راجعون کہا" اب بھلا جعفر کا مثل کون ہو گا۔" اس کے بعد حاکم مدینہ محمد بن سلیمان کو لکھا۔ "اگر امام جعفر صادقؒ نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ تو اس کا سر قلم کر دو"۔ حاکم مدینہ نے جواب میں لکھا "انہوں نے پانچ وصی مقرر کئے ہیں جن میں پہلے نمبر پر خود آپ ہیں" یہ سن کر خلیفہ دیر تک خاموش رہا اور سوچنے کے بعد کہنے لگا "اس صورت میں تو یہ لوگ قتل نہیں کئے جا سکتے" اس کے بعد خلیفہ دس برس زندہ رہا۔ اور اس نے حضرت موسیٰ کاظم سے کوئی تعرض نہ کیا آپؒ اپنے مذہبی فرائض کی انجام دہی میں امن وسکون کے ساتھ مصروف رہے۔

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں دوران سفر حج سرزمین قدسیہ میں جا نکلا۔ وہاں میں نے ایک حسین و بلند قامت جوان دیکھا۔ مجھے وہ نوجوان صوفیا کے گروہ سے معلوم ہوا اور دل میں خیال کیا کہ شاید سفر میں مدد کا آرزومند ہے"۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا "اے شفیق کثیر گمانوں سے پرہیز کرو۔ بے شک بعض

گمان گناہ ہوتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ جوان اٹھ کر چل دیا میں نے دل میں سوچا کہ عجیب بات ہے اس نے میرا نام اور اپنا ماضی الضمیر کہہ دیا پھر دوسری منزل پر پہنچے تو اسے نماز میں دیکھا اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے چاہا کہ اس سے معذرت طلب کرلوں۔ میں اس کی جانب چل پڑا اب نوجوان نے کہا "اے شفیق پھر اس آیت کی تلاوت کر۔ اور میں ہی تو ہر شخص کو بخشنے والا ہوں میں نے توبہ کی اور ایمان لایا اور صالح عمل کیئے پھر ہدایت پائی"۔ یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے خیال کیا یہ شخص ابدال ہے۔ جس نے دوبارہ میرے دل کے خیال کو بھانپ لیا ہے پھر ایک جگہ پہنچے تو میں نے اسے کنویں پر کھڑا پایا وہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن کنویں کا ڈول اس کے ہاتھ سے کنویں میں جا گرا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا" تو میرا رب ہے بے شک تو میرے لیے کھانا فراہم کرتا ہے جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں اے میرے اللہ میرے سردار میرے قدم غیر کی طرف نہ اٹھیں"۔ حضرت شفیقؒ فرماتے ہیں:" بخدا میں نے پانی کو اوپر آتے دیکھا اور اس نوجون نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو پانی پر سے اٹھالیا۔ وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر ریت کے ٹیلے کی طرف چل پڑا اور اپنی مٹھی میں ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی۔ پھر اسے خوب ہلایا اور پی گیا۔ میں اس کے پاس گیا اور کہا" اے نوجوان مجھے بھی کھلا یئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے "۔ اس نوجوان نے کہا:" اے شفیق اللہ کی طرف سے ہمیشہ مجھے ظاہر اور باطن کی نعمتیں ملتی رہتی ہیں۔ اس لیئے تو بھی اس کے بارے میں نیک گمان رکھ"۔ پھر اس نے وہ ڈول مجھے دے دیا میں نے اس سے پانی پیا اس میں ستو اور شکر تھے۔ اللہ کی قسم اس سے شیریں اور لذیز پانی میں نے کبھی نہیں پیا تھا میں خوب سیر ہوگیا۔ بعد ازاں وہ مجھے نظر نہ آیا۔ پھر ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو میں نے اسے نماز تہجد میں دیکھا وہ نہایت خشوع سے نماز میں مشغول تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے یہ سلسلہ جاری رہا۔ فجر کی نماز کے بعد وہ طواف میں مشغول ہوگیا۔ طواف کر کے باہر چلا گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کے اردگرد لوگ تھے اور سلام عرض کر کے "یا ابن رسول خاتم النبیین ﷺ" کے نام سے پکار رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نوجوان امام موسیٰ کاظم ہیں۔ میرے منہ سے برجستہ نکلا" اس سیّد سے اس قسم کی عجائب وغرائب کا ظہور کوئی تعجب کی بات نہیں"۔

خلیفہ مہدی کے بعد اس کا بیٹا ہادی عباسی 22 محرم الحرام 169ھ بمطابق 784ء تخت نشین ہوا۔ ہادی بڑا جابر خلیفہ تھا۔ ہادی نے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اُس کے آباواجداد امام کے ساتھ کرتے آئے تھے۔ 5 ربیع الاول 170ھ کو ابوجعفر ہارون رشید خلیفہ وقت بنایا گیا۔ عنان حکومت سنبھالنے کے بعد ہارون رشید 173ھ میں حج کرنے کے لیئے آیا تو لوگوں نے حضرت امام کاظمؒ کے بارے میں چغلی کھائی اور کہا۔" ان کے پاس ہر طرف سے مال آتا ہے"۔ اتفاق سے ایک دن خلیفہ ہارون رشید کعبہ مکرمہ کے نزدیک حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے ملا اور کہنے لگا:" تم ہی ہو جس سے لوگ چھپ چھپ کر بیعت کرتے ہیں" حضرت موسیٰ کاظمؒ نے فرمایا" ہاں ہم دلوں کے (بادشاہ) ہیں اور آپ جسموں کے"۔ ہارون رشید نے حضرت موسیٰ کاظمؒ سے پوچھا کہ " آپ کس دلیل سے رسول خاتم النبیین ﷺ کی ذریت ہیں۔ حالانکہ تم علیؓ کی اولاد ہو اور ہر شخص اپنے والد سے منسوب ہوتا ہے"؟ حضرت موسیٰ کاظم نے فرمایا:" حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تھے وہ اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت انبیاء میں ملحق ہوئے اس طرح ہم بھی اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ کی نسبت سے رسول خاتم النبیین ﷺ کی ذریت میں ٹھہرے"۔

پھر فرمایا: "جب آیت مبارکہ نازل ہوئی ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اہل بیت سے گندگی کو دور کرتا ہے"۔ (سورہ الاحزاب آیت نمبر 33)

تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے سوائے علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے کسی کو نہیں بلایا تھا"۔ ہارون خاموش ہوگیا۔

ہارون رشید حج کرنے کے بعد مدینہ میں زیارت کے لیئے روضہ نبوی خاتم النبیین ﷺ پر حاضر ہوا۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی لحد مبارک کی طرف متوجہ ہو کر کہا:" سلام ہو آپ خاتم النبیین ﷺ پر اے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ حضرت موسیٰ کاظمؒ بھی وہیں پر تھے انہوں نے فرمایا" سلام ہو" اے میرے پدر بزرگوار آپ خاتم النبیین ﷺ پر"۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون رشید کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اس نے حضرت موسیٰ کاظمؒ کو اپنے ہمراہ لے جا کر قید کر دیا۔ قید میں آپ تکالیف سے دوچار رہے ایک دن خلیفہ ہارون رشید نے ایک خواب دیکھا جس سے مجبور ہو کر آپؒ کو رہا کر دیا گیا۔ قید خانے سے رہائی کے بعد آپؒ مدینہ منورہ پہنچے۔ اور اپنے فرائض بدستور ادا کرتے رہے۔ خلیفہ نے ایک بار پھر آپ کو قید کروا دیا اور اب والی بصرہ عیسیٰ بن جعفر کو لکھا کہ موسی کاظم کو ختم کر دیا جائے"۔ عیسیٰ نے جواب میں لکھا" اے خلیفہ موسی کاظمؒ میں ایک سال کے اندر مَیں نے کوئی برائی نہیں دیکھی۔ یہ شب و روز نماز، روزہ اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ عوام اور حکومت کے لیے دعائے خیر

کیا کرتے ہیں اور ملک کی فلاح و بہبود کے خواہش مند ہیں بھلا مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں انہیں قتل کر کے اپنی عاقبت خراب کر دوں؟ لہٰذا آپ مجھے اس گناہ کے کرنے سے معاف کر دیں۔ بلکہ مجھے حکم دیں کہ میں انہیں قید با مشقت سے رہا کر دوں"۔ اس خط کے ملنے کے بعد خلیفہ نے یہ کام مندی بن شاہک کے سپرد کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کو یحییٰ بن خالد برمکی نے خلیفہ ہارون رشید کے حکم پر کھجوروں میں زہر ملا کر کھلا دیا تھا۔

اپنی وفات اور زہر کے بارے میں خبر:

زہر کھانے کے بعد آپؒ تین دن تڑپتے رہے۔ جب آپؒ کو زہر دیا گیا تو اسی وقت آپؒ نے فرمایا" مجھے زہر دے دیا گیا ہے۔ اس لیے کل میرا جسم زرد ہو جائے گا۔ پھر آدھا بدن سرخ ہو جائے گا پھر سیاہ پھر میں وصال کر جاؤں گا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یوم وصال:

آپؒ نے 25 رجب المرجب 186ھ بروز جمعہ المبارک خلیفہ ہارون رشید کی قید میں وصال فرمایا۔

مزار شریف:

آپؒ کی قبر مبارک بغداد میں ہے۔

****

حضرت علی رضا رحمۃ اللہ علیہ

نام: علی

کنیت: ابوالحسن

لقب: رضا، صابر، زکی، رضی اور وصی

آپ کے والد حضرت امام موسیٰ کاظمؒ نے فرمایا:

"میرے فرزند کو رضا نام سے پکارا کرو"۔

آپ کی نشونما اور تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت موسیٰ کاظمؒ کے زیر سایہ ہوئی اور اس مقدس ماحول میں بچپن سے جوانی کی متعدد منازل طے کیں۔

حضرت علی رضاؒ نے اپنی زندگی کی پہلی منزل سے تا عہد وفات تک بہت سے بادشاہوں کے زمانے دیکھے۔ آپؒ بہ عہد منصور متولد ہوئے 158ھ میں مہدی عباسی 169ھ میں ہادی عباسی 170ھ میں ہارون رشید عباسی 194ھ میں ابن عباسی 198ھ میں مامون رشید عباسی الترتیب خلیفہ ہوتے رہے۔ آپ نے ہر ایک کا دور بچشم خود دیکھا۔ حضرت موسیٰ کاظمؒ کے بعد دس برس خلیفہ ہارون رشید کا دور رہا۔ ہارون رشید کے دور خلافت میں حضرت علی رضاؒ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اس سال خلیفہ ہارون رشید بھی حج کے لیے آیا ہوا تھا خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت امام علی رضاؒ ایک دروازے سے اور ہارون رشید دوسرے دروازے سے نکلے حضرت علی رضاؒ نے فرمایا:

"یہ دوسرے دروازے سے نکلنے والا جو ہم سے دور جا رہا ہے عنقریب طوس میں ہم دونوں ایک جگہ ہوں گے"۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا جب آپ کا انتقال ہوا اور دونوں ایک ہی مقبرے میں دفن ہوئے۔ آپؒ کے اخلاق و عادات اور شمائل و فضائل بے شمار ہیں۔ امام صاحب نے کبھی کسی سے سختی سے بات نہیں کی اور کبھی کسی کی بات کو قطع نہیں کیا۔ آپ کے مکارم اخلاق میں تھا کہ جب بات کرنے والا اپنی بات ختم کر لیتا تب آپ اپنی بات کا آغاز فرماتے۔ کسی کی حاجت روائی اور کام نکالنے میں حتی المقدور کوشش فرماتے۔ کبھی اپنے کسی ہم نشین کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے اور نہ ہی اہل محفل کے روبرو تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ اپنے غلاموں کو کبھی گالی نہ دی۔ آپ قہقہہ لگا کر کبھی نہ ہنستے تھے۔ خندہ زنی کے موقعہ پر آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔

محاسن اخلاق اور تواضع و انکساری کی یہ حالت تھی کہ دسترخوان پر سائلین اور دربان تک کو اپنے ساتھ لیا کرتے تھے۔ رات کو کم سوتے اور اکثر شب بیدار ہوتے۔ اکثر روزے سے رہتے ہر ماہ کے تین روزے آپؒ نے کبھی قضا نہ فرمائے آپؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ:

"ہر ماہ میں کم از کم تین روزے رکھنے والا سال بھر روزہ رکھنے والوں کے برابر ہو جاتا ہے"۔

آپؒ کثرت سے خیرات کیا کرتے تھے۔ اور اکثر رات کے تاریک پردے میں خیرات کیا کرتے۔ موسم سرما میں آپؒ کا فرش جس پر آپؒ بیٹھ کر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ یا مسائل بیان کرتے تھے کمبل ہوتا تھا اور گرمی میں بوریا۔ آپؒ کا یہی طرز اس وقت بھی رہا جب آپ ولی عہد حکومت تھے آپؒ کا لباس گھر میں موٹا اور کھردرا ہوتا تھا اور دفع طعن کے لیئے آپؒ اچھا لباس زیب تن کیا کرتے تھے آپؒ کو عطریات کا بہت شوق تھا۔ ایک بار امام صاحبؒ محو سفر تھے ایک مقام پر دسترخوان بچھایا گیا آپؒ نے تمام غلاموں جن میں حبشی بھی شامل تھے کو بلا کر دسترخوان میں شامل کر لیا۔ اتنے میں ایک شخص نے عرض کیا" حضور انہیں آپؒ علیحدہ بیٹھائیں تو کیا حرج ہے"؟ حضرت امام علیؒ نے یہ سنا تو فرمایا" سب کا رب ایک ہے اور ماں باپ آدم و حوا بھی ایک ہیں۔ جزا و سزا اعمال پر موقوف ہے تو پھر تفرقہ کیا"؟

آپؒ کے ایک خادم یاسر کا کہنا ہے کہ آپؒ کا یہ تاکیدی حکم تھا کہ میرے آنے پر کوئی خادم کھانا کھانے کی حالت میں میری تعظیم کے لیئے نہ اٹھے۔ جب بھی دسترخوان بچھایا جاتا آپ ہر کھانے میں ایک ایک لقمہ نکال لیتے اور اسے یتیموں اور مساکین کو بھیج دیا کرتے۔ آپؒ کہا کرتے تھے" بزرگی تقویٰ سے ہے جو مجھ سے زیادہ متقی ہے۔ وہ مجھ سے بہتر ہے"۔ ایک مرتبہ 9 ذی الحجہ کو آپ نے راہ خدا میں سارا گھر لٹا دیا۔ یہ دیکھ کر مامون رشید کے وزیر فضل بن سہیل نے عرض کیا" حضرت یہ تو اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے"۔ آپ نے جواب دیا" یہ غنیمت ہے۔ میں اس کے عوض میں خدا سے نیکی اور حسنہ لوں گا"۔

فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو پند و نصائح فرماتے آپؒ شب و روز میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے جب تھک جاتے تو قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے "مزدور کی مزدوری پہلے طے کرلینی چاہیے کیونکہ چکائی ہوئی اجرت سے زیادہ جو کچھ دیا جائے گا۔ پانے والا اسے انعام سمجھے گا اور زیادہ خوش ہوگا"۔

عہدۂ خلافت:

خلیفہ مامون رشید نے امام علی رضا کو اپنا ولی عہد مقرر کردیا تھا۔ جب مامون رشید نے امام علی رضا کو عہدۂ خلافت پیش کیا تو آپ نے قبول نہ کیا۔ آپؒ کا انکار دو ماہ تک چلتا رہا آخیر بات جب حد سے بڑھ گئی تو آپؒ نے قبول کرلیا۔ آپؒ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا: "اے اللہ کے بندے جو چاہتا ہے۔ اس کی وصیت کر اور جس چیز سے گریز نہیں ہے اس کے لیے تیار ہوجا"۔ اس بات کو تین دن گزرے تھے کہ وہ شخص فوت ہوگیا۔

چڑیا کی پکار:

ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضاؒ کے ساتھ ایک باغ میں باتیں کر رہا تھا کہ اچانک ایک چڑیا آ کر زمین پر گری اور اضطراب کی حالت میں آہ و فغان کرنے لگی۔ حضرت امامؒ نے فرمایا" مجھے معلوم ہے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے"؟ میں نے عرض کیا" اللہ، اس کا رسول خاتم النبیین ﷺ اور ابن رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ خوب جانتے ہیں"۔ آپؒ نے فرمایا: "یہ کہتی ہے کہ ایک سانپ اس کے بچوں کے پاس جا رہا ہے۔ وہ میرے بچوں کو چٹ کر جائے گا"۔ پھر آپؒ نے فرمایا" اٹھو اور سانپ کو مارو"۔ میں اٹھا جا کر دیکھا کہ سانپ اس کے بچوں کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ میں نے بڑھ کر اس کو ہلاک کردیا۔

علی اور اُم عمر:

ایک راوی کا بیان ہے کہ میری بیوی حاملہ تھی جسے میں حضرت امام علی رضاؒ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا" حضور دعا فرمائیں اللہ ربّ العزت ہمیں فرزند عطا فرمائے"۔ آپ نے فرمایا" تمہاری بیوی دو بچوں کیساتھ حاملہ ہے"۔ واپسی پر میں نے خیال کیا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا دوسرے کا علی رکھوں گا آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا" ایک کا نام علی رکھنا اور ایک کا اُم عمر"۔ جب دونوں بچے دنیا میں آئے تو ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی دونوں کے نام علی اور اُم عمر رکھے گئے۔

ایک دن میں نے اپنی ماں سے پوچھا" اُم عمر کیا نام ہے"؟ میری ماں نے جواب دیا" میری ماں (راوی کی نانی) کا نام اُم عمر تھا"۔

دوبارہ نہیں ملوں گا:

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے خراساں میں حضرت امام علی رضاؒ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے" جب مجھے مدینہ منورہ طلب کیا گیا تو میں نے اپنے تمام مال کو جمع کرکے بارہ ہزار درہم ان میں تقسیم کئے"۔ اور اُن کو بتایا" اب میں تمھارے پاس دوبارہ نہیں آؤں گا"۔

مقام وصال:

امام علی رضاؒ کا انتقال طوس سناباد کے گاؤں میں ہوا۔

قبر انور:

ان کا روضہ مبارک ہارون رشید کی قبر کے مغرب کی طرف ہے۔ جسے سرائے حمید بن قحطبۃ الطائی کہتے ہیں۔

یوم وفات:

آپؒ کا انتقال بروز جمعہ رمضان المبارک 202ھ میں ہوا۔

****

حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفرؒ

(حضرت امام جعفر محمد تقی ؒ)

نام: محمد بن علی

کنیت: ابوجعفر

لقب: تقی اور جواد تھا

امام محمد تقی 10 رجب المرجب 195 ہجری بروز جمعہ مدینہ طیبہ میں متولد ہوئے۔ آپؒ کے والد کا نام امام علیؒ اور آپؒ کی والدہ کا نام خفیر ران تھا بعض نے ریحانہ لکھا ہے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپؒ کا نام اور کنیت امام باقرؒ سے ملتی ہے۔ اس لیئے آپ کو ابوجعفرؒ ثانی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

حضرت امام تقیؒ کو نہایت کم سنی کے زمانے سے ہی مصائب اور آلام کا سامنا کرنا پڑا انہیں بہت کم ہی باپ کی محبت اور شفقت و تربیت کے سائے میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا آپ صرف پانچویں برس میں تھے کہ حضرت علی رضاؒ مدینہ سے خراساں سفر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت محمد تقیؒ اس وقت سے جو باپ سے جدا ہوئے تو پھر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا۔ حضرت محمد تقیؒ سے جدا ہونے کے تیسرے سال حضرت علی رضاؒ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت امام تقیؒ کی عمر اس وقت نو سال تھی ایک دن وہ بغداد کی کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے کھیل رہے تھے کہ اچانک مامون رشید کی سواری دیکھائی دی۔ سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے مگر حضرت محمد تقیؒ اپنی جگہ پر ہی کھڑے رہے۔ جب خلیفہ مامون رشید وہاں پہنچا تو اس نے امام تقیؒ سے مخاطب ہو کر کہا "صاحبزادے۔ سب لڑکے بھاگ گئے۔ تم کیوں نہیں بھاگے؟ انہوں نے فوراً جواب دیا۔ "میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہیں ہوا۔ جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا جو ڈرتا۔ نیز میرا حسن ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے"

خلیفہ مامون رشید کو حضرت امام تقیؒ کا یہ انداز پسند آیا اس کے بعد خلیفہ وہاں سے آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ شکاری باز بھی تھے۔ جب آبادی سے ذرا نکلے تو خلیفہ نے ایک باز کو چکور پر چھوڑا۔ باز نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں چھوٹی مچھلی تھی جس کو دیکھ کر خلیفہ بہت حیران ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب خلیفہ لوٹا تو امام تقیؒ کو دیگر لڑکوں کے ساتھ وہیں پر دیکھا جہاں وہ پہلے تھے۔ لڑکے خلیفہ مامون رشید کی سواری کو دیکھ کر پھر بھاگے لیکن حضرت امام تقیؒ بدستور وہیں پر کھڑے رہے۔ جب خلیفہ مامون رشید ان کے قریب آیا تو مٹھی بند کر کے کہنے لگا۔ "صاحبزادے بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے"؟ انہوں نے جواب دیا: "اللہ رب العزت نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین اپنے باز سے ان مچھلیوں کا شکار کر کے اہل بیت رسالت کا امتحان لیتے ہیں"- یہ سن کر خلیفہ مامون رشید بولا "بے شک تم علی بن موسیٰ بن علی رضا کے فرزند ہو"۔ وہ انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔ خلیفہ ان سے بہت محبت کرتا اور ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اور ہمیشہ آپؒ کی عزت و عظمت کا خیال رکھتا تھا۔ اور پھر خلیفہ نے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی علی بن موسی سے کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس بات سے علماء کرام کو آگاہ کیا۔ علماء کے ایک وفد نے خلیفہ مامون رشید سے صاف کہہ دیا۔ امام علی رضاؒ کے ساتھ آپؒ نے جو طریقہ اختیار کیا وہ ہم کو ناپسند تھا مگر خیر وہ کم از کم اپنے اوصاف و کمال سے قابل عزت بھی سمجھے جاتے تھے۔ مگر اب یہ ان کے بیٹے تو بالکل ہی ناسمجھ ہیں۔ ایک کم عمر بچے کو بڑے بڑے علماء پر ترجیح دینا اور ان کی قدر عزت کرنا ہر گز خلیفہ کے لیئے زیبا نہیں پھر ام حبیبہ کا نکاح امام علی رضاؒ کے ساتھ جو کیا گیا تھا۔ اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچا تھا؟ جواب ام الفضل کا نکاح محمد بن علی کے ساتھ کیا جا رہا ہے"؟ (ام الفضل خلیفہ مامون رشید کی بیٹی تھی اور مامون بن رشید اس کی شادی محمد بن علی سے کرنا چاہتے تھے) خلیفہ مامون رشید نے کہا "محمد تقیؒ کم عمر ضرور ہیں لیکن بڑے بڑے علماء ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر تم چاہو تو

اس کا امتحان لے سکتے ہو پھر تمھیں بھی میرے فیصلے سے متفق ہونا پڑے گا"۔ چنانچہ مناظرہ طے پایا۔ مؤرخین کا بیان ہے "ارکان سلطنت اور معززین کے علاوہ اس جلسہ میں نو سو کرسیاں علماء اور فضلا کے لیے مخصوص تھیں"۔ خلیفہ مامون رشید نے امام تقیؒ کے لیے اپنے پہلو میں مسند بچھوائی اور امام تقیؒ کے سامنے بغداد کے سب سے بڑے عالم یحییٰ بن اکثم کے لیے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔

حضرت امام تقیؒ نے فرمایا: "اے یحییٰ جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ سکتے ہو"۔ یحییٰ بن اکثم نے کہا: "یہ فرمایئے حالت احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے"؟

حضرت امام تقیؒ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا "اے یحییٰ! تمہارا سوال بالکل مبہم اور مہمل ہے۔ سوال کے ذیل میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شکار حل میں کیا تھا یا حرم میں؟ شکار کرنے والا مسئلہ سے واقف تھا یا نہیں؟ اس نے اس جانور کو جان بوجھ کر مارا تھا یا دھوکا سے قتل ہو گیا؟ وہ شخص آزاد تھا یا غلام؟ کمسن تھا یا بالغ تھا؟ پہلی مرتبہ ایسا کیا تھا یا اس سے پہلے بھی ایسا کر چکا تھا؟ شکار پرندہ تھا جانور تھا یا چوپایہ، چھوٹا تھا یا بڑا؟ وہ اپنے فعل پر اصرار رکھتا ہے یا پشیمان ہے؟ رات کو پوشیدہ طور پر اس نے یہ شکار کیا ہے؟ یا دن دیہاڑے اور اعلانیہ طور پر؟ احرام عمرے کا تھا یا حج کا؟ جب تک یہ تمام تفصیلات نہ بتائی جائیں اس مسئلہ کا کوئی معین حل یا حکم نہیں بتایا جا سکتا"۔

یحییٰ بن اکثم کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہوتا۔ بہر حال عالم تھا اور فقہی مسائل پر کچھ نہ کچھ اس کی نظر تھی۔ وہ ان کثیر التعداد شقوں کو سامنے لانے سے خوب سمجھ گیا کہ یہ مقابلہ میرے لیئے آسان نہیں ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ بیٹھے ہوئے علماء کرام میں سے بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

خلیفہ مامون رشید نے یحییٰ بن اکثم کے چہرے سے خوب اندازہ لگا لیا کہ یہ جواب دینے کے قابل نہیں ہیں۔ اس لیے ان سے کچھ کہنا بے کار جانا اور اب خلیفہ مامون رشید محمد تقیؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ "آپؒ ہی ان تمام شقوں کے تمام احکام بیان فرما دیجیئے تا کہ یہاں پر بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو استفادہ کا موقع مل جائے"۔ آپؒ نے فرمایا: "اگر احرام باندھنے کے بعد حل میں شکار کرے وہ شکار پرندہ اور بڑا بھی ہو تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے۔ اگر شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں۔ اگر کسی چھوٹے پرندے کو حل میں شکار کیا تو دنبہ کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کفارہ دے۔ اگر حرم میں شکار کیا ہو تو اس پرندے کی قیمت اور ایک دنبہ کفارہ دے اگر شکار چوپائے کا کیا ہے اور حل میں ہے اس کی کئی قسمیں ہیں۔ اگر وہ وحشی گدھا ہے تو ایک گائے، اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ، اگر ہرن ہے تو ایک بکری۔ اگر یہی شکار حرم میں ہیں تو یہی کفارے دگنے ہو جائیں گے۔ اور ان جانوروں کو جنہیں کفارے میں دیا جائے گا اگر احرام عمرے کا تھا تو خانہ کعبہ تک پہنچائے گا۔ یعنی یہ کفارے خانہ کعبہ میں ہی دیئے جائیں گے۔ اور اگر احرام حج کا تھا تو مِنیٰ میں قربانی کرے گا۔ اور ان کفاروں میں عالم اور جاہل دونوں برابر ہیں۔ اور ارادے سے شکار کرنے میں کفارہ دینے کے علاوہ گناہ گار بھی ہوگا۔ (جس کے لیے توبہ کرنے کی ضرورت ہوگی) بھولے سے شکار کرنے میں گناہ نہیں۔ اپنا کفارہ خود دے گا۔ غلام کا کفارہ اس کا مالک دے گا اور چھوٹے بچے پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے۔ جو شخص اس فعل پر نادم ہو کر توبہ کرے گا۔ وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا"۔ یہ تمام تفصیل سن کر یحییٰ بن اکثم حیرت زدہ رہ گیا اور سارے مجمع سے اَحسَنتَ، اَحسَنتَ (بہت خوب، بہت خوب) کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

عقد:

"خلیفہ مامون رشید نے اس کے بعد خود ہی اپنی دلی مراد کو عملی جامہ پہنانے کا عزم کر لیا اور ذرا بھی تاخیر مناسب نہ سمجھتے ہوئے اس جلسہ میں حضرت امام تقیؒ کے ساتھ اپنی بیٹی اُم الفضل کا عقد کر دیا۔ خلیفہ مامون رشید نے اس موقع پر لاکھوں روپے خیرات کئے اور تمام رعایا کو انعامات کے ساتھ مالا مال کر دیا۔ تقریباً ایک سال تک حضرت امام تقیؒ بغداد میں مقیم رہے۔ خلیفہ مامون رشید نے دوران قیام بغداد میں آپ کی عزت اور توقیر میں کوئی کمی نہ کی پھر آپؒ اپنی زوجہ ام الفضل کے ہمراہ مدینہ تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے آپ کو بہت ہی اہتمام اور انتظام کیساتھ رخصت کیا اور پھر ہمیشہ سالانہ ایک ہزار درہم بھیجا کرتا تھا۔ حضرت امام تقی اپنی زوجہ کے ہمراہ مدینہ جاتے ہوئے شام کے وقت کوفہ پہنچے آپ کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے وہاں پہنچ کر آپؒ نے حضرت مسیّبؒ کے مکان میں قیام کیا اور نماز مغرب پڑھنے کے لیے قریب ہی مسجد میں گئے۔ وضو کے لیئے پانی طلب کیا پانی لینے کے بعد آپؒ ایک بیری کے درخت کے نیچے تشریف لے گئے۔ اس درخت پر کبھی پھل نہ آیا تھا۔ یہ درخت بالکل خشک تھا۔ اور مدتوں سے سرسبزی اور شادابی سے محروم تھا۔ آپؒ نے اس جگہ وضو کیا۔ پھر مسجد میں جا کر نماز ادا کی۔ رات ہی رات میں جس درخت کے نیچے آپ نے

وضو کیا تھا۔ وہ نہ صرف سرسبز اور شاداب ہوگیا بلکہ بیروں سے بھر گیا۔ جب بیر کھائے گئے تو ان کا ذائقہ بے حد اچھا اور میٹھا تھا۔ یہ پھل بغیر گھٹلی کے تھا۔ کوفہ سے روانہ ہو کر آپؒ مدینہ منورہ کی طرف پہنچے اور پند و نصائح تبلیغ و ہدایت کے علاوہ آپؒ نے اخلاقی درس کا عملی مظاہرہ شروع کیا۔

خاندانی طرہ امتیاز کے بموجب ہر ایک سے عاجزی سے ملنا۔ ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا مساوات اور سادگی کو ہر حال میں پیش نظر رکھنا۔ غرباء کی پوشیدہ طور پر خبر گیری کرنا۔ دشمنوں سے بھی اچھا سلوک کرنا مہمانوں کی خاطر داری میں اسماک اور مذہبی و علمی پیاسوں کے لیے فیض کے چشموں کو جاری کرنا آپ کی سیرت زندگی کا نمایاں پہلو تھا۔ حضرت امام تقیؒ اگرچہ مدینہ منورہ میں قیام فرماتے تھے لیکن فرائض کی وسعت نے آپؒ کو مدینہ ہی کے لیے محدود نہیں رکھا تھا بلکہ آپؒ مدینہ کے اطراف میں رہ کر اطراف عالم میں بھی عقیدت مندوں کی خبر فرمایا کرتے تھے۔

مولانا عبدالرحمن جامیؒ رقمطراز ہیں کہ:

خلیفہ مامون رشید کی وفات کے بعد امام محمد تقیؒ نے ارشاد فرمایا: "اب تیس ماہ کے بعد میرا بھی انتقال ہو جائے گا"۔

خلیفہ مامون رشید کے بعد معتصم خلیفہ ہوا اور اس نے حضرت امام تقیؒ کے فضائل کی شہرت سنی تو برائے بغض و عناد مدینہ منورہ سے بغداد طلب کر لیا۔

فوت ہونے والے کے بارے میں بتانا:

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں امام تقیؒ کے پاس حاضر ہوا اور کہا "فلاں شخص نے آپؒ کو سلام بھیجا ہے اور وہ اپنے کفن کے لیے آپؒ کا کوئی کپڑا طلب کر رہا ہے"۔ آپؒ نے اسے جواب دیا کہ "وہ ان باتوں سے مستغنیٰ ہو چکا ہے"۔ یہ سن کر میں باہر آ گیا۔ لیکن کچھ سمجھ نہ سکا۔ آخر معلوم ہوا کہ وہ اس بات سے تیرہ دن پہلے ہی مر چکا ہے۔

رُک رہنے کا حکم:

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ امام تقیؒ کے اصحاب میں سے ایک شخص سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جانے سے پہلے وہ آپؒ کے پاس سلام کے لیے آیا۔ آپؒ نے اس سے کہا کہ "کل تک رکے رہو۔ آج باہر مت جانا"۔ میں باہر آیا اور اپنے ساتھی کو بتایا اس نے کہا "میں تو جا رہا ہوں"۔ یہ سن کر میں حیران پریشان کھڑا تھا کہ میرا ساتھی چلتا بنا رات کو جس وادی میں ٹھہرا تھا وہاں سخت سیلاب آیا وہ ڈوب کر مر گیا۔

وصال مبارک:

امام جعفر ثانیؒ یعنی امام تقیؒ کی وفات ذیقعدہ 220 ہجری میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر 25 سال تھی۔

مزار اقدس:

امام تقیؒ کی قبر بغداد شریف میں ہے۔ ان کی قبر اپنے دادا موسیٰ کاظمؒ کے پیچھے کی طرف ہے۔

****

امام ابوالحسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ (امام ابوالحسن ثالث)

نام: علی بن عمر

کنیت: ابوالحسن

لقب: عسکری

پیدائش: مدینہ منورہ

حضرت امام علی عسکریؒ 13 رجب المرجب 214ھ کو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے آپؒ کا اسم گرامی علی آپؒ کے والد گرامی حضرت امام محمد تقیؒ نے رکھا آپؒ کی والدہ ماجدہ کا نام ثمانہ ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کا لقب ہادی ہے جو بہت معروف ہے۔ حضرت امام تقیؒ کی وفات کے بعد امام علی عسکریؒ جن کی عمر اس وقت چھ یا سات سال تھی مدینہ منورہ میں مرجع خلائق بن گئے۔

امام علی عسکریؒ تقریباً 29 سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ آپؒ نے اس مدت عمر میں کئی خلفاء کے زمانے دیکھے۔ تقریباً ہر ایک نے آپؒ کی طرف رخ کرنے سے احتراز کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رشد و ہدایت و تبلیغ کا کام آسانی سے سرانجام دیتے رہے۔ ذی الحجہ 222ھ میں متوکل تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ ایک دفعہ خلیفہ متوکل ایک خاص بیماری میں مبتلا ہو گیا اس کے جسم پر ایک پھوڑا نکل آیا اس نے بہت علاج کروایا لیکن آفاقہ نہ ہوا۔ تمام اطباء بھی علاج سے عاجز آچکے تھے۔ مرض بڑھتا جا رہا تھا۔ اب خلیفہ اپنی موت کا انتظار کرنے لگا۔ آخیر اطباء نے مشورہ دیا کہ آپ کسی شخص کو امام علی عسکریؒ کے پاس بھیجیں شاید فائدہ ہو اور آپ کو اس موذی مرض سے نجات ملے"۔

خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ آدمی امام عسکریؒ کے پاس پہنچا اور تمام ماجرہ سنایا تو آپؒ نے کہا "فلاں چیز کو پھوڑے پر رکھ دو انشاء اللہ مفید ثابت ہو گی۔ وہ چیز جو آپ نے تجویز کی تھی۔ خلیفہ کے سامنے پیش کی گئی۔ لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ دوا پھوڑے پر رکھی گئی۔ دوا رکھنے کی دیر تھی۔ پھوڑا رسنے لگا اور سارا پوشیدہ مادہ خارج ہو گیا۔ خلیفہ کی والدہ کو آپ کے تندرست ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے دس ہزار دینار ایک ہمیانی پر اپنی مہر لگا کر آپؒ کی خدمت میں بطور نذرانہ بھجوائی۔ جب خلیفہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا تو کسی نے شکایت کی کہ امام صاحب کے پاس بہت مال ہے اور اسلحہ بھی ہے خلیفہ متوکل نے اپنے دربان سعید سے کہا۔ " آج رات امام عسکری کی تلاشی لو جو کچھ مال اور اسلحہ ملے یہاں لے آؤ"۔ دربان سعید کو گھر میں کچھ نہ ملا صرف خلیفہ متوکل کی والدہ کی بھیجی ہوئی ہمیانی موجود تھی اور اس پر اسی طرح مہر بھی ثبت تھی اور دیگر اشیاء بھی مہر کنندہ تھیں۔

پھر امام عسکریؒ نے اپنے مصلّے کے نیچے سے ایک تلوار بھی حوالے کی جو میان میں بند تھی۔ جب خلیفہ نے یہ تمام چیزیں دیکھیں تو تمام حالات معلوم کئے۔ حاضرین نے کہا "اے خلیفہ آپؒ کی بیماری کے دوران آپؒ کی والدہ نے منت مانی تھی اور یہ چیزیں انہوں نے امام عسکری کو بھجوائیں تھیں"۔ خلیفہ نے حکم دیا اسی طرح کی ایک اور ہمیانی اور ایک تھیلی اور ایک تلوار امام عسکریؒ کو دے کر آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اشارے سے کمال کا شیر بننا:

ایک ہندوستانی شعبدہ باز متوکل کے ہاں آیا ہوا تھا۔ ایک دن متوکل نے اسے کہا "اگر تم محمد بن علیؒ (امام عسکریؒ) کو شرمندہ کر دو تو میں تمہیں ایک ہزار دینار دوں گا۔" شعبدہ باز نے کہا "اچھا تم پتلی پتلی روٹیاں دسترخوان پر رکھ دو اور مجھے ان کے پہلو میں بیٹھا دو" خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عسکریؒ نے روٹی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ شعبدہ باز نے ایسا عمل کیا جس کے اثر سے روٹی اڑ کر حضرت عسکریؒ سے دور چلی گئی۔ شعبدہ باز نے ایسا عمل تین بار دھرایا جس سے اہل مجلس ہنسنے لگے۔ اس مسجد میں ایک قالین تھا۔ جس پر ایک شیر کی شکل بنی ہوئی تھی۔ حضرت عسکریؒ نے اس شیر کو اشارہ کیا اسے پکڑ لو۔ وہ سچ مچ شیر بن گیا۔ پھر اس شعبدہ باز پر جست لگائی اور اسے زمین

میں گاڑ دیا۔اور پھر اس قالین پر واپس اپنی شکل میں آ گیا۔متوکل نے ہر چند عرض کی کہ آپؒ اس شعبدہ باز کو زمین سے نکال دیں مگر آپؒ نے عرض قبول نہ کی اور فرمایا:

"اللہ کی قسم تم اس شعبدہ باز کو اب کبھی نہ دیکھ سکو گے یہ کہہ کر امام صاحب مجلس سے باہر آ گئے اور اس شعبدہ باز کو پھر کبھی کسی نے نہیں دیکھا"۔

آپؒ کی تعظیم نہ کرنیوالا کھانا نہ کھاسکا:

ایک مرتبہ اہل سامرہ کے ہاں دعوت ولیمہ تھا۔ان میں سے ایک لڑکا بے ادب تھا وہ مجلس میں بے ہودہ گوئی کیا کرتا تھا امام عسکریؒ کی بھی عزت نہ کرتا تھا آپؒ نے اسے دیکھا اور کہا "یہ اس کھانے میں سے کچھ نہ کھا سکے گا"۔کھانا آیا تو اس نے کھانا کھانے کے لیے ہاتھ دھوئے لیکن اس کا غلام روتا ہوا آیا "تمہاری ماں چھت سے گر گئی ہے۔جلدی کیجیئے وہاں چلئے تاکہ اُسے زندہ دیکھ سکیں"۔وہ شخص بغیر کھانا کھائے اٹھ کر چل دیا۔

بیٹی کئی بیٹوں سے اچھی ہوتی ہے:

ایک شخص نے اپنے بیٹے کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی دعا کرنے کو کہا امام عسکریؒ نے فرمایا "لڑکی کئی لڑکوں سے اچھی ہوتی ہے"۔چنانچہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

محمد نام رکھنے کا حکم:

ایک شخص کا بیان ہے کہ میرے ساتھ سفر میں میرا بچہ تھا۔میں نے امام عسکری سے دعا کی غرض سے کہا "دعا کریں کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو"-آپؒ نے فرمایا "جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا-چنانچہ لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام محمد رکھا گیا"۔

وصال مبارک:

امام عسکریؒ مستنصر کے زمانے میں بغداد کے مضافات میں قصبہ "سرمن رائے" میں بروز دوشنبہ جمادی الاخر کے آخری ایام میں 254ھ میں فوت ہوئے۔

مزار مبارک:

امام عسکریؒ کی قبرانور "سرمن رائے" کی اسی سرائے میں ہے۔جو آپؒ کی ذاتی ملکیت تھی۔

****

امام ابومحمد حسین زکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام حسن عسکریؒ 10 ربیع الثانی 232ھ بروز جمعۃ المبارک مدینہ طیبہ میں متولد ہوئے۔

نام: حسین بن علی

کنیت: ابومحمد

لقب: زکی، عسکری، سراج

آپؒ کا لقب عسکری اس لیئے معروف ہے کہ آپؒ جس محلہ بمقام "سرمن رائے" میں رہے تھے اسے عسکر کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر مکیؒ کا کہنا ہے کہ:

"امام حسن عسکریؒ حضرت امام علی تقیؒ کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ارفع، اعلیٰ اور افضل تھے"۔

خلیفہ متوکل عباسی نے حضرت امام عسکریؒ کے والد حضرت امام علی عسکریؒ کو جبراً 236ھ میں مدینہ طیبہ سے سرمن رائے بلا لیا تھا۔ آپؒ کے ہمراہ ہی حضرت امام حسن عسکریؒ کو بھی آنا پڑا اس وقت آپؒ کی عمر 4 سال چند ماہ تھی حضرت امام علی عسکریؒ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن عسکریؒ سے لوگوں نے استفادہ اٹھانا شروع کیا۔ اور آپؒ کی خدمت میں لوگوں کی آمد ورفت اور سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ آپؒ نے جوابات میں ایسی حیرت انگیز معلومات کا انکشاف فرمایا کہ لوگ دنگ رہ گئے۔

حضرت امام عسکریؒ نے فرمایا:

1۔ دو بہترین عادتیں یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھے اور لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

2۔ اچھوں کو دوست رکھنے میں ثواب ہے۔

3۔ تواضع اور فروتنی یہ ہے کہ جب کسی کے پاس سے گزرے تو سلام کرے اور مجلس میں معمولی جگہ بیٹھے۔

4۔ بلاوجہ ہنسنا جہالت کی دلیل ہے۔

5۔ پڑوسیوں کی نیکی کو چھپانا اور برائی کو اچھالنا۔ ہر شخص کے لیے کمر توڑ دینے والی مصیبت اور بے چارگی ہے۔

6۔ غصہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

7۔ حسد کرنے اور کینہ رکھنے والے کبھی سکون قلب نہیں پا سکتے۔

8۔ بہترین متقی اور زاہد وہ ہے جو گناہ مطلقاً چھوڑ دے۔

9۔ بہترین عبادت گزار فرائض ادا کرنے والا ہے۔

10۔ لالچ اور حرص سے کوئی فائدہ نہیں جو ملنا ہے وہی ملے گا۔

11۔ جو دنیا میں بوؤ گے وہی آخرت میں کاٹو گے۔

12۔ کوئی کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو جب وہ حق کو چھوڑ دے گا تو ذلیل تر ہو جائے گا۔

13۔ جاہل کی دوستی مصیبت ہے۔

14۔ غمگین کے سامنے ہنسنا بے ادبی اور بدعملی ہے۔

15۔　اس انداز سے کسی کی تعظیم نہ کرو۔ جس کو وہ برا سمجھے۔

16۔　ہر بلا اور مصیبت کے پس منظر میں رحمت اور نعمت ہوتی ہے۔

17۔　سچ بولیں۔امانتیں چاہے مومن کی ہوں یا کافر کی ادا کریں۔

18۔　اپنے سجدوں کو طول دیں۔

19۔　موت اور اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہوں۔

20۔　جو شخص دنیا سے دل کا اندھا اٹھے گا آخرت میں بھی وہ اندھا ہی رہے گا۔

256ھ میں معتمد عباس برسر اقتدار آیا اور مسند خلافت پر بیٹھا۔اس نے خلافت سنبھالتے ہی حکم دیا کہ آپؒ کو قید کر دیا جائے قید میں آپؒ کے زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر اس شخص نے جو قید میں آپؒ کی نگرانی پر متعین تھا۔معافی مانگی یہاں تک کہ وہ وقت بھی آ گیا کہ جب دشمن بھی آپؒ کا معترف ہو گیا اور آپؒ کو قید سے رہائی مل گئی۔اب آپؒ پوری تندہی سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے لگے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا لوگ آپؒ سے فیض اٹھاتے آپؒ ان کو مسائل کا حل بتاتے اور لوگ سکون پاتے۔

کرامات:

زمین سے سونے کا نکلنا:

ایک شخص کا بیان ہے "میں نے حضرت سید زکیؒ سے اپنی غربت کی شکایت کی۔اس وقت آپؒ کے ہاتھ میں ایک چابک تھا۔آپؒ نے اس سے زمین کھودی اور زمین سے پانچ سو درہم کا سونا نکل آیا۔آپؒ نے سارے کا سارا سونا مجھے دے دیا"۔

قید اور تنگی کے لیئے عطا:

ایک شخص کا بیان ہے "میں قید خانے میں تھا میں نے قید کی تنگی اور جیل کی نگرانی کی شکایت حضرت زکیؒ کو لکھ بھیجی۔میں چاہتا تھا کہ اپنی تنگ دستی کے متعلق بھی کچھ لکھ بھیجوں مگر مجھے شرم آئی اس لیئے اس کے متعلق کچھ نہ لکھا۔آپؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا:"تم آج ظہر کی نماز اپنے گھر پر ہی پڑھو گے"

اللہ کے کرم اور فضل سے اسی دن میں قید سے رہا ہو گیا اور میں نے ظہر کی نماز گھر جا کر ہی پڑھی۔اچانک مجھے آپؒ کا قاصد آتا ہوا نظر آیا۔جو مجھے سو دینار دے کر گیا۔اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں لکھا ہوا تھا"جس وقت بھی تجھے پیسوں کی ضرورت ہو بغیر شرم و عار مانگ لیا کرو کیونکہ تم جس چیز کی بھی طلب کرو گے تمہیں وہی ملے گی"۔

وفات کی خبر:

ایک دعوت ولیمہ تھی۔جس میں شرکت کے لیے خلفاء کی اولاد آئی ہوئی تھی۔ایک لڑکا انتہائی بدتمیز تھا وہ طریقہ ادب و آداب سے بالکل عاری تھا۔بس بیہودہ باتیں کرتا اور ہنستا۔حضرت عسکریؒ نے اپنا چہرہ انور اس کی طرف کر کے کہا؛"تم ہنسی کے گول گپے کیوں بنے جاتے ہو؟تمہیں اللہ کا ذکر بھول گیا ہے۔یاد رکھو تین دن کے بعد اہل قبور میں سے ہو گے"۔یہ سن کر وہ نوجوان بے ادبی سے باز آ گیا لیکن جب کھانا کھایا تو بیمار ہو گیا اور تیسرے دن فوت ہو گیا۔

وصال:

امام زکیؒ کی وفات "سر من رائے" میں 260ھ میں ہوئی۔

قبر مبارک:

آپؒ اپنے والد حضرت علی عسکریؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

****

حضرت اِمام مہدی رحمتہ اللہ علیہ

قیامت کی علامت صغریٰ اور علامات کبریٰ کی درمیانی کڑی:

مہدی کون ہیں؟

امام مہدی جن کا انتظار ہو رہا ہے وہ حسن بن فاطمہ بنت رسول خاتم النبیین ﷺ کی اولاد میں سے اہل بیت کا ایک مسلمان نوجوان ہوگا۔ اُس کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا یعنی اُس کا نام نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے نام پر اور اُس کے باپ کا نام آپ خاتم النبیین ﷺ کے والد کے نام پر ہوگا۔ محمد بن عبداللہ مہدی کی تعریف نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اِس طرح فرمائی:

ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ’’مہدی میری اولاد سے ہوں گے، جو کہ کشادہ پیشانی اور بلند ناک والے ہوں گے، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی، وہ سات سال حکومت کرے گا۔‘‘ (مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 5454)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوگا، اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس کی اصلاح فرمائے گا"۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 12925)

"اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس کی اصلاح فرمائے گا" اِس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خلافت اور آخری زمانے کے فتنوں اور جنگوں کے درمیان مسلمانوں کی قیادت کے لیے تیار کرے گا"۔ امام مہدی کی آمد اور اُن کے ظہور کی علامات کے بارے میں احادیث نقل کرنے سے پہلے دو باتیں سمجھ لینا ضروری ہیں۔

1۔ ظہور مہدی کسبی بات نہیں ہے۔ امام مہدی کو اِس کا علم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایک رات میں اُن کی نوک پلک سنوار کر اُن کو ایک ایسی قوم کے لیے تیار کریں گے۔ جس کے پاس کوئی طاقت نہ ہوگی۔ یہ لوگ کعبہ کے قریب اُن کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ جبکہ وہ خود اِس بیعت کو پسند نہیں کرے گا۔ یہ ایک تقدیر کا فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کو مقرر کیا اور لوح محفوظ پر درج کر دیا۔ اِس وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ امام مہدی پر ایمان لانا شرعاً واجب ہے۔ کیونکہ اُن کے بارے میں مروی احادیث متواتر ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک متواتر احادیث علم قطعی کا ذریعہ ہیں۔ اِس کا علم واجب اور ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ حدیث متواتر کو جھٹلانے والا اور اِس کا منکر دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ (کافر ہو جاتا ہے)

ظہور مہدی کا وقت:

ہم امام مہدی کے منتظر ہیں۔ جو ہر مجدون کی مشہور معروف جنگ کے بعد آئیں گے۔

حدیث: رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "عنقریب اہل روم (یورپ اور مغربی دنیا) امن کی غرض سے تمہارے ساتھ صلح کر لیں گے۔ پھر تم اور اہل روم اپنے پرے ایک دشمن سے جنگ کرو گے۔ پھر تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہیں مالِ غنیمت حاصل ہوگا۔ پھر تم واپس لوٹو گے اور ایک پہاڑ والی چراگاہ پر اُترو گے۔ پھر ایک عیسائی صلیب بلند کرے گا اور کہے گا کہ "صلیب غالب آگئی"۔ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان یہ سُن کر غضبناک ہو جائے گا اور وہ اُٹھ کر صلیب کو توڑ پھوڑ ڈالے گا۔ جس پر اہل روم معاہدہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جنگ کے لیے تیار ہو جائیں گے "۔ (سنن ابی داؤد، جلد 4، حدیث نمبر 4292) "اور تمہارے مقابلہ کے لیے اسی جھنڈوں کے ساتھ فوج لے کر آئیں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی"۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4042)

پس ظہور مہدی کا وہی وقت ہوگا جب اہل روم عہد شکنی کریں گے اور ہمارے خلاف ایک عظیم لشکر جمع کریں گے۔

رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

حدیث (ترجمہ): "مسلمانوں کا ایک لشکر ان سے لڑنے کے لیے بھیجا جائے گا تا کہ ان کا خاتمہ کر دے۔ عجیب بات ہے کہ میری امت کے لوگ کعبہ کا قصد کریں گے تا کہ قریش کے اِس آدمی کو پکڑیں جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوگی۔ یہاں تک کہ مدینے سے تھوڑی دور ذی الحلیفہ میں یہ لوگ زمین میں دھنس جائیں گے۔ ایک یا دو

لوگ بچ جائیں گے۔ جولوگوں کوزمین میں دھنس جانے والوں کی خبر دیں گے "۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4063)

اُس وقت لوگوں کومعلوم ہوجائے گا کہ بیت اللہ کا یہ پناہ گزیں خلیفتہ اللہ مہدی ہے۔ وہ ایسا انسان ہے کہ اُس کے احترام اور دفاع کی خاطر اللہ تعالی فوج کو زمین دوز کر دے گا۔ یہ دیکھ کر لوگ جماعتوں اور گروہوں کی شکل میں اُن سے بیعت کریں گے شام کے ابدال اور صالحین اور عراق کے اولیاء اور نیک لوگوں کی جماعتیں اِن سے بیعت کریں گی۔ اوراُن سب پر ان سے بیعت واجب ہوگی۔

پس ظہور مہدی کی یقینی علامت یہ ہے کہ جو فوج اُن کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجی جائے گی۔ وہ زمین میں دھنس جائے گی۔ یہ لشکر جومہدی اور ان کے ساتھیوں کوختم کرنے کے لیے نکلے گا۔ وہ پیادہ فوج پر مشتمل ہوگا۔ یہ اِس بات کی دلیل ہوگی کہ ہرمجدون والی اتحادی جنگ جوظہور مہدی سے تھوڑی دیر پہلے ہوگی اُس میں میزائل، جنگی جہاز اور جنگی اہمیت کا تمام سامان تباہ ہوجائے گا گو یا ٹیکنالوجی ختم ہوجائے گی۔ وگرنہ اِس لشکر کوشام سے مکہ تک صحرانوردی کی کیا ضرورت تھی؟

مہدی اوراُن کے ساتھیوں کے پاس نہ نفری ہوگی نہ سامان جنگ ہوگا اور نہ کوئی دوسری طاقت۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی احادیث میں جو لشکر مہدی کے خلاف لڑنے کو آرہا تھا۔ اُس کے زمین میں دھنس جانے کا منظر اِس طرح پیش کیا گیا ہے:۔

ترجمہ:"جب مہدی کو پکڑنے کے ارادے سے لشکر تیز تیز چل رہا ہوگا تو لشکر کا درمیانی حصہ زمین میں دھنس جائے گا (اُن کے زمین میں دھنس جانے پر پچھلے لشکر کے لوگ آگے والے لوگوں کو پکاریں گے وہ پیچھے مڑ کر دیکھیں گے) تو یہ لشکر زمین میں دھنس کر نظروں سے اوجھل ہو چکا ہوگا اور اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا باقی لشکر کے ہوش اڑ جائیں گے اِسی کے ساتھ ہی پچھلا لشکر زمین دوز ہوگا اور یہ لوگ ایک دوسرے کو پکاریں گے کہ اس کے بعد اگلا لشکر بھی زمین دوز ہوجائے گا"۔ تمام لشکر کے زمین میں جانے سے پہلے زمین کے اندر سے آوازوں کا شور اور گونج سنائی دے گی۔ اِس عذاب سے صرف ایک یا دو لوگ بچیں گے جو لوگوں کو بتائیں گے کہ لشکر پر کون سی بلا کیسے نازل ہوئی؟ جونہی لشکر کے زمین میں دھنسنے کا چرچا ہوگا لوگ مشرق اور مغرب سے امام مہدی کے پاس بیعت کرنے کے لیے آئیں گے اور ان کی مدد کا وعدہ کریں گے۔ ان کا نعرہ ایک ہی ہوگا "فتح یا شہادت" اس طرح مہدی کے ساتھ توحید پسندوں کا ایک لشکر جمع ہوجائے گا۔ انہیں آرام اور سکون کی فرصت نہ ہوگی۔ وہ ایسے معرکوں میں کود پڑیں گے اور ایسی جنگیں کریں گے۔ جن میں آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہوجائیں گی۔ تلواریں چمکیں گی، گھوڑے ہنہنائیں گے اور دل اُچھل کر حلق میں آجائیں گے۔ مقتولین کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی اور خون کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ گھوڑے اس خون میں کودتے پھریں گے"۔

ارتداد کا یہ فتنہ بہت سخت ہوگا۔ ہم اللہ تعالی سے سلامتی اور ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔

اگر ہم امام مہدی کی جنگوں پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ دنیا بھر سے اور تمام دنیا اُن سے جنگ کرے گی۔

امام مہدی جہاد کریں گے۔

1۔ جزیرۃ العرب کے مسلمانوں سے　　2۔ فارس کے شیعہ مسلمانوں سے　　3۔ روم (یورپ اور امریکہ) سے

4۔ روس سے　　5۔ لادین ترکوں سے (قسطنطنیہ میں)　　6۔ یہودیوں سے

7۔ روما سے　　8۔ کمیونسٹوں سے (خورستان وکرمان میں)

ان سب جنگوں میں امام مہدی کو فتح ہوگی۔

ظہورِ مہدی کی علامات:

1۔ عراق اور شام کا محاصرہ اور پابندی:

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:"وہ وقت دور نہیں کہ عراق والوں کے پاس روپیہ اور غلہ آنے پر پابندی لگا دی جائے گی"۔ لوگوں نے پوچھا" پابندی کون لگائے گا"؟ فرمایا" عجمی (اقوام متحدہ)"۔ پھر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا" وہ وقت قریب ہے جب اہل شام پر پابندی لگا دی جائے گی"۔ لوگوں نے پوچھا" یہ رکاوٹ کس جانب سے ہوگی"؟ فرمایا" اہل روم کی جانب سے"۔ پھر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:" میری امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو اموال لپ بھر بھر کر دے گا اور شمار نہیں کرے گا"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 7315)

نیز آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اسلام اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹے گا۔ پھر فرمایا "مدینے سے جب بھی کوئی (اس سے بے رغبتی کی وجہ سے) نکل جائے گا تو اللہ تعالی اُس سے بہتر کو وہاں آباد کر دے گا۔ کچھ لوگ سنیں گے کہ فلاں جگہ ارزانی ہے۔ اور باغ وزراعت کی فراوانی ہے تو کچھ لوگ مدینے کو چھوڑ کر وہاں چلے جائیں حالانکہ ان کے لیے مدینہ ہی بہتر تھا اگر وہ اس بات کو جانتے۔ مگر وہ اس بات کو نہیں جانتے"۔ (مستدرک ج نمبر 4 صفحہ نمبر 456)

2۔ خلیج کی جنگ (کویت پر حملہ):

حدیث: سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی سند سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا "ہم رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "چھپنے والا فتنہ جس کے بعد سیاہ فتنہ اٹھے گا اور خون ریز معرکے ہوں گے اہل بیت میں سے ایک فاسق اور فاجر شخص کے ہاتھوں برپا ہوگا"۔ (سنن ابی داؤد)

3۔ سونے کا پہاڑ اور عراق کی جنگ:

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک دریائے فرات سونے کے پہاڑ کے اوپر سے سرک نہ جائے گا لوگ اِس کے حصول کے لیے لڑیں گے (لڑائی اتنی شدید ہوگی کہ) ہر 100 میں سے 99 مارے جائیں گے۔ اُن میں سے ہر ایک اِس اُمید پر پڑے گا۔ کہ شاید میں ہی وہ بچ جانے والا ہوں"۔　　　　(مشکوۃ، جلد 2 صفحہ 429)

دریائے فرات عراق میں ہے۔ صدر صدام نے دریائے فرات کا منہ موڑ دیا تھا جس کی وجہ سے دریائے فرات اس طرف سے خشک ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں ہے جب دریائے فرات میں سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا اِس خزانے کی لالچ بُری بلا ہے۔ اِس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سونے سے مراد سیال سونا ہے (یعنی تیل)

4۔ افغانستان پر حملہ:

حدیث: حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب تُو دیکھے کالے جھنڈے خراساں (افغانستان) کی طرف سے آتے ہیں تو تُو ان میں شامل ہو جانا۔ کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا"۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4084) حضرت امام مہدی نسبتاً عرب ہوں گے لیکن وہ افغانستان میں جہاد کے لیے آئے ہوئے ہوں گے۔ اور جب یہ لشکر سعودی عرب پہنچے گا تو اس میں امام مہدی بھی ہوں گے۔ (مسند احمد، جلد 5 صفحہ 277)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالی سے ایک حدیث مروی ہے "ایک خلیفہ کی وفات کے بعد نئے خلیفہ کے انتخاب پر مسلمانوں میں اختلاف ہو گا۔ خاندان ہاشم کا ایک شخص (حضرت مہدی) اِس خیال سے کہ کہیں لوگ مجھے خلیفہ نہ بنا دیں مدینہ سے مکہ چلا جائے گا"۔

5۔ حاجیوں کا قتل:

حدیث: حضرت عمرو ابن شعیبؒ نے اپنے والد اور انہوں اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ:

ترجمہ: رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ذی قعدہ کے مہینے میں قبائل کے درمیان کشمکش اور معاہدہ شکنی ہوگی۔ چنانچہ حاجیوں کو لُوٹا جائے گا اور منٰی میں جنگ ہوگی قتلِ عام ہوگا۔ خون خرابہ ہوگا یہاں تک کہ جمرہ عقبیٰ پر بھی خون بہہ رہا ہوگا"۔ (بحوالہ المستدرک جلد 4 صفحہ 549)

مستدرک ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں "لوگ بھاگے ہوئے حضرت مہدی کے پاس آئیں گے۔ تو حضرت مہدی اس وقت کعبہ شریف سے لپٹ کر رو رہے ہوں گے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں گویا اس وقت ان کے آنسو دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ لوگ اس وقت ان کے پاس آکر بیعت کریں گے اور وہ امام مہدی نہ چاہتے ہوئے بھی لوگوں کو بیعت کر لیں گے"۔

6۔ ایک چیخ:

نعیم بن حمادؒ نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ (ایک) رمضان میں آسمان پر چمکتے ہوئے ستون کی طرح ایک علامت ظاہر ہوگی۔ اِس کے بعد شوال کے مہینے میں بلائیں آئیں گی۔ ذی قعدہ میں ہلاکت ہوگی اور ذوالحجہ میں حاجیوں کو لُوٹ لیا جائے گا۔ پھر محرم کا مہینہ ہے۔ کیا بات

ہے محرم کے مہینے کی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر (کسی) رمضان میں ایک چیخ سنائی دے۔ تو شوال میں شور شرابہ ہوگا ہم نے پوچھا یا رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم یہ چیخ کیسی ہوگی؟ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 15 رمضان المبارک جمعہ کی رات کو ایک دھماکا ہوگا۔ جو سونے والوں کو بیدار کر دے گا۔ کھڑے ہونے والوں کو بیٹھا دے گا۔ شریف زادیاں اپنی خواب گاہوں سے نکل آئیں گی۔ اِس سال زلزلے بہت آئیں گے۔ جب تم جمعہ کے دن (کسی بھی رمضان میں) فجر کی نماز پڑھ کر آؤ۔ تو اپنے گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں بند کر لینا۔ اپنی چادریں اُوڑھ لینا اور کان بند کر لینا اور جب تمہیں چیخ کا احساس ہو تو اللہ تعالی کے آگے سجدے میں گر جانا اور یہ پڑھنا سبحان الما لکُ القدوس۔ سبحان الما لک القدوس جو ایسا کرے گا نجات پا جائے گا اور جو ایسا نہ کرے گا ہلاک ہو جائے گا۔

(ہرمجدون)

7۔ چاند اور سورج گرہن کا لگنا:

محمد بن علیؓ کا قول ہے کہ ہمارے امام مہدی کے آنے کی دو نشانیاں ہیں۔ جو زمین اور آسمان کی تخلیق سے لے کر آج تک نظر نہیں آئیں۔ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن لگے گا (شاید یہ وہی رمضان ہوگا جس میں چیخ سنائی دے گی)۔ علم فلکیات کی رو سے چاند کو ہمیشہ مہینے کے درمیان 13، 14 اور 15 تاریخ کو گرہن لگتا ہے اور سورج کو مہینے کی آخری تاریخوں 27، 28 اور 29 کو گرہن ہوتا ہے۔ اس سال 15 رمضان کو سورج گرہن ہوگا۔ جب سے اللہ تعالی نے زمین اور آسمان کو پیدا فرمایا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ چاند کو پہلی تاریخ کو گرہن ہو اور سورج کو 15 تاریخ کو گرہن ہو۔ یہ دو بہت بڑی نشانیاں امام مہدی کی آمد کی ہیں۔

تنبیہ:

اِسی علامت پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر کوئی سیارہ زمین اور چاند کے درمیان نمودار ہوا۔ تو عین ممکن ہے کہ ذرائع ابلاغ اسے چاند گرہن ہی نہ کہیں۔ اور اخباروں یا ٹی وی پر یہ خبر کسی اور انداز میں شائع ہو۔ جیسے چاند کے سامنے ایک سیارہ آ گیا وغیرہ وغیرہ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علامت پوری ہو جائے اور ہمیں خبر بھی نہ ہو۔

8۔ استاد جمال الدین نے اپنی کتاب (ہرمجدون) میں استنبول کے ایک کتب خانے میں موجود ایک نایاب مخلوط (ملا جلا مواد) کی عبارت نقل کی ہے۔ جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اسے بیان کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ لیکن جب اپنی موت کا احساس ہوا۔ تو اِس بات سے خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں علم چھپا ہوا نہ رہ جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے اپنے خوف کا اظہار کیا اور بتایا "ایک خبر ہے جو مجھے معلوم ہے کہ آخری زمانے کی جنگوں میں کیا ہوگا؟ لیکن میں اِس کو بتاتے ہوئے ڈرتا ہوں"۔ لوگوں نے کہا" آپ خوف نہ کریں اور ہمیں بتائیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں" تو وہ بتانے لگے انہوں نے فرمایا:

1)۔ 1300 ہجری کے عشروں میں اور ان عشروں کو ملاتے جائیں تو ساری دنیا کی جنگ لازمی ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی ہوگی کہ جنگ ہو۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا ایک عشرہ یا دو عشروں کی بات ہوگی کہ ایک آدمی "جرمن" نامی ملک پر حکمران ہوگا جس کا نام "ھُر" ہوگا (ہٹلر) وہ ساری دنیا پر حکومت کرنے کا ارادہ کرے گا۔ وہ برف اور خیر کثیر کے ممالک میں ہر کسی سے جنگ کرے گا روس یا دوش کے سردار اُسے قتل کر دیں گے۔

2)۔ 1300 ہجری کی دہائیوں میں مصر میں ایک آدمی حکومت کرے گا اس کی کنیت ناصر ہوگی۔ عرب اسے "عربوں کا ہیرو" کے نام سے پکاریں گے۔ اللہ اُسے کئی جنگوں میں ذلیل اور خوار کرے گا اور اس کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ اللہ کو منظور ہوگا کہ اس کے پسندیدہ مہینے میں مصر کو فتح ہو جائے گی (مصر فتح ہو جائے گا)۔ بیت اللہ اور عربوں کا رب مصر کو ایک گندمی رنگ کے "سادا" (سادات) نامی ایک شخص کے ذریعے خوش کرے گا۔ اس کے باپ کا نام اس سے بڑھ کر نور والا ہوگا (انور) لیکن وہ "بلاحزین" (یروشلم) کی مسجد اقصیٰ کے چوروں سے مصالحت کر لے گا۔

3)۔ شام کے علاقے عراق میں ایک جابر حاکم ہوگا اس کی ایک آنکھ میں تھوڑا سا فتور ہوگا۔ اس کا نام "صدام" ہوگا۔ وہ اپنے ہر مخالف سے لڑے گا۔ ساری دنیا اس کے خلاف چھوٹے سے "کوت" میں جمع ہو جائے گی (کویت میں) اور وہ فریب خوردہ (امریکہ کا بہکایا ہوا) اس میں داخل ہوگا۔ وہ خیر بھی ہوگا اور شر بھی ہوگا۔ خرابی ہے اُس کے لیے جو مہدی امین سے خیانت کرے۔

4)۔ 1400 ہجری کی دہائیوں میں مہدی امین کا ظہور ہوگا۔ وہ ساری دنیا سے جنگ کریں گے۔ سب گمراہ اور غضب کے مارے لوگ (یہود و نصاریٰ) اُس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی ہوں گے جو نفاق کی حدِ کمال تک پہنچے ہوئے ہوں گے (یعنی منافق، فاسق اور فاجر مسلمان اور اہل روم)۔ اُس دن یہ تمام لوگ پوری دنیا کو گمراہی اور کفر کی طرف بلائیں گے اس زمانے میں دنیا بھر کے یہودی اوج کمال تک پہنچے ہوئے ہوں گے۔ بیت المقدس اور پاک شہران کے قبضے

میں ہو گا۔ بحر و براور فضاء سے تمام ممالک آدھمکیں گے۔ سوائے ان ملکوں کے جہاں بہت زیادہ برف پڑتی ہے یا بہت زیادہ گرمی پڑتی ہے۔ مہدی دیکھیں گے کہ دنیا بڑی بڑی سازشوں کے ساتھ ان کے خلاف صف آراہیں اور وہ جانتا ہو گا کہ اللہ تعالی کی تدبیر سب سے زیادہ کارگر ہو گی۔ وہ جانتا ہو گا کہ ساری کائنات اس مالک حقیقی کی ہے۔ سب کو اسی کی طرف واپس جانا ہے۔ یعنی وہ اہلِ روم اور اس کے اتحادیوں سے ہرگز نہ گھبرائے گا۔ اور نہ ہی اُن کے اسلحہ سے خوف زدہ ہو گا۔ بلکہ وہ اللہ تعالی کی عظمت اور بڑائی بیان کرے گا اور اللہ تعالی کے غیر کی نفی کرے گا اور وہ اُن پر انتہائی کرب ناک تیر چلائے گا۔ غیبی مدد آئے گی زمین والے کافروں پر لعنت کریں گے اور اللہ تعالی ہر کفر کو مٹانے کی اجازت دے دے گا"۔ (حدیث ابو ہریرہؓ ختم ہوئی)

9-حدیث:

حضرت عُمیر بن ہانیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "جب لوگ دو خیموں میں تقسیم ہو جائیں گے ایک اہل ایمان کا خیمہ جس میں نفاق بالکل نہ ہو گا اور دوسرا منافقین کا خیمہ جس میں ایمان بالکل نہ ہو گا تو تُم دجال کا انتظار کرنا کہ آج آئے یا کل آئے"۔ (ابو داؤد۔ مستدرک۔ الفتن نعیم بن حماد)

10-حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: " خراساں سے کالے جھنڈے والے نکلیں گے۔ ان کے راستے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکے گی۔ حتیٰ کہ وہ ان جھنڈوں کو ایلیا (بیت المقدس) میں نصب کر دیں گے "۔ (جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث نمبر 2269)

11-حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ:

ترجمہ: "بیت المقدس کی آبادی مدینہ منورہ کی بربادی کا سبب ہو گی اور مدینہ منورہ کی بربادی فتنہ اور بہت بڑی جنگ کا پیش خیمہ ہو گی۔ اور یہ بہت بڑی جنگ فتح قسطنطنیہ کا سبب ہو گی اور فتح قسطنطنیہ خروج دجال کا سبب ہو گی"۔ (ابو داؤد شریف، جلد 4، حدیث نمبر 4294)

حضرت دانیال علیہ السلام:۔

شام کے شہر بصریٰ کے قریب ایک شہر تھا جس کا نام " تُستر " تھا جسے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت ابو موسی اشعریؓ نے فتح کیا تھا۔ "ہرمزان" بادشاہ کے خزانے کی تلاشی کے دوران ایک تابوت ملا۔ جس میں ایک شخص کی میت رکھی ہوئی تھی۔ اس کے سر کے پاس ایک صحیفہ رکھا ہوا تھا۔ قریب ہی ایک انگوٹھی رکھی ہوئی تھی اور ایک عدد مٹکے میں چربی بھری ہوئی تھی۔ اور تقریباً دس ہزار درہم رکھے ہوئے تھے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ بنی اسرائیل کے نبی حضرت دانیال علیہ السلام ہیں۔ جس شخص نے اس تابوت کی خبر دی تھی۔ اس کا نام " حرقوس " تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرت دانیال علیہ السلام ہیں تو ان کے جسم سے لپٹ گئے اور فرطِ جذبات میں ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس واقعہ کی اطلاع امیر المومنین حضرت عمرؓ کو دی۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا " حضرت دانیال علیہ السلام کو بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دیا جائے اور ایسی جگہ اور ایسے طریقے سے دفن کیا جائے کہ کسی کو ان کی قبر مبارک کا پتہ نہ چلے۔ تا کہ لوگ ان کی میت کو نکال نہ لیں۔ درہم بیت المال میں جمع کروا دیئے جائیں۔ اور چربی میں سے کچھ ہمیں بھجوا دی جائے اور انگوٹھی آپؓ کی یعنی حضرت ابو موسی اشعری کو ہدیہ میں دے دی اور " حرقوس " کو ہمارے پاس بھجوا دو تا کہ ہم اسے جنت کی خوشخبری سنا دیں کیونکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو تمہیں حضرت دانیال علیہ السلام کا پتہ بتائے تم اس کو جنت کی خوشخبری دے دینا نیز نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ امت محمدیہ ﷺ انہیں دفن کریں۔ اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی"۔

چنانچہ ابو یعلی جو اس واقعے کے راوی ہیں فرماتے ہیں "ہم نے دن کے وقت تیرہ (13) قبریں تیار کیں اور رات کے وقت ان میں سے ایک قبر میں حضرت دانیال علیہ السلام کو دفن کر دیا اور تمام قبریں اوپر سے ایک جیسی بند کر دیں تا کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کس قبر میں ہیں"۔

حضرت دانیال علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اس وقت کے بادشاہ کو نجومیوں نے بتایا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تمہاری حکومت کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں اُس بچے کو قتل کروا دوں گا۔ اِس کے کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بادشاہ وقت کو معلوم ہوا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو شیروں کے کچھار میں چھوڑ دیا۔ لیکن اللہ تعالی کی شان کہ شیروں نے آپ علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچایا بلکہ شیروں کے بچے آپ علیہ السلام سے کھیلنے لگے۔ اِس

طرح اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔حضرت دانیال علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا تھا بخت نصر کے بعد جو بادشاہ ہوا اس کا نام "نیپوشانے زار" تھا۔اس نے ایک مرتبہ ایک عجیب وغریب خواب دیکھا۔اس کو کسی نے بتایا کہ ایک نوجوان ہے اس کا نام دانیال علیہ السلام ہے۔وہ اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے۔اس بادشاہ نے دانیال علیہ السلام کو بلوا بھیجا۔حضرت دانیال علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس خواب کی تعبیر ان پر کھول دے۔اس کے بعد وہ بادشاہ کے پاس گیا بادشاہ نے بہت سے انعام واکرام کا وعدہ کیا۔آپ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کسی قسم کے انعام کا لالچ نہیں ہے۔آپ خواب بتائیں تا کہ میں اُس کی تعبیر آپ کو بتادوں۔بادشاہ نے انہیں اپنا خواب سنایا جو نہایت طویل اور بے حد عجیب وغریب تھا۔حضرت دانیال علیہ السلام نے اُس خواب کی تعبیر بتانا شروع کی اس میں قیامت تک ہونے والے بڑے بڑے واقعات کا ذکر تھا۔ان واقعات میں اسرائیل کی ریاست کا قیام، بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ، اور اس پلید ریاست اسرائیل کے خاتمے کا سال بھی بتایا گیا تھا۔

وہ صحیفہ جو حضرت دانیال علیہ السلام کی میت کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔اس کا ترجمہ حضرت کعب احبارؓ نے کیا۔حضرت عمرؓ کے زمانے میں وہ حیات تھے۔اس صحیفے میں آنے والے واقعات کی پیشن گوئیاں کی گئیں تھیں۔ان پیشن گوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی مسجد اقصیٰ پر قبضہ کرلیں گے اور پلید ریاست اسرائیل قائم کر لیں گے- پھر اس ریاست کا خاتمہ ہوجائے گا۔اس خاتمے کا حتمی سال کسی کو معلوم نہیں ہے۔لیکن یہودیوں کا ارض فلسطین ہارنا اور آخری بربادی کا شکار ہونا یقینی ہے۔

حدیث: حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالیں گے۔اس کے بعد خلافت علی منہاج نبوت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو اس کا رہنا منظور ہوگا۔پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے۔اس کے بعد ایک طاقتور بادشاہت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو اس کا رکھنا منظور ہوگا۔پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لیں گے۔اس کے بعد دھونس دھاندلی اور سینہ زوری کی حکومت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو اس کا رہنا منظور ہوگا۔اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت ہو گی"۔اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ خاموش ہو گئے۔

12- سفیانی:

سفیانی کون ہے؟

"شرح مشکوٰۃ مظاہر حق جدید" میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ:

سفیانی نسلی طور پر خالد ابن یزید ابن معاویہؓ ابن ابوسفیانؓ (اُموی) کی پُشت سے تعلق رکھتا ہوگا۔یہ بڑے سر اور چیچک زدہ چہرے والا ہوگا۔اس کی ایک آنکھ میں سفید دھبہ ہوگا۔اس کے ساتھ قبیلہ بنوکلب کے لوگوں کی کثرت ہوگی۔لوگوں کا خون بہانا سفیانی کا مشغلہ ہوگا۔یہاں تک کے حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کروا کر ان کو بھی قتل کروادے گا۔وہ جب امام مہدی کے خروج کی خبر سنے گا تو ان سے جنگ کے لیے لشکر روانہ کرے گا۔اللہ تعالیٰ سفیانی کے اس لشکر کو شکست دے گا۔یہی کلب کی جنگ ہوگی۔اور خسارہ ہوا اس شخص کے لیے جو کلب کی غنیمت سے محروم رہا۔سفیانی چونکہ اہل روم کا تیار کردہ ایک مہرہ ہوگا۔اس لیے امام مہدی پہلے ہی اِس کی ہِٹ لسٹ پر ہوں گے۔یہودیوں کی نظر بیت المقدس کی فتح کے بعد اب مدینہ منورہ پر ہیں۔مدینہ منورہ کی بربادی کا المناک واقعہ یہودیوں کے تیار کردہ لیڈر سفیانی کے ہاتھوں ہوگا لیکن سفیانی کا مدینہ منورہ پر قبضہ مختصر عرصے کے لیے ہوگا۔انہی دنوں حضرت امام مہدی کا ظہور ہوجائے گا۔سفیانی کا ایک لشکر حضرت امام مہدی کو ختم کرنے کے لیے آئے گا اور وہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔حضرت امام مہدی سفیانی کو زمین پر لٹا کر بکری کی طرح ذبح کردیں گے۔اِس ذلت آمیز شکست کے بعد تمام اتحادی (اہل روم) پوری دنیا کو ورغلا کر حضرت امام مہدی کے خلاف جمع کردیں گے۔

ملک شام میں "مجیدو" نامی پہاڑ کے قریب جنگ ہوگی۔جس میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوگی اس فتح کے بعد مسلمان ترکی کو فتح کریں گے۔پھر خلیفہ امام مہدی خزانوں کے منہ کھول دیں گے۔لوگوں کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی سنت پر چلائیں گے۔اسلام خوب مستحکم ہوجائے گا۔

مسلمانوں کو پے درپے فتح اور یہود ونصارٰی کی شکست کے نتیجے میں دجال غصّہ سے لبریز ہوکر خروج کرے گا۔اپنے خروج کے بعد دجال تیز تیز چل کر زمین کی سیاحت کرے گا۔اور لوگوں کو گمراہی میں ڈال کر اپنے فتنوں کے شر سے لوگوں کو تکلیفیں پہنچائے گا۔لوگ بھاگ بھاگ کر پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔

امام مہدی اور اُن کے ساتھی شام کے شہر دمشق میں دجال کے ہاتھوں بُری طرح تباہ ہَو کر ایک پہاڑ میں محصور ہَو جائیں گے۔قحط بھوک اور تکلیف ان کو ناتواں

کردے گی کہ اچانک کشائش کا دروازہ کھل جائے گا۔اور اللہ تعالیٰ کی مدد اللہ کے دوستوں کے لیئے آجائے گی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو اللہ تعالیٰ زمین پر دوبارہ نزول کی اجازت دے دیں گے۔وہ امام مہدی اور اُن کے ساتھیوں کے پاس دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے قریب دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔اُس وقت امام مہدی فجر کی نماز کی امامت کے لیئے کھڑے ہو چکے ہوں گے۔اقامت کہی جا چکی ہوگی۔امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر پیچھے ہٹیں گے۔لیکن وہ اُن کو آگے بڑھاتے ہوئے کہیں گے کہ "اِس نماز کی اقامت تمہارے لیئے کہی جا چکی ہے اِس لیئے تم ہی نماز پڑھاؤ"۔امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور باقی مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے۔سلام پھیرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے "اللہ کے دشمن دجال کے مقابلے کے لیئے نکلو"۔جونہی دروازہ کھولا جائے گا۔دجال بھاگ نکلے گا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس کا پیچھا کریں گے اور نیزہ مار کر اُس کو ختم کر دیں گے۔اُس وقت دجال کے ساتھ رہنے والے یہودیوں کو معلوم ہوگا کہ وہ رب نہ تھا۔اور یہ دیکھ کر 70 ہزار یہودی بھاگ کھڑے ہوں گے۔وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مہدی اور مسلمانوں سے چھپ جائیں گے۔وہ جس چیز کے پیچھے چھپیں گے اللہ اُس چیز کو زبان عطا فرمائے گا اور وہ کہے گا "یہ میرے پیچھے فلاں یہودی ہے"۔

دجال کے خاتمے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔صلیب کو توڑ دیں گے۔بحالت خلافت حضرت امام مہدی دنیا میں سات سال یا نو سال زندہ رہیں گے۔پھر وفات پائیں گے۔مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔ (ابو داؤد)

حضرت اِمام مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلقہ احادیث

حضرت مہدی علیہ السلام امام برحق اور بنو فاطمہ سے ہیں:۔

1۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو (امام) مہدی کا ذکر کرتے ہوئے سنا آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "مہدی حق ہے۔(یعنی ان کا ظہور برحق اور ثابت ہے) اور وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے"۔(حاکم، المستدرک، 4: 600، رقم: 8671)

2۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو خود فرماتے سنا ہے "ہم عبد المطلب کی اولاد اہلِ جنت کے سردار ہوں گے۔یعنی میں حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی رضی اللہ عنہم اجمعین"۔(ابن ماجہ، السنن، 2: 1368، رقم: 4087)

3۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور خاتم النبیین ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''مہدی میری عترت (اہل بیت) سے ہونگے، جو میری سنت (کے قیام) کیلئے جنگ کریں گے، جس طرح میں نے وحی الٰہی (کی اتباع) میں جنگ کی"۔(نعیم بن حماد، الفتن، 1: 371، رقم: 1092-سیوطي، الحاوي للفتاویٰ، 2: 74)

4۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تمہارے اور روم کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی۔چوتھی صلح ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگی جو آل ہرقل سے ہوگا اور یہ صلح سات سال تک برابر قائم رہے گی"۔رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا گیا "اس وقت مسلمانوں کا امام کون شخص ہوگا"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا جس کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔اس کا چہرہ ستارہ کی طرح چمکدار، اس کے دائیں رخسار پر سیاہ تل ہوگا، اور دو قطوانی عبائیں پہنے ہوگا، بالکل ایسا معلوم ہوگا جیسا بنی اسرائیل کا شخص، وہ دس سال حکومت کرے گا، زمین سے خزانوں کو نکالے گا اور مشرکین کے شہروں کو فتح کرے گا"۔(طبراني، المعجم الکبیر، 8: 101، رقم: 74۔ ھیثمی مجمع الزوائد، 7: 319-۔طبرانی، المسند الشامیین، 2: 410، رقم: 1600)

امام مہدی علیہ السلام کا دورِ خلافت آئے بغیر قیامت بپا نہیں ہوگی:۔

1۔ امام حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''جامع ترمذی'' میں فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا بادشاہ ہو جائے جس کا نام میرے نام کے مطابق (یعنی محمد) ہوگا"۔(ترمذي، الجامع الصحیح، 4: 505، رقم: 2230-بزار، المسند، 5: 204، رقم: 180۔حاکم، المستدرک، 4: 488، رقم: 8364)

2- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" میرے اہلِ بیت سے ایک شخص خلیفہ ہوگا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے "اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ تعالیٰ اسی ایک دن کو اتنا دراز فرما دے گا یہاں تک کہ وہ شخص (یعنی مہدی علیہ السلام) خلیفہ ہو جائے"۔ (ترمذی، الجامع الصحیح، 505:4، رقم:2231۔ احمد بن حنبل، المسند، 376:1، رقم:3571)

3- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ زمین ظلم و جور اور سرکشی سے بھر جائے گی، بعد ازاں میرے اہلِ بیت سے ایک شخص (مہدی) پیدا ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا"۔ (مطلب یہ ہے کہ خلیفہ مہدی کے ظہور سے پہلے قیامت نہیں آئے گی) (حاکم، المستدرک، 600:4، رقم:8669)

امام مہدی علیہ السلام زمین پر معاشی عدل کا وہ نظام نافذ فرمائیں گے کہ اہلِ ارض و سماء سب خوش ہوں گے:۔

1- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" مہدی مجھ سے ہوں گے (یعنی میری نسل سے ہوں گے) ان کا چہرہ خوب نورانی، چمک دار اور ناک ستواں و بلند ہوگی۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جس طرح پہلے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی"۔ (مطلب یہ ہے کہ مہدی کی خلافت سے پہلے دنیا میں ظلم و زیادتی کی حکمرانی ہوگی اور عدل و انصاف کا نام و نشان تک نہ ہوگا۔) (ابو داؤد، السنن، 107:4، رقم:4285)

2- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" (آخری زمانہ میں) زمین جور و ظلم سے بھر جائے گی تو میری اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا اور سات سال یا نو سال خلافت کرے گا (اور اپنے زمانۂ خلافت میں) زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح اس سے پہلے وہ جور و ظلم سے بھر گئی ہوگی"۔ (احمد بن حنبل، المسند، 70:3، رقم:11683۔ الحاکم، المستدرک، 601:4، رقم:8674)

3- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے ایک بڑی آزمائش کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پیش آنے والی ہے" ایک زمانے میں اتنا شدید ظلم ہوگا کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ میری اولاد میں ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پھر ویسا ہی بھر دیگا جیسا وہ پہلے ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ زمین اور آسمان کے رہنے والے سب ان سے راضی ہوں گے، آسمان اپنی تمام بارش موسلا دھار برسائے گا اور زمین اپنی سب پیداوار نکال کر رکھ دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگوں کو تمنا ہوگی کہ ان سے پہلے جو لوگ تنگی و ظلم کی حالت میں گزر گئے ہیں کاش وہ بھی اس سماں کو دیکھتے اسی برکت کے حال پر وہ سات یا آٹھ یا نو سال تک زندہ رہیں گے"۔ (حاکم، المستدرک، 512:4، رقم:8438۔ نعیم بن حماد، الفتن، 258:1، رقم:1038)

4- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" اگر دنیا (کے زمانہ) میں صرف ایک رات ہی باقی رہ گئی تو بھی اللہ رب العزت اس رات کو لمبا فرما دے گا یہاں تک کہ میری اہلِ بیت میں سے ایک شخص بادشاہ بنے گا جس کا نام میرے نام اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو انصاف اور عدل سے لبریز کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی تھی اور وہ مال کو برابر تقسیم کریں گے اور اللہ رب العزت اس امت کے دلوں میں غنا رکھ (پیدا فرما) دے گا۔ وہ سات یا نو سال (تشریف فرما) رہیں گے۔ پھر (امام) مہدی کے (زمانے کے) بعد زندگی میں کوئی خیر (بھلائی) باقی نہیں رہے گی"۔ (سیوطی، الحاوی للفتاوی، 64:2۔ طبرانی، المعجم الکبیر، 133:10، رقم:10216)

تمام اولیاء و ابدال امام مہدی علیہ السلام کے دستِ اقدس پر بیعت کریں گے:۔

1- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا، " میری امت کے ایک شخص (مہدی) سے رکنِ حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اہلِ بدر کی تعداد کے مثل (یعنی 313) افراد بیعتِ خلافت کریں گے۔ بعد ازاں اس امام کے پاس عراق کے اولیاء اور شام کے ابدال (بیعت کے لئے) آئیں گے"۔ (حاکم، المستدرک، 478:4، رقم:8328)

2- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں "ایک خلیفہ کی وفات کے وقت (نئے خلیفہ کے انتخاب پر مدینہ کے مسلمانوں میں) اختلاف ہوگا ایک شخص (یعنی مہدی اس خیال سے کہ کہیں لوگ مجھے نہ خلیفہ بنا دیں) مدینہ سے مکہ چلے جائیں گے۔ مکہ کے کچھ لوگ (جو انہیں بحیثیت مہدی پہچان لیں گے) ان کے پاس آئیں گے اور انہیں (مکان) سے باہر نکال کر حجرِ اسود و مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت (خلافت) کر لیں گے (جب ان کی خلافت کی خبر عام ہوگی) تو ملکِ شام سے ایک لشکر ان سے جنگ کے لئے روانہ ہوگا (جو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی) مکہ و مدینہ کے درمیان بیداء (چٹیل میدان) میں زمین کے اندر

دھنسا دیا جائے گا (اس عبرت خیز ہلاکت کے بعد) شام کے ابدال اور عراق کے اولیاء آ کر آپ سے بیعتِ خلافت کریں گے۔ بعد ازاں ایک قریشی النسل شخص (یعنی سفیانی) جس کی ننہال قبیلۂ کلب میں سے ہوگی خلیفۂ مہدی اور ان کے اعوان و انصار سے جنگ کے لئے ایک لشکر بھیجے گا۔ یہ لوگ اس حملہ آور لشکر پر غالب ہوں گے یہی (جنگ) کلب ہے۔ اور خسارہ ہے اس شخص کے لئے جو کلب سے حاصل شدہ غنیمت میں شریک نہ ہو (اس فتح و کامرانی کے بعد) خلیفہ مہدی خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلائیں گے اور اسلام مکمل طور پر زمین میں مستحکم ہو جائے گا (یعنی دنیا میں پورے طور پر اسلام کا رواج و غلبہ ہوگا) بحالتِ خلافت، (امام) مہدی دنیا میں سات سال اور دوسری روایات کے اعتبار سے نو سال رہ کر وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے"۔(ابوداؤد، سنن، 4:107، رقم:4286- احمد بن حنبل، المسند، 6:316، رقم:26731- حاکم، المستدرک، 4:478، رقم:8328)

امام مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ علی الاطلاق ہوں گے:۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "(امام) مہدی میرے اہلِ بیت سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایک ہی رات میں صالح بنا دے گا (یعنی اپنی توفیق و ہدایت سے ایک ہی شب میں ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچا دے گا جو اس کے لئے مطلوب ہوگا"۔(ابن ماجہ، السنن، 2:1367، رقم:4085- احمد بن حنبل، المسند، 1:84، رقم:645)

2- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تمہارے خزانہ کے پاس تین شخص جنگ کریں گے۔ یہ تینوں خلیفہ کے لڑکے ہوں گے۔ پھر بھی یہ خزانہ ان میں سے کسی کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔ اس کے بعد مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے اور وہ تم سے اس شدت کے ساتھ جنگ کریں گے کہ اس سے پہلے کسی قوم نے اس قدر شدید جنگ نہ کی ہوگی کہ پھر رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے کوئی بات بیان فرمائی (جس کو یہ سمجھ نہ سکے) یعنی پھر اللہ کے خلیفہ مہدی کا ظہور ہوگا۔ پھر فرمایا "جب تم لوگ انہیں دیکھنا تو ان سے بیعت کر لینا اگرچہ اس بیعت کے لئے برف پر گھسٹ کر آنا پڑے، بلاشبہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے"۔(ابن ماجہ، السنن، 2:1367- احمد بن حنبل، المسند، 5:277- حاکم، المستدرک، 4:510)

3- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مہدی میری اولاد میں سے ہونگے۔ ان کا رنگ عربی اور ان کی جسمانی ساخت اسرائیلی ہوگی۔ انکے دائیں رخسار پر تل ہوگا گویا وہ نور افشاں ستارہ ہوں گے۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی انکی خلافت پر اہلِ زمین اور اہلِ آسمان سب راضی ہوں گے اور فضا میں پرندے بھی راضی (خوش) ہونگے"۔(سیوطي، الحاوي للفتاوي، 2:66- دیلمي، الفردوس، 4:221، رقم:6667)

امام مہدی علیہ السلام کے ذریعے دین کو پھر غلبہ و استحکام نصیب ہوگا:۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا ''اے فاطمہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا بے شک ان دونوں یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہما (کی اولاد) میں سے اس امت کے مہدی پیدا ہونگے۔ جب دنیا فتنہ و فساد کا شکار ہو جائیگی اور فتنوں کا ظہور ہوگا، اور راستے کٹ جائیں گے اور لوگ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونگے۔ کوئی بڑا چھوٹے پر رحم نہیں کرے گا اور کوئی چھوٹا بڑے کی عزت نہیں کرے گا تو اللہ رب العزت اس وقت ان دونوں (حسن و حسین کی اولاد) میں سے ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو گمراہی کے قلعوں کو فتح کریں گے اور بند دلوں کو کھولیں گے اس امت کے آخری زمانے میں دین کو قائم کریں گے جس طرح میں نے (اس امت کے) ابتدائی زمانے میں قائم فرمایا ہے اور وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح پہلے وہ ظلم سے بھری ہوگی"۔(سیوطي، الحاوي للفتاویٰ، 2:66، 67- طبرانی، المعجم الکبیر، 3:57، رقم:2675)

2- سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''میری اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر ہونگے جو میری سنت کی بات کریں گے، اللہ رب العزت ان کے لئے آسمان سے بارش برسائے گا اور زمین ان کیلئے اپنی برکات نکال دے گی (یعنی اپنے خزانے اگل دے گی)۔ زمین ان کے ذریعے عدل و انصاف سے بھر جائیگی جس طرح پہلے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔ وہ اس امت پر سات سال تک حکومت کریں گے اور بیت المقدس میں نزول فرمائیں گے۔''(سیوطي، الحاوي للفتاویٰ، 2:62- طبراني، المعجم الاوسط، 2:15، رقم:1075- ہیثمي، مجمع الزوائد، 7:317)

3- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "میری امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مال لبالب بھر بھر کے تقسیم

کرے گا۔شمار نہیں کرے گا۔(یعنی سخاوت اور دریا دلی کی بناء پرشمار کئے بغیر کثرت سے لوگوں میں عطیات تقسیم کریں گے)اور قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کی قدرت میں میری جان ہے، بالتحقیق (غلبہ اسلام کا دور) ضرور لوٹے گا" - (یعنی امرِ اسلام مضمحل ہو جانے کے بعد ان کے زمانہ میں پھر سے فروغ حاصل کرلے گا۔) (حاکم، المستدرک، 501:4،رقم:8400- ہیثمي، مجمع الزوائد، 316:7- نعیم بن حماد، الفتن ، 362:1،رقم:1055)

امام مہدی علیہ السلام کا دورِ حکومت معاشی خوشحالی اور عوام میں وسائل کی منصفانہ تقسیم کے اعتبار سے بے مثال ہوگا:-

1- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "میری امت کے آخری دور میں مہدی پیدا ہونگے۔اللہ تعالیٰ ان پر خوب بارش برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار باہر نکال دے گی اور وہ لوگوں کو مال یکساں طور پر دیں گے۔ان کے زمانہ (خلافت) میں مویشیوں کی کثرت اور امت کی عظمت ہوگی (وہ خلافت کے بعد) سات سال یا آٹھ سال زندہ رہیں گے"۔(حاکم ،المستدرک ،601:4،رقم:8673)

2- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "میری امت میں مہدی ہوگا جو کم سے کم سات سال ورنہ نوسال تک رہے گا۔ان کے زمانے میں میری امت اتنی خوشحال ہوگی کہ اس سے قبل کبھی ایسی خوشحال نہ ہوئی ہوگی۔زمین اپنی ہر قسم کی پیداوار ان کے لئے نکال کر رکھ دے گی اور کچھ بچا کر نہ رکھے گی اور مال اس زمانے میں کھلیان میں اناج کے ڈھیر کی طرح پڑا ہوگا حتی کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے۔وہ فرمائیں گے (جتنا مرضی میں آئے) اٹھالے"۔(ابن ماجہ، السنن، 1366:2،رقم:4083- حاکم ،المستدرک، 601:4،رقم:8675)

امام مہدی علیہ السلام کی ولایت وسلطنت انعاماتِ الٰہیہ کی کثرت کے لحاظ سے عدیم المثال ہوگی:-

1- امام مجاہد (مشہور تابعی) ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا "نفس زکیہ" کے قتل کے بعد ہی خلیفہ مہدی کا ظہور ہوگا۔جس وقت نفس زکیہ قتل کردیے جائیں گے تو زمین وآسمان والے ان قاتلین پر غضب ناک ہوں گے۔بعدازاں لوگ (امام) مہدی کے پاس آئیں گے اور انہیں دلہن کی طرح آراستہ و پیراستہ کریں گے اور (امام) مہدی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔(ان کے زمانہ خلافت میں) زمین اپنی پیداوار اگا دے گی اور آسمان خوب برسے گا اور میری امت پر ان کی ولایت وسلطنت میں اس قدر نعمتیں نازل ہوں گی کہ اتنی نعمتوں سے اسے پہلے کبھی نہیں نوازا گیا ہوگا"۔(ابن ابي شیبہ، المصنف: 514:7: رقم: 37653)

(ضروری وضاحت: ایک نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے خلیفہ منصور عباسی کے خلاف 245ھ میں خروج کیا تھا اور شہید ہوئے تھے۔حدیث بالا میں مشہور "نفس زکیہ" سے مراد یہ نہیں ہیں بلکہ اس نام کے ایک اور بزرگ ہوں گے جو ظہور امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے قبل ہوں گے۔)

2- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "میری امت میں (امام) مہدی ہونگے جن کا زمانہ اگر کم ہوا تو سات سال ورنہ آٹھ یا نوسال ہوگا مہدی کے زمانے میں میری امت اس قدر خوشحال ہوگی کہ ایسی خوشحالی اسے کبھی نہ ملی ہوگی۔اللہ رب العزت آسمان سے (حسب ضرورت) بارش نازل فرمائے گا اور زمین اپنی تمام پیداوار اگا دے گی۔اور مال کھلیان کی طرح پڑا ہوگا۔ایک آدمی اُٹھ کر عرض کرے گا اے مہدی مجھے عطا فرمائیں تو آپ ارشاد فرمائیں گے (اپنی مرضی کے مطابق) لے لو"۔(طبراني، المعجم الاوسط، 311:5،رقم:5406)

3- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں عرض کی "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا (امام) مہدی ہم آل محمد میں سے ہوں گے یا ہمارے علاوہ کسی اور سے"؟ تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "نہیں، بلکہ وہ ہم ہی میں سے ہونگے۔اللہ رب العزت ان پر (سلطنت) دین اسی طرح ختم فرمائے گا جیسے ہم سے آغاز فرمایا ہے اور ہمارے ذریعے ہی لوگوں کو فتنہ سے بچایا جائیگا جس طرح انہیں شرک سے نجات عطا فرمائی گئی ہے اور ہمارے ذریعے ہی اللہ انکے دلوں میں فتنہ کی عداوت کے بعد محبت والفت پیدا فرمائیگا۔جس طرح اللہ نے شرک کی عداوت کے بعد انکے دلوں میں (ہمارے ذریعے) الفت پیدا فرمائی اور ہمارے ذریعے ہی فتنہ (وفساد) کی عداوت کے بعد لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں گے،جس طرح وہ شرک کی عداوت کے بعد اس دین میں بھائی بھائی بن گئے ہیں"۔(سیوطي، الحاوي للفتاویٰ، 61:2- طبراني، المعجم الاوسط، 56:1،رقم:157)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا فرمائیں گے:-

1- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تم لوگوں کا اس وقت (خوشی سے) کیا حال ہوگا۔جب تم میں

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اُتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا"۔(بخاری، الصحیح، 3:1272، رقم:3265-مسلم، الصحیح، 1:136، رقم:155)

2- حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" دین کے کمزور ہوجانے کی حالت میں دجال نکلے گا اور دجال سے متعلق تفصیلات بیان کرنے کے بعد فرمایا بعدازاں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اتریں گے اور بوقت سحر (یعنی صبح صادق سے پہلے) آواز دیں گے "اے مسلمانو! تمہیں اس جھوٹے خبیث (دجال) سے مقابلہ کرنے میں کیا چیز مانع ہے"؟ تو لوگ کہیں گے "یہ کوئی جناتی مخلوق ہے"۔ پھر آگے بڑھ کر دیکھیں گے تو انہیں عیسیٰ علیہ السلام نظر آئیں گے۔ پھر نماز فجر کے لیے اقامت ہوگی تو ان کا امیر کہے گا" اے روح اللہ! امامت کے واسطے آگے تشریف لائیے"۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے" تمہارا امام ہی تمہیں نماز پڑھائے" (اوراس وقت کے امام سیدنا مہدی ہوں گے)۔جب لوگ نماز سے فارغ ہوجائیں گے تو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں) دجال سے مقابلہ کے لیے نکلیں گے۔دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو (خوف کے مارے) نمک کے پگھلنے کی طرح پگھلنے لگے گا"۔(احمد بن حنبل، المسند، 3: 444، رقم:14997)

3- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اتر چکے ہوں گے ان کو دیکھ کر یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اس وقت امام مہدی ان کی طرف مخاطب ہوکر عرض کریں گے " تشریف لائیے اور لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے"۔وہ فرمائیں گے "اس نماز کی اقامت تو آپ کیلئے ہوچکی ہے اس لئے نماز تو آپ ہی پڑھائیں چنانچہ وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ نماز میری اولاد میں سے ایک شخص کے پیچھے ادا فرمائیں گے"۔(سیوطی، الحاوی للفتاوی، 2:81)

امام مہدی علیہ السلام کی اطاعت واجب اور تکذیب کفر ہوگی:-

1- حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" محرم (کے مہینے) میں آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا۔خبردار (آگاہ ہوجاؤ) بیشک فلاں بندہ اللہ رب العزت کا چنا ہوا (منتخب کردہ) شخص ہے۔پس تم ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو"۔(نعیم بن حماد، الفتن، 1:226، رقم:630-سیوطی، الحاوی للفتاوی، 2:76)

2- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" (امام) مہدی تشریف لائیں گے اور ان کے سر پر عمامہ ہوگا۔پس ایک منادی یہ آواز بلند کرتے ہوئے آئے گا کہ یہ مہدی ہیں جو اللہ کے خلیفہ ہیں۔سو تم ان کی اتباع و پیروی کرنا"۔(سیوطی، الحاوی للفتاوی، 2: 61-طبرانی، مسند الشامیین، 2:71-دیلمی، الفردوس، 5:510)

امام آخر الزماں، مہدی الارض والسماء ہوں گے اور ان کے لئے آسمانی و زمینی علامات کا ظہور ہوگا:-

1- حضرت سلمان بن عیسیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا" مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ بحیرہ طبریہ سے (امام) مہدی کے ذریعے تابوت سکینہ ظاہر ہوگا۔یہاں تک کہ بیت المقدس میں آپ کے سامنے اسے اٹھا کر رکھ دیا جائیگا۔جب یہود اس (تابوت) کو دیکھیں گے تو چند لوگوں کے سوا تمام اسلام قبول کرلیں گے"۔(سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، 2:83-نعیم بن حماد، الفتن، 1:360، رقم:1050)

2- حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا" امام مہدی کے خروج (ظہور) سے پہلے جانبِ مشرق سے ایک ستارہ طلوع ہوگا جسکی چمکتی ہوئی دم ہوگی"۔(سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، 2:82-نعیم بن حماد، الفتن، 1:229 رقم:642)

3- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ پرچموں (کا قافلہ) آتے ہوئے دیکھو تو اس میں ضرور شامل ہوجانا اگرچہ برف پر گھسٹ کر آنا پڑے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مہدی ہوں گے"۔(ابن ماجہ، السنن، 2: 1367، رقم:4084-احمد بن حنبل، المسند، 5:277، رقم:22441-نعیم بن حماد، الفتن، 1:311، رقم:896)

امام مہدی علیہ السلام روئے زمین پر بارھویں امام اور آخری خلیفۃ اللہ ہوں گے:-

1- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا" یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلفاء ہونگے۔ان تمام پر امت مجتمع ہوگی"۔پھر میں نے حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ سے (کچھ) گفتگو سنی جسے میں سمجھ نہ سکا۔تو میں نے اپنے باپ

سے عرض کیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کیا ارشاد فرما رہے ہیں میرے باپ نے بتایا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "وہ تمام (بارہ خلفاء) قریش سے ہونگے۔" (ابوداؤد، السنن، 106:4، رقم:4289)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاویٰ میں ابوداؤد کی مذکورہ بالا روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں امام مہدی پر ایک باب باندھا ہے جس کے شروع میں رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اسے حضرت جابر بن سمرہ کی روایت درج فرمائی ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلفاء ہونگے جن پر یہ امت مجتمع ہوگی" اور ایک دوسری روایت میں ہے "یہ دین بارہ خلفاء تک غالب رہے گا۔ اور وہ تمام خلفاء قریش سے ہونگے"۔

امام ابوداؤد نے گویا یہ باب باندھ کر علماء کے اس قول کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ امام مہدی ان بارہ خلفاء میں سے ایک ہیں۔

امام سیوطی نے اس سے واضح طور پر یہ استنباط فرمایا ہے کہ امام مہدی روئے زمین پر بارھویں اور آخری امام ہوں گے کیونکہ ابوداؤد، امام مہدی کے بارے باب کا آغاز ان دو احادیث سے کر کے پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث لائے ہیں کہ "امام مہدی میری عترت اور اولاد فاطمہ سے ہوں گے" اور اس سے پہلے وہ حدیث بھی لائے ہیں جس میں ارشاد ہے کہ قیامت میں سے خواہ ایک ہی دن کیوں نہ بچ جائے اللہ رب العزت میری اہل بیت میں سے ایک شخص (مہدی) کو بھیجے گا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم سے بھر دی گئی تھی"۔ (سیوطي، الحاوي للفتاوي، 85:2- ابوداؤد، السنن، 106:4، رقم:4279)

2- حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے گا (تو اللہ تعالیٰ اسی کو دراز فرما دے گا اور) میرے اہل بیت میں سے ایک شخص (مہدی) کو پیدا فرمائے گا۔ جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ (ان سے پہلے) ظلم سے بھری ہوگی"۔ (ابوداؤد، السنن، 107:4، رقم:4283. ابن ابي شيبه، المصنف، 513:7، رقم:37648)

3- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "اگر دنیا (کے زمانہ) میں صرف ایک رات ہی باقی رہ گئی تو بھی اللہ رب العزت اس رات کو لمبا فرما دے گا یہاں تک کہ میری اہل بیت میں سے ایک شخص بادشاہ بنے گا جس کا نام میرے نام اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو انصاف اور عدل سے لبریز کر دیں گے جس طرح وہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی تھی اور وہ مال کو برابر تقسیم کریں گے اور اللہ رب العزت اس امت کے دلوں میں غنا پیدا فرما دے گا۔ وہ سات یا نو سال رہیں گے۔ پھر (امام) مہدی کے (زمانے کے) بعد زندگی میں کوئی خیر (یعنی لطف زندگی باقی) نہیں (رہے گا)"۔ (سیوطی، الحاوی للفتاوي، 64:2- طبرانی، المعجم الکبیر، 133:10، رقم:10216)

****

آل اور اہل میں فرق

رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ " آل محمد خاتم النبیین ﷺ سے کون افراد مراد ہیں"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" متقی "- (الفردوس 1،ص418 / 1691, روایت انس بن مالک ؓ)

حضور کریم خاتم النبیین ﷺ نے امت کو جو درود پاک سکھایا اس میں یہ گوارا نہ کیا کہ تنہا اپنی ذات کو اس دعا کے لئے مخصوص فرمالیں بلکہ اپنے ساتھ اپنی ''آل'' کو بھی آپ خاتم النبیین ﷺ نے شامل کرلیا۔

''آل'' کا لفظ محض حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے خاندان والوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس میں وہ سب لوگ آجاتے ہیں۔ جو آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیروکار (Followers) ہوں اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے طریقے پر چلیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کا ادب کریں، آپ خاتم النبیین ﷺ کے ہر حکم کو مانیں اور آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کی اتباع کریں۔

عربی لغت کی رو سے ''آل'' اور'' اہل ''میں فرق یہ ہے کہ:

کسی شخص کی ''آل'' وہ سب لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ جو اس کے ساتھی، مددگار اور اس کی اتباع کرنے والے ہوں خواہ وہ اس کے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں۔

اور کسی شخص کے ''اہل'' وہ سب لوگ سمجھے جاتے ہیں جو اس کے رشتہ دار ہوں خواہ وہ اسکے ساتھی اور اس کی اتباع کرنے والے ہوں یا نہ ہوں۔

قرآن مجید میں 14 مقامات پر'' آل فرعون'' کا لفظ استعمال ہوا ہے ان میں سے کسی جگہ بھی آل سے مراد محض فرعون کے خاندان والے نہیں ہیں بلکہ وہ سب لوگ شامل ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کے ساتھی تھے۔

''آل محمد خاتم النبیین ﷺ سے ہر وہ شخص خارج ہے جو حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے طریقے پر نہ ہو۔ خواہ وہ خاندان رسالت خاتم النبیین ﷺ ہی کا فرد ہو ''

اور ''آل محمد خاتم النبیین ﷺ میں ہر وہ شخص شامل ہے جو حضور کریم خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلتا ہو خواہ وہ حضور کریم خاتم النبیین ﷺ سے دور کا بھی نسبی تعلق نہ رکھتا ہو''۔

البتہ خاندان رسالت خاتم النبیین ﷺ کے وہ افراد بدرجہ اولیٰ ''آل محمد ہیں جو آپ خاتم النبیین ﷺ سے نسبی تعلق بھی رکھتے ہوں اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیروکار بھی ہوں۔

سید ہونا اور بات ہے اور سید جیسا عمل ہونا اور بات:

1- ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی ؒ نے حضرت امام جعفر صادق ؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ " آپ ؒ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لئے مجھے کچھ نصیحت کیجئے"۔لیکن آپ ؒ خاموش رہے۔ جب دوبارہ حضرت داؤد طائی ؒ نے کہا کہ "اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ نے جو فضیلت آپ ؒ کو بخشی ہے اس لحاظ سے آپ ؒ کے لئے نصیحت کرنا ضروری ہے"۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر صادق ؒ نے فرمایا کہ " مجھے تو یہی خوف لگا رہتا ہے کہ کل قیامت کے دن میرے جدِ اعلیٰ میرا ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر بیٹھیں کہ تو نے خود میرا اتباع کیوں نہ کیا؟ کیونکہ **نجات کا تعلق نسب سے نہیں ہے بلکہ اعمال صالح پر موقوف ہے** "۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائی ؒ کو بہت عبرت حاصل ہوئی اور اللہ عزوجل سے عرض کیا کہ "یارب! جب اہل بیت کے خوف کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور میں کس چیز پر فخر کرسکتا ہوں"۔

2- ایک مرتبہ حضرت امام علی رضا ؒ نے اپنے دسترخوان پر تمام مخلوقات کو بٹھایا جن میں سے کچھ مہمان بھی تھے اور کچھ حبشی غلام بھی۔ مہمانوں میں سے کسی نے کہا کہ "اگر آپ ؒ ان لوگوں کو الگ بٹھائیں تو کیا حرج ہے"؟ حضرت امام علی رضا ؒ نے یہ سنا تو فرمایا "سب کا رب ایک ہے اور ماں باپ (یعنی حوا و آدم) بھی ایک ہیں۔ جزا اور سزا اعمال پر موقوف ہے تو پھر تفرقہ کیا ہے"؟ پھر فرمایا "**بزرگی تقویٰ سے ہے**۔ جو ہم سے زیادہ متقی ہے وہ ہم سے بہتر ہے"۔

3- **حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا**

روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی نافرمانی سے بہت عاجز تھے۔ انہوں نے پورے ساڑھے نو سو سال تک لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ قرآن پاک سورہ العنکبوت، آیت نمبر 14 میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: "ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے"۔

لیکن بہت ہی کم لوگ آپؑ کے ماننے اور آپؑ کی باتوں پر عمل کرنے والے تھے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: (سورہ نوح، آیت نمبر 26)

ترجمہ:"اور نوح نے عرض کی، اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ"۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی یہ دعا قبول کی (سورہ الصافات، آیت نمبر 75)

ترجمہ:"اور ہمیں نوح نے پکارا تو دیکھو ہم کیسے اچھے دعا قبول کرنے والے ہیں"۔

اور آپ کو بتایا کہ: (سورہ المؤمنون، آیت نمبر 27)

ترجمہ:" تو ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابلے تو اس میں ہر جوڑے میں سے دو بٹھالے اور اپنے اہل (گھر والے) مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے"۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک کشتی تیار کر لی حضرت نوح علیہ السلام کی اِس کشتی میں تین منزلیں تھیں آپ نے جانور نچلے حصّہ میں سوار کروائے، درمیانی حصّہ میں انسان اور اوپر والے حصّہ میں پرندے سوار کروائے۔حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کشتی میں سوار نہ ہوا۔لوگ ہنستے رہے لو یہ کشتی اب خشکی پر چلے گی۔مقررہ وقت پر بارش ہوئی، آسمان نے پانی برسایا اور زمین نے پانی اُگلا اور دیکھتے ہی دیکھتے طوفانی سیلاب آ گیا۔حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے (کنعان) کو کہا کہ: (سورہ ہود، آیت نمبر 42)

ترجمہ:"اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے تھا، اے میرے بچے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو"۔

کنعان (حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا) تیراکی میں ماہر تھا۔وہ اپنی اس خوبی پر بہت مغرور تھا اُس نے بڑی بدتمیزی سے اپنے والد کو جواب دیا:"نوح (علیہ السلام) تو ہمارا دشمن ہے اندھیرے میں روشنی کرنے کے لیئے میرے پاس شمع موجود ہے۔پھر میں کیوں تیری شمع کی پرواہ کروں"۔حضرت نوح علیہ السلام نے کہا"بیٹا کلمہ بد اپنی زبان سے مت نکال یہ عام طوفان نہیں ہے۔یہ عذاب الٰہی ہے۔مہیب بلا ہے۔تیری تیراکی دھری کی دھری رہ جائے گی۔تم اتنا تیر نہ پاؤ گے۔آخیر کہاں تک تیرو گے؟ ہاتھ پاؤں کام کرنا چھوڑ دیں گے۔یہ عذاب الٰہی ساری شمعیں بجھا دے گا اور صرف حق کی شمع ہی جلتی رہے گی۔بیٹا میری بات مان لے اور کشتی میں آ جاؤ"۔کنعان نے ہنس کر کہا: (سورہ ہود، آیت نمبر 43)

ترجمہ:" بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا"۔

بیٹے کی یہ بات سن کر حضرت نوح علیہ السلام چیخ اٹھے اور کہا: (سورہ ہود، آیت نمبر 43)

ترجمہ:" آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے"۔

غرضیکہ نوح علیہ السلام نے ہر طرح سے اپنے بیٹے کو عذاب الٰہی سے ڈرانے اور سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔اُس بدبخت نے بحث و تکرار جاری رکھی یہاں تک کہ: (سورہ ہود، آیت نمبر 43)

ترجمہ:"اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا"۔

بیٹے کا یہ عبرت ناک انجام دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: (سورہ ہود، آیت نمبر 45)

ترجمہ: "اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے اہل میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا"۔

حق تعالیٰ نے کہا: (سورہ ہود، آیت نمبر 46)

ترجمہ:"فرمایا اے نوح! وہ تیرے اہل والوں میں سے نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں، تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن"۔

یہ سنتا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور کہنے لگے: (سورہ ہود، آیت نمبر 47)

ترجمہ:"عرض کی اے رب میرے میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں، اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں،"۔

اس کو اس طرح سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہمارے دانت میں کیڑا لگ جائے اور ہم اس دانت کو اُکھاڑ دیں (تو ہم اِس تکلیف سے نجات پا لیتے ہیں) بے شک ہمارا دانت ہمارے وجود کا حصہ ہے لیکن جب وہ تکلیف دیتا ہے تو ہم اُس سے بیزار ہو جاتے ہیں اور پھر خیال کرتے ہیں کہ اس کا نکال ڈالنا ہی بہتر ہے ورنہ باقی دانت بھی بے کار ہو جائیں گے۔

جسم کا تعلق نسل سے ہے اور نسل کا تعلق جسم سے ہے۔

اگر ہم حضور کریم اتم النبیین ﷺ کی اتباع کریں گے تو ہماری روح کا تعلق حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے ہو جائے گا۔

تو جسم اور روح دو مختلف چیزیں ہیں:-

روح اور جسم دونوں کو طاقت پہنچانے کی ضرورت ہے۔ جسم کو اچھی غذا دینے کے ساتھ ساتھ روح کو بھی اچھی غذا دینے کی ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے:''اگر تمہارے جسم صحت مند اور دل بیمار ہو گئے تو تم اللہ کی نظر میں گندگی کے کیڑوں سے بھی زیادہ حقیر ہو جاؤ گے''۔

یہاں دل کی بیماری سے مراد''اللہ عزوجل کو نہ چاہنا اور دل کی ساری رگوں میں دنیا کی محبت بھر جانا اور سب سے بڑی بات دل کا حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی محبت سے خالی ہونا اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ادب کا لحاظ نہ کرنا ہے''۔

ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی پہچان ہوتی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں بیماری ہے۔

دل بیمار ہے یا نہیں اس کو ہم تین جگہ چیک کریں۔

1۔ دیکھیں ہمارا دل قرآن پاک میں لگتا ہے یا نہیں؟ (قرآن پڑھنے میں، سکھانے میں، سننے میں)

2۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجالس میں ہمارا دل لگتا ہے یا نہیں؟ اور درود شریف کا ورد زبان پر رہتا ہے یا نہیں؟

3۔ تیسری بات یہ کہ تنہائی میں ہمارا دل اللہ کو یاد کرتا ہے؟ اللہ کے لئے تڑپتا ہے؟، اللہ سے بات کرنے کو چاہتا ہے یا نہیں؟

اگر ہمارا دل قرآن میں نہ لگے، ذکر میں نہ لگے، تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں نہ لگے تو پھر دل مر چکا ہے۔ اس دل کا علاج کروانا ضروری ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ''حضرت آپؒ کے درس کا ہمارے دل پر اثر نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے دل سو گئے ہیں''۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ''یوں نہ کہو کہ ہمارے دل سو گئے ہیں بلکہ یہ کہو کہ ہمارے دل مر گئے ہیں''۔ انہوں نے کہا کہ ''حضرت کیا دل بھی مر سکتے ہیں''؟ آپؒ نے فرمایا ''ہاں دل بھی مر سکتا ہے''۔

دل کا تعلق روح سے ہے۔ تو اب دل بنانے پر محنت کرنی ہے کہ جسم بھی بنے اور روح بھی بنے۔

جسم کی مثال گھوڑے کی سی ہے اور روح کی مثال اس کے سوار کی سی ہے۔ مضبوط گھوڑے کے لئے مضبوط سوار کی ضرورت ہوتی ہے۔ جسم مضبوط (اچھی خوراک سے) کر لیا تو روح کو بھی اچھی خوراک سے (ذکر و تلاوت، نماز، روزہ سے) خوب مضبوط کیا جائے۔ کیونکہ اگر سوار مضبوط ہوگا تو مضبوط گھوڑے کو کنٹرول کر سکے گا اور گھوڑے کو منزل پر لے جائے گا ورنہ گھوڑے کے پیچھے بھاگتے بھاگتے وقت گزر جائے گا۔ جب زندگی ختم ہونے کے قریب ہوئی تب پتا چلا کہ ہماری سمت غلط تھی تو کیا فائدہ ہوگا؟ کتنی عجیب اور یاس بھری ہوگی، اس وقت کی نامرادی اور حسرت۔ اللہ ہم کو راہ حق کی پہچان عطا فرمائے۔

تو اللہ جل شانہ سے تعلق پیدا کریں۔ قرآن سے، نماز سے، سجدوں کی کثرت سے، کثرت درود وسلام سے، اور تعلق مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ سے اور پھر اس تعلق سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی سچی محبت، آپ خاتم النبیین ﷺ کے ادب سے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی پیروی سے۔

تو آل محمد خاتم النبیین ﷺ میں ہر وہ شخص شامل ہے جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر چلتا ہے خواہ وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے دور کا بھی نسبی تعلق نہ رکھتا ہو۔ جیسے حضرت بلالؓ اور حضرت سلیمان فارسیؓ وغیرہ۔ اور آل محمد خاتم النبیین ﷺ سے ہر وہ شخص خارج ہے جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے نقش قدم پر نہ چلتا ہو خواہ وہ خاندان رسالت میں سے ہی ہو جیسے ابولہب اور ابوجہل وغیرہ۔

****

حصّہ دوئم

خاندان بنواُمیہ

مکہ کی سرزمین میں سب سے پہلے حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی حاجرہ اوراپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کولا بسایا تھا- پھر حضرت حاجرہ علیہ السلام ہی کے زمانے میں قبیلہ ''بنو جرہم'' کے کچھ آدمی بھی آکراس سرزمین میں رہنے لگے تھے-قبیلہ جرہم کے یہ لوگ جو مکہ میں آکر آباد ہوئے،مکہ کی آبادی انھی کی اولاد میں سے ہے-انھی کی اولاد سے فہر بن نضر بن کنانہ ہیں جن کی اولاد کو قریش کہتے ہیں-

قریش کی چھوٹی بڑی دس شاخیں تھیں۔ان میں زیادہ مشہور دو تھیں۔

۱۔خاندان بنو ہاشم

۲۔خاندان بنواُمیہ

ان دونوں خاندانوں میں شروع ہی سے رقابت تھی۔

۱۔خاندان بنو ہاشم: کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے ممتاز تھا۔

۲۔خاندان بنواُمیہ: کوافرادی اکثریت اور مال کی کثرت حاصل تھی۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا تعلق خاندان بنو ہاشم سے تھا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے مدینے ہجرت کے بعد خاندان بنو ہاشم کے تقریباً تمام لوگ مدینے چلے گئے۔اس وقت خاندان بنواُمیہ وہ واحد خاندان تھا جس کی پورے مکہ میں حکمرانی تھی۔

چونکہ دونوں خاندانوں میں ابتداء ہی سے دشمنی تھی اس لیئے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو جب نبوت ملی اور آپ خاتم النبیین ﷺ کا تعلق خاندان بنو ہاشم سے تھا۔اس لیئے خاندان بنواُمیہ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی سب سے زیادہ مخالفت کی۔

ان کی مخالفت 8ھ تک بڑے زوروشور سے جاری رہی۔ 8ھ میں مکہ فتح ہونے کے بعد ان کی مخالفت کا زور ٹوٹ گیا۔اُس وقت جہاں قریش کے اور خاندانوں نے اسلام قبول کیا وہاں خاندان بنواُمیہ نے بھی اسلام کی اطاعت میں سر خم کر دیا۔خاندان بنواُمیہ کے مورث اعلیٰ کا نام '' اُمیہ بن عبد شمس'' تھا۔

پھر دور نبوی خاتم النبیین ﷺ اور عہد خلافت راشدہ میں اس خاندان بنواُمیہ کے لوگوں کو مختلف عہدے اور منصب حاصل ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ بنواُمیہ سے تعلق رکھتے تھے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے داماد تھے۔ابوسفیانؓ بنواُمیہ سے تعلق رکھتے تھے،اور اُم المومنین حضرت اُم حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں۔امیر معاویہؓ ابوسفیانؓ کے چھوٹے بیٹے اور اُم حبیبہؓ کے بھائی تھے۔

۱۔ابوسفیانؓ عہد نبوی میں نجران کے عامل گورنر (مقرر) ہو گئے تھے۔

۲۔جب حضرت ابوبکرؓ کا دور آیا تو انہوں نے ابوسفیانؓ کے بڑے بیٹے یزید بن ابوسفیانؓ کو شام پر فوج کشی کے لئے فوج کے ایک حصے کا امیر مقرر کیا۔

۳۔عہد فاروقی میں یزید بن ابوسفیانؓ کو فتح شام کے بعد دمشق کا عامل (گورنر) مقرر کر دیا گیا۔امیر معاویہؓ ابوسفیانؓ کے چھوٹے بیٹے بھی اپنے بڑے بھائی یزید بن معاویہ کے ساتھ دمشق چلے گئے تھے۔18ھ میں یزید بن ابوسفیانؓ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی جگہ امیر معاویہؓ کو شام کا حاکم بنا دیا۔حضرت عمرؓ نے بھی اسی تقرر کو برقرار رکھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر معاویہؓ اُموی خلافت کے پہلے خلیفہ تھے یہ صلح حدیبیہ کے وقت اسلام لے آئے تھے،لیکن اپنے اسلام لانے کو مکہ والوں سے چھپا کر رکھا۔پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا۔پورے عہد فاروقی میں دمشق کے حاکم رہے،یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور حکومت میں امیر معاویہؓ کو پورے ملک شام کا حاکم بنا دیا۔

اس طرح آپ نے عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں بحیثیت حاکم بیس سال حکومت کی،اور پھر بعد میں بحیثیت خلیفہ بیس سال رہے۔(تاریخ الخلفا صفحہ 132)

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے گھر کو بلوائیوں نے گھیر لیا تھا،اور پھر ان کو نہایت ہی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔اس کے بعد مہاجرین اور انصار کے اتفاق سے جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو ان سے خون عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کیا گیا۔مگر وہ بعض وجوہات کی بناء پر فوری

قصاص نہ لے سکے۔

عبداللہ بن سبا(یہودی) جو اس فتنے کی جڑ تھا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کرنا چاہتا تھا۔اس گروہ کے بہت سے لوگوں نے شام میں امیر معاویہؓ کو یقین دلایا کہ حضرت علیؓ قصاص لینے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے مسلسل کئی قاصدوں کو بھیج کر پیغام روانہ کیا کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا مدینہ منورہ میں قتل ہوجانا ایک بہت ہی سنجیدہ مسئلہ ہے۔لہذٰا جلد سے جلد قاتلین کو فوری سزا دے کر ان پر قصاص جاری کیا جائے۔

لیکن حضرت علیؓ قاتلین پر فوری قصاص جاری نہ کر سکے، اس پر امیر معاویہؓ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ حضرت علیؓ خلافت کے لائق نہیں (نعوذ باللہ) کیونکہ جب مدینہ میں ہونے والے اس اہم خون کا قصاص وہ نہ لے سکے تو وہ دور خلافت کے دیگر اُمور کیسے سرانجام دیں گے؟ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے اختلاف کی اصل وجہ یہی تھی ۔حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان بھی اسی بناء پر اختلاف ہوا تھا۔

سارے اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ ان صحابہ اکرامؓ کی جنگوں پر بحث نہ کی جائے۔یہ تمام مجتہد حضرات تھے ان کے معالے میں زبان کو کھول کر اپنے آپ کو مبتلا عذاب نہ کیا جائے ان کے معالے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کہ رب تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

امیر معاویہؓ نے اپنے مرض الموت میں یزید کو جانشین مقرر کر دیا تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ امیر معاویہؓ کی زندگی میں یزید فاسق وفاجر نہ تھا یا چھپا ہوا تھا۔یزید کا فسق وفجور امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا۔

علامہ ابو اسحاق اپنی کتاب ''نور العین فی مشھد الحسین'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جب امیر معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو یزید نے پوچھا "ابا جان آپؓ کے بعد خلیفہ کون ہوگا"؟ امیر معاویہؓ نے جواب دیا "خلیفہ تو تُو ہی ہوگا مگر جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے غور سے سن-کوئی کام حضرت امام حسینؓ کے مشورے کے بغیر نہ کرنا، انہیں کھلائے بغیر نہ کھانا، انہیں پلائے بغیر نہ پینا، سب سے پہلے ان پر خرچ کرنا پھر کسی اور پر، پہلے انہیں پہنانا پھر خود پہننا۔میں تجھے حضرت امام حسینؓ اور پورے بنی ہاشم کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔اے بیٹے خلافت پر ہمارا حق نہیں ہے یہ امام حسینؓ اور اہل بیت کا حق ہے تم چند روز خلیفہ رہنا پھر جب حضرت امام حسینؓ پورے کمال کو پہنچ جائیں تو پھر وہی خلیفہ ہوں گے یا جسے وہ چاہیں-تاکہ خلافت اپنی جگہ پر پہنچ جائے، ہم سب امام حسینؓ اور ان کے نانا کے غلام ہیں، انہیں ناراض نہ کرنا ورنہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ تجھ سے ناراض ہوجائیں گے۔تو پھر تیری شفاعت کون کرے گا؟'' (امیر معاویہؓ پر ایک نظر صفحہ 94)۔

علامہ خطیب تبریزی تحریر فرماتے ہیں،

امیر معاویہؓ 78 سال کی عمر میں لقوہ کی بیماری سے دمشق میں فوت ہوئے-(بہ کمال فی اسماء الرجال)

امیر معاویہؓ اپنے مرض الموت میں بار بار فرماتے تھے''اے کاش میں قریش کا ایک معمولی سا انسان ہوتا جو''ذی طوی'' گاؤں میں رہتا اور ان جھگڑوں میں نہ پڑتا جن میں پڑ گیا تھا''۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ 628)۔

یزید پلید

امیر معاویہؓ کے بعد یزید خلیفہ ہوا۔یزید حضرت امیر معاویہؓ کا بیٹا جس کی کنیت ابو خالد ہے۔

یہ بنواُمیہ کا وہ بدبخت انسان ہے جس کی پیشانی پر نواسہ رسول خاتم النبیین ﷺ جگر گوشہ بتول حضرت امام حسینؓ کے قتل کا سیاہ داغ ہے۔جس پر ہر زمانے میں لوگ ملامت کرتے رہیں ہیں اور کرتے رہیں گے۔

یہ بدباطن اور ننگ خاندان 25 ہجری میں پیدا ہوا۔یہ بہت موٹا بدنما اور بداخلاق تھا۔اس کی بدکاریاں اور بے ہودگیاں حضرت امیر معاویہؓ کے بعد پردہ باطن سے پردہ ظاہر پر آگئیں اور پھر اپنی انتہا کو پہنچ گئیں۔حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی بیعت کے لئے ہر طرف خطوط اور حکم نامے روانہ کئے۔

مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو اپنے باپ کی وفات کی اطلاع دی اور لکھا "ہر خاص وعام سے بیعت لو۔حسینؓ بن علیؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ، اور عبداللہؓ بن عمرؓ سے پہلے لو اور ان کو ہرگز مہلت نہ دو"۔یزید کے اس حکم نامے سے ولید بن عقبہ گھبرا گئے، اور انہوں نے مشورے کے لئے مروان بن حکم کو بلایا۔مروان اس وقت ولید کا نائب تھا۔

مروان بن حکم وہ شخص ہے کہ جب اس کی پیدائش ہوئی تھی اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں کوئی چیز چبا کر نرم کر کے کھلانے ،گھٹی وغیرہ دینے کے لئے لایا گیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا" یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے"۔(رواہ الحاکم فی صحیہ النا سیہی صفحہ 45)۔

یزید نے اپنے مختصر چار سالہ دور میں ایسے کام کئے جو تاریخ کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہیں ۔حضرت امام حسینؓ ،حضرت عبداللہ بن عمرؓ ،اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تینوں حضرات نے یزید کی بیعت نہ کی اور مکہ چلے گئے۔

۱۔واقعہ کربلا:

مکہ میں حضرت امام حسینؓ کو کوفیوں نے کوفہ آنے کی دعوت دی تا کہ آپؓ وہاں سے خلافت اسلامیہ کے لئے جدو جہد کا آغاز کر سکیں۔

امام حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا ابتداء میں بارہ ہزار کوفیوں نے مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔حالات سازگار دیکھ کر مسلم بن عقیلؓ نے حضرت امام حسینؓ کو کوفہ آنے کے لئے لکھ دیا۔

حضرت امام حسینؓ اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب کے ہمراہ روانہ ہو گئے ۔مسلم بن عقیل کے ساتھ کوفیوں نے غداری کی اور انہیں قتل کر دیا۔راستے ہی میں حضرت امام حسینؓ کو مسلم بن عقیلؓ کے قتل ہونے کی خبر مل گئی تھی لیکن مسلم بن عقیلؓ کے بھائیوں نے سفر جاری رکھنے کے لئے کہا سفر جاری رہا۔جب آپؓ کوہ ذی چشم پر پہنچے تو حُر بن یزید جو کہ یزید کے حکم سے آپؓ کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا،ایک ہزار مسلح سواروں کے ساتھ پہنچ گیا۔

حُر نے خوب اندازہ لگایا کہ امام حسینؓ کو زندہ گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس جانا آسان نہیں۔

اس نے امام حسینؓ سے کہا" مجھے آپؓ سے لڑنے کا حکم نہیں بس آپ کو ابن زیاد کے پاس لے کر جانے کا حکم ہے"۔پھر ایک جگہ حُر کے سپاہیوں نے آپ لوگوں کو رکنے کا حکم دیا،آپؓ نے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کربلا یہ نام سنتے ہی آپؓ گھوڑے سے نیچے اُتر آئے اور کہا، ''یہی مقام کرب وبلا ہے'' پس یہی ہماری آخری منزل ہے''۔

وہاں پر عمرو بن سعد چار ہزار کا لشکر لے کر پہنچ گیا۔پھر برابر کمک پہنچتی رہی یہاں تک کہ دشمنوں کے پاس بیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔7 محرم کو پانی بند کر دیا گیا 10 محرم کو عمرو بن سعد جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا تو حُر نے تعجب سے پوچھا" کیا تم واقعی حضرت امام حسینؓ سے لڑو گے"؟ابن سعد نے جواب دیا" کیا کریں تمھارا امیر نہیں مانتا"؟ یہ سنتے ہی حُر پر لرزہ طاری ہو گیا۔اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امام حسینؓ کے لشکر میں شامل ہو گیا-اور آ کر امام حسینؓ سے کہا" اے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے بیٹے میری جان آپؓ پر قربان"-پھر وہ امام حسینؓ کی طرف سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔(طبری)

10 محرم کو باری باری سب شہید ہونے لگے۔حضرت امام حسینؓ کو دن کا طویل حصہ مقابلہ کرتے ہوئے گزر گیا عصر تک امام حسینؓ کے تمام ساتھی شہید ہو چکے تھے۔زرعہ بن شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر تلوار کا ایک وار آپؓ کے دائیں کندھے پر کیا۔پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نے آپؓ کو ایک نیزے سے گھائل کر دیا۔سنان نے سواری سے اُتر کر آپؓ کا سر تن سے جُدا کر دیا(البدایہ والنھایہ)۔

۲۔واقعہ حرہ :

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد سرزمین حجاز میں انقلاب آ گیا اہل مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کر کے ابن زبیرؓ کی بیعت کر لی۔اس پر یزید نے ولید بن عقبہؓ کی ماتحتی میں ایک فوج روانہ کی جس نے اہل مدینہ کو شکست دینے کے لئے تین دن تک قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔10 ہزار صحابہؓ کو بے گناہ شہید کیا۔لڑکوں کو قید کیا پاک دامن عورتوں کی بے حرمتی کی۔

ا۔حدیث:

حضرت سعدؓ سے روایت ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اہل مدینہ سے مکروفریب کرے یا جنگ کرے وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے'' (بخاری جلد اول صفحہ 252)

۲۔حدیث:

حضرت سعد بن وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ''جو مدینہ منورہ سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ

میں رنگ کی طرح پگھلائے گا‘‘۔(مسلم جلد اول صفحہ 144)

۳۔حدیث:

حضرت سائبؓ بن خلد سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ’’جس نے اہل مدینہ کو اپنے ظلم سے خوف زدہ کیا اللہ اسے خوف میں مبتلا کر دے گا، اس پر اللہ کی ملائکہ کی اور سب لوگوں کی لعنت، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفل‘‘ (کنزالعمال جلد13 صفحہ 214)۔

یزید کی تیسری سیاہ کاری

۴۔خانہ کعبہ پر سنگ باری:

اہل مکہ نے بھی حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔مدینہ منورہ کی بے حرمتی کے بعد یزید کی فوج حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی سرکوبی کے لئے مکہ پہنچ گئی۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے شکست کھائی اور خانہ کعبہ میں پناہ گزین ہو گئے۔

شامیوں نے حرمت کعبہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے منجنیق (پتھر پھینکنے والی مشین) کو’’کوہ ابوقبیس‘‘ پر نصب کیا اور پتھر برسانے شروع کئے۔حرم کعبہ کا مبارک صحن پتھروں سے بھر گیا، ستون ٹوٹ گئے دیواریں شکستہ ہو گئیں۔چھت گر گئی، شامی پتھر برسانے کے ساتھ ساتھ روئی، گندھک اور رال کے گولے بنا کر اور جلا جلا کر پھینک رہے تھے، جس سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی اس کا غلاف جل گیا۔خانہ کعبہ کے اندر اس دنبے کے سینگ بھی رکھے ہوئے تھے، جس کو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ پر ذبح کیا تھا۔وہ سینگ بھی جل گئے۔

شامی لشکر ابھی خانہ کعبہ کی بے حرمتی میں لگا ہوا تھا کہ یزید کی موت ہو گئی۔

سب سے پہلے یہ خبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ملی انہوں نے بلند آواز سے کہا"اے بدبختو! تمہارا گمراہ سردار ہلاک ہو گیا ہے"۔لیکن شامیوں نے اس بات کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا فریب کہا، لیکن تیسرے دن انہیں ثابت بن قیس نے آکر اطلاع دی تو شامی بھاگ نکلے۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج شامیوں پر ٹوٹ پڑی۔

یزید نے کل تین برس سات ماہ حکومت کی۔موت نے اس وقت اسے ہلاک کیا جب اس کے تکیے کے پاس شراب کا مشکیزہ لبالب بھرا ہوا تھا۔اور اس کی نشہ سے مست لاش پر ایک گانے والی سارنگی لئے رو رہی تھی جو کبھی بیٹھ جاتی اور کبھی کھڑی ہو جاتی تھی۔یزید نے لوگوں پر سے نماز کی پابندی ہٹا دی تھی، مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے تین دن تک لوگ مسجد میں نماز نہ پڑھ سکے۔

یزید کی موت کے بعد:

حجاز، یمن، عراق، خراساں والوں نے یزید کی موت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی۔

یزید کا بیٹا معاویہ:

شام اور مصر کے لوگوں نے یزید کی موت کے بعد یزید کے بیٹے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کو اپنا جانشین مقرر کیا۔معاویہ اگر چہ یزید کا بیٹا تھا مگر نیک اور صالح تھا۔اور باپ کے برے کاموں سے سخت نفرت کرتا تھا۔یہ بیمار تھا اور اسی بیماری کی حالت میں اسے تخت پر بٹھایا گیا، یہاں تک کے صرف چالیس روز۔یا ایک دوسری روایت کے مطابق 2,3 ماہ کی حکومت کے بعد 21 سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔آخری وقت میں لوگوں نے اس سے کہا" کسی کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیں"۔معاویہ نے جواب دیا"میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی، تو پھر اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں"؟

معاویہ بن یزید کی موت کے بعد شام اور مصر کے لوگوں نے بھی **حضرت عبداللہ بن زبیرؓ** کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد **مروان بن حکم** نے خفیہ سازشوں کے ذریعے مصر اور شام پر قبضہ کر لیا اور جب وہ خود مرنے لگا تو اپنے بیٹے **عبدالملک** کو اپنا جانشین بنا دیا۔

عبدالملک کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کرتے تھے کہ’’لوگ بیٹا پیدا کرتے ہیں لیکن مروان نے تو اپنا باپ پیدا کیا ہے‘‘ ۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک دانش مند عبادت گزار اور فقیہہ تھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد بداعمال ہوگیا۔ عبدالملک کا دورِحکومت 65ھ سے شروع ہوا، 86ھ پر اختتام پزیر ہوا۔

عبدالملک بن مروان ایک ظالم اور جابر حکمران ثابت ہوا۔ اسے حکمرانی کا نشہ چڑھ گیا تھا۔ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی عبدالملک بن مروان مدینہ منورہ پہنچا تھا۔ اور ممبر رسول خاتم النبیین ﷺ پر کھڑے ہوکر اس نے عوام الناس کو اس طرح مخاطب کیا تھا۔ ''خدا کی قسم میں کمزور خلیفہ نہیں ہوں (اشارہ حضرت عثمان غنیؓ کی طرف تھا) اور نہ خاطر مدارت کرنے والا سخن ساز خلیفہ ہوں (یہ اشارہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف تھا) تم لوگ ہم حکمرانوں سے تو فرمائش کرتے ہو لیکن اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ خدا کی قسم اگر آج کے بعد مجھ سے کسی نے تقویٰ اختیار کرنے کی فرمائش کی تو میں اسی وقت اس کی گردن اُڑا دوں گا''۔

علامہ ابوبکرؒ نے عبدالملک بن مروان کی اس تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے،

''یہی پہلا منحوس دن اور یہی مسلمانوں کا پہلا بادشاہ تھا۔ جس نے عام مسلمانوں کی زبانیں کاٹ دیں۔ اسی عبدالملک بن مروان نے برسرِعام ظلم کی سرپرستی اس طرح کی کہ حجاج بن یوسف جیسے سنگ دل انسان کو اسلامی معاشرے پر مسلط کیا''۔

حجاج عراق کا عامل تھا مگر اس کے ظلم وتشدد سے مملکت اسلامیہ کا کوئی گوشہ محفوظ نہ تھا۔ اس کی شمشیر ستم بے نیام ہوئی تو لاکھوں مسلمان اپنے خون میں نہا گئے۔ قتل تو بہر حال قتل ہے وہ ایک عام مسلمان کا قتل ہو یا مردِ کامل کا، خدا کے ہاں دونوں قابل گرفت ہیں۔ تاہم جب کسی صاحب کردار پر تیغ جفا کھینچی جاتی ہے تو یہ خونی منظر دیکھنے والے زیادہ حساس ہوجاتے ہیں۔

لیکن بہت ممکن تھا کہ بعد از مرگ حجاج کی رسوائیوں میں کمی واقع ہوجاتی اگر اس کے نامہ اعمال میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے صحابی کا قتل درج نہ ہوتا۔ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ کے حقیقی نواسے، اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے بھانجے، حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کے فرزند کا قتل اتنی آسانی سے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اگر حجاج بیک وقت لاکھوں مسلمانوں کو ہلاک کرڈالتا اور صرف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے نرمی کا سلوک روا رکھتا تو آج اس کے نام سے نفرت کرنے والے اپنے جذبوں کے اظہار میں اتنے شدت پسند نہ ہوتے۔

اس منظر کی ہولناکی کا کون اندازہ کرسکتا ہے جب حجاج کی منجنیقوں نے حرم کعبہ پر سنگ باری کی۔ بے شک صحن حرم حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پناہ گاہ تھا۔ یہ اور حجاج مسلمان تھے انتہائی ناگزیر حالات کے باوجود سنگ باری کا فرمان جاری کرتے ہوئے اس کی زبان کو لڑکھڑانا چاہئے تھا، اور ہاتھ کو بلند کرتے وقت اس کے جسم پر لرزش طاری ہونی چاہئے تھی۔ ایک مسلمان کے لئے رب کعبہ کا اتنا خوف تو لازمی ہے ورنہ ایمان کے باطل ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ حجاج نے اپنے اور اللہ کے درمیان کسی رشتے کو قائم نہیں رکھا۔

ایک عام کلمہ گو بھی جانتا ہے کہ مسلمانوں کے آداب جنگ بھی ساری دنیا سے مختلف ہیں۔ کتنی بھی اذیت ناک جذباتی صورتحال ہو مگر ایک مسلمان فاتح کافر بوڑھوں، بچوں، عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا انتہا یہ ہے کہ مفتوحہ علاقے کے سبزہ زاروں کو بھی نذرِ آتش نہیں کرسکتا۔ اور پھر حرم کعبہ تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی تعمیر تھی۔ اور زمین پر اللہ کا پہلا گھر تھا۔ اس طرح حجاج کی بدترین شقاوت قلبی کی تردید کون کرسکتا ہے؟ معاذ اللہ! اگر ہم اس واقعے کی طرف سے چشم پوشی بھی کرلیں تو پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آخر میں کم وبیش تنہا رہ گئے تھے پھر اس مردِ جری کو اتنی سفاکی کے ساتھ شہید کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

کیا حجاج یہ چاہتا تھا کہ رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ کی صحبت کے سائے میں پرورش پانے والا جانباز، عبدالملک بن مروان کی بھیجی ہوئی سونے کی بیڑیاں پہن لیتا یا عامل عراق کے حضور معافی نامہ داخل کرکے عافیت کے سائبان میں داخل ہوجاتا؟ اموی خلیفہ اور حجاج یہی چاہتے تھے مگر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے طاقت اور اقتدار کی نفی کردی۔ اور جب آپؓ کا روشن چہرہ لہولہان ہوگیا تو حجاج کے سپاہیوں نے ایک بارعب اور پُرجلال آواز سنی۔ یہ آواز حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تھی۔ آپؓ ایک عجیب سے لہجہ وآہنگ میں یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

''ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو پشت پر زخم کھاتے ہیں اور ایڑیاں ان کے خون سے حِنا رنگ ہوجاتی ہیں بلکہ ہمارے پنجوں پر خون گرتا ہے''

اور حقیقت بھی یہی تھی خون کی دھاریں چہرے کو گل رنگ کرتی ہوئی سینے کی طرف بڑھیں اور آخر میں ابن زبیرؓ کے پائے استقامت کو رنگین کرگئیں۔ حجاج بن یوسف نے حضرت امیر معاویہؓ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے سے اس کی جرأت گفتار کا انتقام لے لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید کردیئے گئے اور آپؓ کا سر

کاٹ کر عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا گیا۔

حجاج کے سنگ دلانا جذبوں کی پھر بھی تسکین نہ ہوئی تو ابن زبیرؓ کی مادر گرامی حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور ان محترم خاتون سے چیخ کر کہنے لگا جو پیرانہ سالی کے سبب بینائی سے محروم ہو چکیں تھیں ''تیرے بیٹے نے میرا حکم نہیں مانا، میں نے اس کی دنیا خراب کر دی''۔انہوں نے جواب دیا ''میرے بیٹے نے تیری آخرت خراب کر دی''۔

عبدالملک قرآن اور حدیث کا جاننے والا تھا تخت نشین ہونے سے پہلے بڑا زاہد و عابد تھا۔ مدینہ کے عبادت گزار لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد بد اعمال ہو گیا۔

یحیٰی غسانی کا بیان ہے کہ عبدالملک اکثر حضرت اُم درداؓ صحابیہ کے پاس بیٹھا اُٹھا کرتا تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد ایک دن اُم درداؓ کے پاس آیا۔ اُم درداؓ نے کہا ''امیر المومنین میں نے سنا ہے کہ تم عبادت گزار ہونے کے بعد شراب خور ہو گئے ہو"؟ اس نے نہایت دلیری سے جواب دیا" اُم درداؓ شراب خور ہونے کے ساتھ ساتھ میں خون خوار بھی ہو گیا ہوں''۔(تاریخ الخلفاء صفحہ نمبر 146)

پھر تاریخ اس کی خون خواری سے بھر گئی۔ تاریخ کے صفحات پر ایک اور مرد بے باک کا چہرہ ابھرتا ہے۔ وہ عامل خراساں عبداللہ بن خازمؒ تھا۔

خلیفہ بن عبدالملک نے اسے دولت و اقتدار کی پیش کش کرتے ہوئے ایک خط تحریر کیا تھا۔ ''ابن خازم! اگر تم اطاعت قبول کر لو تو میں ہمیشہ تم پر مہربان رہوں گا، اور خراساں دس سال تک تمہاری جاگیر میں رہے گا''

ابن خازمؒ نے اس وقت صریحاً انکار نہیں کیا تھا مگر وہ دل سے عبدالملک کی بات ماننے پر آمادہ نہیں تھا۔

اسی دوران حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا سر تن سے جدا کر کے دربارِ خلافت میں بھیج دیا تھا۔ عبدالملک بن مروان نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے صحابی رسول خاتم النبیین ﷺ کا سر ابن خازمؒ کے پاس خراساں بھیج دیا۔ (یہ کیسا وحشیانہ کھیل تھا جو اہل اقتدار ایک ایسے شخص کے ساتھ کھیل رہے تھے جس سے اللہ راضی ہو چکا تھا) جیسے ہی ابن خازمؒ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا خون آلود سر دیکھا اس پر وحشت سی طاری ہو گئی۔ پھر اس نے عبدالملک بن مروان کے خادم سے چیخ کر کہا ''خدا کی قسم! اب تو میں کسی حال میں بھی عبدالملک کی اطاعت نہیں کروں گا'' یہ کہہ کر ابن خازمؒ نے قاصد کو حکم دیا ''عبدالملک کا خط نگل جاؤ'' پھر اپنے نفرت و غضب کا مزید اظہار کرنے کے لئے قاصد سے کہنے لگا ''اگر میری راہ میں آداب سفارت مانع نہ ہوتے تو میں تجھے قتل کرا دیتا''۔

اس کے بعد ابن خازمؒ نے ایک بڑا سا طشت منگوایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے سر کو غسل دیا، خوشبو لگائی، کفن پہنایا اور اس صحابی جلیل کی نماز جنازہ پڑھی، پھر جب ابن خازمؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے بہت دیر تک حزن و ملال کی کیفیت طاری رہی، بالآخر شدت جذبات میں اعتدال پیدا ہوا تو ابن خازمؒ نے پورے اعزاز کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا سر مبارک ان کے اہل و عیال کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ یہ ایک کھلی ہوئی سرکشی تھی۔ نا طاقتی کے باوجود ابن خازمؒ نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر اہل دل یہ سوچیں تو یہ غیر معمولی جرأت مندانہ اقدام تھا۔ ابن خازمؒ نے وادی مرگ میں محصور ہوتے ہوئے بھی ایک صحابی رسول خاتم النبیین ﷺ کے احترام کا حق ادا کر دیا تھا۔

جس طرح حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے سر کی پوری قیمت وصول کرتے ہوئے اپنے مادی جاہ و چشم میں اضافہ کیا تھا۔ اس طرح ابن خازمؒ بھی صدیق اکبرؓ کے نواسے کی بے کفن لاش فروخت کر کے اپنے محلات کے مینار کو بلند کر سکتا تھا۔ مگر یہی انسانی فطرت کا فرق ہے۔

حجاج عہد توڑ دینے والا تھا اور ابن خازمؒ اپنی شہ رگ پر تلوار کا دباؤ محسوس کرتے ہوئے بھی ایفائے عہد کرنے والا تھا۔ یہ اسی عہد کی پاسداری کا نتیجہ تھا کہ انجام کار ابن خازمؒ قتل ہوا اور اس کا سر عبدالملک بن مروان کے سامنے پیش کیا گیا۔ عبدالملک ہو یا حجاج، حکومت وقت کا کوئی بے ضمیر وفادار ہو یا باغی ابن خازمؒ، بظاہر کسی کے کاندھے پر بھی سر باقی نہیں رہا، مگر تاریخ کے صفحات پر سربلندی و پستی کا ایک اور معیار قائم ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کا المناک واقعہ 73ھ میں پیش آیا۔

حجاج بن یوسف کی چیرہ دستیاں

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا قتل:

حجاج کے نزدیک اتنا عظیم الشان تاریخی کارنامہ تھا جس پر وہ آخری سانس تک نازاں رہا۔
پھر جب اسے عراق میں شورش کا گمان ہوا تو وہ کوفے کی طرف بڑھا۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شکست نے حجاج کے نشہ حکمرانی کو اس قدر تیز کر دیا تھا، کہ وہ ایک عالم ہوتے ہوئے بھی اپنی ذات کو فاتح عالم کے آئینے میں دیکھنے لگا تھا۔
75ھ میں کبروغرور کی عجیب رفتار کے ساتھ حجاج کوفے میں داخل ہوا۔انتہائی ہجوم سے ’’اللہ اکبر‘‘ کی آواز ابھری۔نہ جانے کون بندہ خدا تھا جو شدید عالم جبر میں بھی اللہ کی کبریائی بیان کر رہا تھا۔ یہ ایک نعرہ توحید ہے جو موجودہ سیاہ کاریوں کے دور میں بھی مسلمان بے اختیار بلند کرتا ہے۔
حجاج کے سامنے بھی کسی جان سوختہ کی یہی وارفتگی ظاہر ہوگئی کہ تمام روابط کو پامال کر ڈالا۔حجاج نے نخوت و تکبر کی ساری حدوں کو عبور کرتے ہوئے کہا، "اے عراق کے باغی باشندو!اے منافقو اور اے بُرے اخلاق والو!میں نے تکبیر کی ایک آواز سنی ہے،مگر وہ یہ تکبیر نہیں ہے جس سے اللہ کے راستے میں ترغیب دلائی جاتی ہو بلکہ اس کا مقصد لوگوں کو خوف زدہ کرنا ہے۔اور انسانی صفوں میں انتشار پھیلانا ہے۔میں نے خوب جان لیا ہے کہ یہ ایک غبار ہے،جس کے پردے میں بڑی ہولناک آندھی آنے والی ہے۔اے بے وقوف لونڈیوں کے بچو! اور اے بیوہ اور لاوارث عورتوں کے بیٹو!کیا تم میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنے ضعف و توانائی کے باوجود خاموشی سے بیٹھے اور اپنے خون کو مفت نہ بہائے۔میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ عنقریب تمہیں ایسی سزادوں گا جو موجودہ دور کے لئے عذاب اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرت ثابت ہو گی"۔اہل نظر جانتے ہیں کہ ’’بے وقوف لونڈیو کے بچے‘‘ کیسا توہین آمیز طرز مخاطب ہے۔
ایک تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت، دوسرے مجمع عام میں قہر وغضب کا یہ اظہار اس لئے تھا کہ اہل کوفہ دہشت میں مبتلا ہو کر اپنے گھروں میں چھپ جائیں۔اور ان کے دلوں میں اموی حکومت کی ہیبت طاری ہو جائے، یہ ایک جابرانہ سیاسی چال تھی۔جس کے ذریعے حریفوں اور مخالفوں کو اس قدر ہراساں کرنا تھا کہ پھر ان کے ذہنوں میں کوئی حرف انکار اور روح کی گہرائیوں میں کوئی جذبہ احتجاج زندہ نہ رہے۔اپنے اس منصوبے کو زیادہ اثر انگیز بنانے کے لئے حجاج مسلسل مخلوق خدا پر ظلم ڈھاتا رہا۔
ایک بار حجاج جمعہ کے دن دوپہر کے وقت مسجد میں پہنچا اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا۔خطبے میں کبھی شام والوں کا ذکر کر کے ان کی تعریفیں کرتا اور کبھی عراق والوں کا نام لے کر ان کی تذلیل کرتا یہ خطبہ اس قدر طویل ہو گیا کہ مسجد کے میناروں پر دھوپ کی سرخی کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔تب حجاج نے موذن کو حکم دیا ،اس نے اذان دی اور لوگوں نے جمعہ کی نماز پڑھی۔پھر اس کے فوراً بعد موذن نے عصر کی اذان دی اور حجاج ہی نے عصر کی نماز پڑھائی۔اس کے بعد مغرب کی اذان ہوئی،اس نماز میں بھی حجاج لوگوں کا امام تھا۔
اسی ذیل میں حضرت امام حسن بصریؒ کا بیان ہے:
’’حجاج ممبر پر چڑھ جاتا اور بکواس شروع کر دیتا یہاں تک کے نماز کا وقت جاتا رہتا، نہ وہ خدا سے ڈرتا تھا نہ مخلوق سے شرماتا تھا۔بس اس کے اوپر خدا تھا اور نیچے ایک لاکھ سپاہی۔کوئی اس سے کہنے والا نہ تھا کہ ’’اے شخص نماز کا وقت جا رہا ہے‘‘ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو اس قدر دیدہ دلیر اور گستاخ بنا دیا تھا کہ اس کی نظر میں کسی شخصیت کا احترام باقی نہ رہا تھا"۔
ایک بار اس نے رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشہور صحابی اور خادم خاص حضرت انسؓ (امام مالکؒ کے والد محترم) کی بھرے دربار میں توہین کی اور آپ کی گردن مبارک پر وہ مہر لگا دی جو مجرموں کی گردن پر لگائی جاتی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی قرأت اور فتوؤں کا مذاق ان الفاظ میں اڑاتا تھا کہ جنہیں نقل کرنا بھی ہمارے لئے گناہ عظیم ہے۔حجاج کی انہی سفاکیوں کو دیکھ کر ایک بار خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اس سے پوچھا’’حجاج تیری اپنے بارے میں کیا رائے ہے؟‘‘جواباً حجاج نے کہا’’امیر المومنین!سچ تو یہ ہے کہ میں سخت کینہ پرور اور حاسد انسان ہوں،کسی شخص کو اذیت میں مبتلا دیکھ کر مجھے خوشی کا احساس ہوتا ہے‘‘اس پر عبدالملک نے کہا’’اس طرح تو تیرا رشتہ شیطان سے ملتا ہے‘‘۔
پھر 94ھ میں حجاج نے اپنی روایت ظلم کو برقرار رکھنے کے لئے ایک اور قیامت ڈھائی۔خلیفہ عبدالملک کے دور حکومت میں حجاج کے خلاف ابن اشعت نے

بغاوت کی تھی۔اس بغاوت میں مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ نے ابن اشعث کا ساتھ دیا تھا۔بغاوت ناکام ہونے کے بعد جہاں دوسرے بے شمار لوگ گرفتار ہوئے ،وہاں حضرت سعید بن جبیرؒ بھی پابند سلاسل کئے گئے۔اسیران بغاوت میں سے جن افراد نے حجاج سے معافی طلب کی ،انہیں رہا کر دیا گیا۔آخر میں جب حضرت سعیدؒ کو حجاج کے روبرو لایا گیا تو زنجیر کی چھنکار سے آمریت کا دربار گونج اُٹھا۔خلیفہ عبدالملک کے سفاک عامل نے بہت کوشش کی کہ حضرت سعید بن جبیرؒ بھی معافی مانگ کر پروانہ آزادی حاصل کرلیں،مگر اس مردجانباز کی گردن میں کوئی خم نہیں ہوا۔آپ نے حالت قید میں پہلے سے زیادہ حق وبے باکی کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کے حجاج کو فتح مندی کے باوجود شکست ہوئی۔اور وہ حضرت سعید بن جبیرؒ کے لہجے کا وقار نہ چھین سکا۔بالآخر حجاج نے جلاد کو اشارہ کیا اور پھر قصر خلافت اس شخص کے خون سے رنگین ہو گیا اہل کوفہ نے ایک اور مردجلیل کے شہید ہونے کی خبر سنی ،ستمگروں کے ایوان میں جشن کیف ونشاط منایا گیا۔اور بے دست و پا عوام نے گوشۂ تنہائی میں چھپ کر ان لوگوں کے مرثیئے پڑھے جو مخلوق خدا کی بھوک مٹانے کے لئے سَروں کی فصل بو رہے تھے۔

پھر وقت معلوم آ پہنچا۔ظلم کی مہلت ختم ہوگئی۔عزرائیل کے لمبے اور ناقابل تسخیر ہاتھوں نے حجاج کی قبائے حیات چاک کر ڈالی۔مرتے وقت بار بار ایک ہی جملہ دہراتا تھا، ''میں ولید (خلیفہ) ہی کی اطاعت پر زندہ رہا۔اس کی اطاعت پر مر رہا ہوں اور اسی کی اطاعت پر ہی قیامت میں اُٹھوں گا''۔

طبقات ناصری میں مناج سراج کی روایت کے مطابق سعید بن جبیرؒ کی شہادت کے فوراً بعد حجاج بن یوسف بے خوابی کی اذیت ناک مرض میں مبتلا ہو گیا۔بہترین طبیبوں نے علاج کیا مگر اسے ایک لمحے کے لئے بھی نیند نہیں آتی تھی۔یہاں تک کہ چالیس دن بیمار رہ کر 95ھ میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔

خون کے دریا بہے، عالم تہہ و بالا ہوئے

اے حجاج کس لیے؟ دوگز زمیں کے واسطے؟

انجام کار حجاج کو بھی صرف دوگز زمیں ہی میسر آ سکی۔اس نے ایک لاکھ بیس ہزار شرفاء کو قتل کیا اور یہ تمام قتل ہونے والے میدان جنگ سے باہر تہہ وتیغ کئے گئے۔جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاد ابراہیم نخعی (حضرت حمادؒ کے استاد) کو حجاج کے انتقال کی خبر ملی تو بے اختیار سجدے میں چلے گئے،اور بہت دیر تک روتے رہے۔یہ خوشی کے آنسو تھے اور یہ گریہ وزاری اپنے رب کے حضور اظہار تشکر کے طور پر تھی۔

حجاج کے دفن کے بعد مشہور محدث حضرت امام حسن بصریؒ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور نہایت رقت آمیز لہجے میں یہ دعا مانگی،''اے اللہ جس طرح تو نے اس شخص کو ختم کیا ہے اس کے جاری کردہ نظام کو بھی ختم فرمادے''

حجاج کی موت سے بہت پہلے خلیفہ عبدالملک بن مروان 86ھ میں مر چکا تھا اس وقت حضرت ابوحنیفہؒ کی عمر چھ سال تھی۔اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبد الملک تخت پر متمکن ہوا تھا۔باپ کی طرح ولید نے بھی حجاج کی سرپرستی کی تھی۔ظلم ظلم کا شریک کار تھا اور تشدد کے دو دھارے ایک ہی رفتار کے ساتھ بہہ رہے تھے،پھر وحشت اور جفاکاری کے دونوں چشمے خشک ہو گئے۔

(95ھ میں حجاج کا جسم بے روح ہو گیا۔اور اس کے ایک سال بعد ہی ولید بن عبدالملک کے سانسوں کا شمار بھی ختم ہو گیا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان، حجاج بن یوسف، اور خلیفہ ولید بن عبدالملک ختم ہو چکے تھے۔لیکن پھر بھی ان کے زمانے کے ایک ایسے واقعے کی گونج باقی رہ گئی تھی ،جس کی وضاحت کے لئے ہولناک، اور لرزہ خیز جیسے الفاظ بھی ناکافی ہیں۔

انسانی ضمیر اس قدر مردہ ہو گیا تھا کہ اُموی خلفاء میں سے کسی ایک نے اپنی ایک سیاہ کار کنیز کو مردانہ عبا اور دستار پہنا کر مسجد میں بھیجا ۔یہاں تک کہ مجبور اور بے خبر مسلمانوں کو اسی بدمست عورت کی امامت میں نماز ادا کرنا پڑی۔اسی ظلم اور کج روی کو دیکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے برملا کہا تھا، ''اگر تمام پیغمبروں کی اُمتیں مل کر اپنے اپنے زمانے کے بدکاروں کو جمع کریں اور ہم صرف حجاج بن یوسف کو مقابلے پر لائیں تو خدا کی قسم ہمارا پلہ بھاری رہے گا''

جب عمر بن عبدالعزیزؒ کی صدائے حق پہلی بار بلند ہوئی تو ایوان اقتدار لرزنے لگا۔خاندان بنواُمیہ کے ماتھے پر بے شمار شکنیں اُبھر آئیں تھیں۔کیونکہ تبصرہ کرنے والا خود خاندان بنواُمیہ سے تعلق رکھتا تھا۔اور یہی عمر بن عبدالعزیز خود خاندان بنواُمیہ کے ممتاز ترین فرد تھے۔حجاج بن یوسف بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔اتنے قریبی عزیز کے بارے میں اتنی سچائی سے اظہار کرنا تاریخ آدم کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔اختلاف اور حسد کی بے شمار تلواروں کے سائے میں صرف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی یہ بات کہہ سکتے تھے۔

اس طرح ایک اور موقع پہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے وحشت و بربریت کے اس زمانے کی صحیح عکاسی کرتے ہوئے فرمایا، ولید بن ملک شام میں، حجاج بن یوسف عراق میں، عثمان حجاز میں، قرہ مصر میں، واللہ ساری دنیا ظلم سے بھر گئی جب حجاج بن یوسف نے حضرت سعید بن جبیرؒ کو شہید کیا۔ اس وقت کوفہ کے مشہور امام شعبیؒ بھی معتوب تھے۔ مگر جب دونوں کے مقدمات پیش ہوئے تو حضرت سعید بن جبیرؒ کو اپنی جرأت گفتار کے سبب تہہ وتیغ ہونا پڑا۔ اور حضرت امام شعبیؒ کی زندگی محض اس لئے محفوظ رہ گئی کیونکہ آپ نے مصلحت وقت دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی تھی۔

اس طرح حضرت خواجہ حسن بصریؒ حجاج کو مسجد کے ممبر پر ناپسندیدہ باتوں کا مرتکب پاتے۔ مگر مصلحتاً خاموش بیٹھے رہتے یہی وہ فضا تھی کہ جس نے حدیث وفقہ کے لئے حالالت کو انتہائی ناسازگار بنا دیا تھا۔ ایسے حالات میں اگر درس گاہیں مکمل طور پر مسمار کر دی جاتیں، اور تمام علماء کی جماعت کو قتل کر دیا جاتا تو یہ کوئی حیرت ناک بات نہ ہوتی۔ کیونکہ وہ موسم ہی خونریزی کا تھا۔ بے گناہ انسان جانوروں کی طرح لائے جاتے اور مقتل میں لے جا کر انہیں ذبح کر دیا جاتا، کوئی پوچھنے اور روکنے والا نہ تھا۔ ایسے جفا کار وقت میں جب آسمان سے خون کی بارش ہو رہی ہو اور زمین سے لہو کے چشمے پھوٹ رہے ہوں اگر امام سیرینؒ، امام شعبیؒ، اور امام بصریؒ خاموش رہے، تو یہ قابل اعتراض بات نہیں۔ کمزور تھکے ہوئے جسم، پریشان حال، زرد چہرے رکھنے والے چند علماء آخر کیا کرتے؟

جب کے بے شمار طاقتور انسانوں نے حجاج کے پائے اقتدار پر بے اختیار سجدہ کر لیا تھا۔ کم از کم امام سیرینؒ، امام شعبیؒ اور امام بصریؒ نے خلیفہ کے دربار میں قصائد پڑھ کر علم کے وقار کو نیلام تو نہیں کیا۔ یہ لوگ اپنے گھروں میں خاموشی سے اس لئے بیٹھ گئے کیونکہ اس طرح علم کو پناہ حاصل تھی۔ اگر یہ لوگ ہی شہید کر دیئے جاتے تو دنیا سے علم ہی رخصت ہو جاتا۔

سلیمان بن عبدالملک

ولید بن ملک کے بعد تخت خلافت پر سلیمان بن عبدالملک نمودار ہوا، لوگوں کا خیال تھا کہ وہ بھی اپنے بڑے بھائی ولید کی طرح سخت گیر اور ظلم وتشدد کا سفیر ہو گا مگر بعد میں یہ ساری قیاس آرائیاں غلط ثابت ہوئیں۔ قدرت کا نظام بھی عجیب نظام ہے وہ سرکشوں کی اولاد میں برگزیدہ نبی پیدا کر دیتا ہے اور انبیاء کی نسل میں مغرور اور نافرمان پیدا کر دیتا ہے۔

سلیمان بن عبدالملک، عبدالملک بن مروان جیسے جابر حکمران کا بیٹا اور ولید بن عبدالملک جیسے سفاک فرمانروا کا چھوٹا بھائی تھا۔ سلیمان نے ورثے میں جلے ہوئے مکان اور شرفاء کی لاشیں اور لاشوں سے بھرے ہوئے قبرستان پائے تھے۔

سلیمان بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کے تعمیر کردہ وہ تمام قید خانے مسمار کرا دیئے اور اُمت مسلمہ کے فلاحی کاموں پر خصوصی توجہ دی۔

پھر زمین پر وہ لمحہ عجیب بھی نازل ہوا کہ جب سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ نامزد کیا۔ گو سلیمان عبدالملک بن مروان جیسے جابر حکمران کا بیٹا تھا لیکن اس کی طبیعت میں نرمی اور خدا ترسی تھی۔ وہ اپنے باپ اور بھائی کے طرز عمل کو پسند نہ کرتا تھا۔ ظلم اور جبر کے بجائے عدل وانصاف کو پسند کرتا تھا۔ سلیمان نے اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے اپنے بڑے بیٹے ایوب کا نام تجویز کر رکھا تھا، لیکن ایوب کی بیماری کی وجہ سے سلیمان نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر اس سلسلے میں سلیمان نے اپنے بیٹے داؤد کو اپنا جانشین مقرّر کرنے کے لیے سوچا۔ لیکن داؤد اس وقت جنگ کے لیے (constantinpole) کے محاصرے میں تھا اور کچھ معلوم نہ تھا کہ (constantinpole) کا یہ محاصرہ کب ختم ہو گا؟ دوسرے یہ محاصرہ اور یہ جنگ غیر مسلموں کے ساتھ تھی۔ کافی عرصے سے داؤد کی طرف سے کوئی اطلاع بھی نہیں آئی تھی۔ اور کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ داؤد اس محاصرے سے زندہ بھی واپس آئے گا یا نہیں؟ حضرت عمر بن عبدلعزیز اس وقت سلیمان بن عبدلملک کے عامل (گورنر) تھے اور یہ سلمان کے چچازاد بھائی بھی تھے۔ سلیمان بن عبدلملک کو اچھی طرح معلوم تھا کہ عمر بن عبدلعزیز نے کس بہترین طریقے سے حکومت کی ذمہ داریاں سنبھال رکھی ہیں اور یہ بھی کہ وہ حکومت کرنے کا تجربہ رکھتے ہیں لیکن سلیمان اس بات کو بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ عبدلملک بن مروان کے بیٹے اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے کہ عمر بن عبدلعزیز کو جانشین مقرر کر دیا جائے اور ایک بہت بڑا فساد کھڑا ہو جائے گا۔ کافی خوروعوض کے بعد اور اپنے مشیروں سے مشورہ کرنے کے بعد سلیمان بن عبدلملک نے اپنے چچازاد بھائی عمر بن عبدلعزیز کو ہی اپنا جانشین مقرر کرنے کا اعلان کیا۔ اور فتنا فساد سے بچنے کے لیے اس اعلان کے ساتھ ہی یزید بن عبدلملک کو عمر بن عبدلعزیز کے بعد جانشین مقرر کرنے کا اعلان بھی کر دیا۔

اس فیصلے پر ہی عمل کیا گیا اسی لئے عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد خلافت کا جانشین دوبارہ عبدالملک بن مروان کے بیٹے یزید بن مروان کو مقرر کیا گیا۔

کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ سلیمان اپنے بزرگوں کے قائم کردہ حصار کو اس بے رحمی کے ساتھ توڑ دے گا۔ ہوس، خودغرضی کے برسوں پرانے نظام پر یہ سلیمانؒ کی ایک ایسی کاری ضرب تھی کہ ''تخت وتاج'' کا خواب دیکھنے والے چیخ اُٹھے۔ یہ اللہ جانتا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کے اسی فیصلے کو بدلنے کے لئے کیا کیا دباؤ نہ ڈالا گیا ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ اس مردِ بے باک کی مغفرت کرے وہ آخری سانس تک اپنے ارادے پر قائم رہا اور مملکت اسلامیہ کو ایک نئی زندگی دے گیا۔ سلیمان نے اپنے پیچھے خدمت خلق کا کوئی سرمایہ چھوڑا ہو یا نہ ہو، مگر وہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت عدل وانصاف سے محروم زمین پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی شکل میں ایک ایسی علامت چھوڑ گیا جس نے طرزِ شہنشاہی کو خلافت راشدہ کی طرف موڑ دیا۔

سلیمان کا ملت اسلامیہ پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہزار ہا مجبوریوں اور سازشوں کے نرغے میں محصور ہوتے ہوئے بھی بار امانت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو منتقل کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اللہ ہی جانتا ہے کہ اسلام کی سرزمین کتنے نئے فتنوں سے بھر جاتی۔ مسند خلافت سے کئی کئی شورشیں پھوٹتیں اور ان کی زد میں کیا کچھ نہ آجاتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ راشدہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ 99ھ میں مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

یہ مروان کے پوتے اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے داماد تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پہلے ہی خطبے میں اپنے عزائم کا اس طرح اظہار کیا۔

''اگر اللہ تعالیٰ ہر بدعت کو میرے ہاتھوں سے مردہ کرے اور رسالت مآب خاتم النبیین ﷺ کی ہر سنت کو میرے ہاتھوں زندہ کرے، اور اسی راہ میں میرے جسم کا ایک ایک ٹکڑا کام آجائے۔ یہاں تک کہ آخر میں میری جان بھی لے لی جائے تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہت ہی معمولی قربانی ہوگی''۔

اور پھر آپؒ کے خطبے کا سب سے اہم فقرہ یہ تھا ''اللہ کی نافرمانیوں میں ہم سے کوئی تعاون نہ کرے''

جیسے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلیفہ بننے کی خبر حجاز مقدس میں پہنچی تو مدینہ منورہ کے مشہور امام حضرت قاسم بن محمدؒ نے بے اختیار ہوکر فرمایا،

''اب وہ بولیں گے جو نہیں بول سکتے تھے'' اس جملے سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے کیسا خوفناک دستور زبان بندی تھا۔

مسلسل خاموش رہتے رہتے انسانوں کی صلاحیت گفتار ختم ہوگئی تھی۔ یہ زبان بندی سال دوسال سے نہیں تھی، زبان بندی کا یہ سلسلہ حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد سے ہی شروع ہوگیا تھا۔

یزید کے بعد مروان بن حکم اور پھر عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک کے زمانے میں لوگ ایک حرف بھی حق بات کا زبان سے نہیں نکال سکتے تھے۔ گو کہ سلیمان بن عبد الملک کا زمانہ امن کا زمانہ تھا۔ لیکن لوگ اس قدر ڈرے ہوئے تھے کہ خاموشی ہی کو عافیت سمجھنے لگے تھے۔ انسانوں کی صلاحیت گفتار ختم ہوگئی تھی، اور ان کی آوازیں سینوں ہی میں گھٹ کر دم توڑ چکیں تھیں۔ جابر اور ظالم حکمرانوں کے خوف اور دہشت سے جو نسلیں گونگی ہوگئیں تھیں انہیں بولنے کی طاقت، ہمت اور آزادی گفتار حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس وقت بخشی جب وہ اپنی قوت گویائی کی دوبارہ بحالی سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو چکی تھیں۔ یہ ایک ایسی کرم کی بارش تھی جس نے مردہ زمینوں میں جان ڈال دی تھی۔ اس سے ایک مرتبہ پھر وہی شادابی لوٹ آئی جسے دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئیں تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس عدل وانصاف کو زندہ کیا جو آپؒ سے پہلے والے خلفاء کے دور میں مرچکا تھا۔ اور اگر کہیں کسی شکل میں زندہ بھی تھا تو اس کی معاشرتی حیثیت ایک لاوارث اور یتیم بچے کی مانند تھی۔

ایک زمانہ دراز سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی شان میں خطبات کے ذریعے گستاخیاں کی جاتیں تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کافرانہ رسم کو سختی کے ساتھ روک دیا، اور پہلی بار حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کا لفظ استعمال کیا جسکا مطلب ہے۔ ''اللہ تعالیٰ آپؓ کے چہرے کو روشن کرے''۔

اس کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام اُموی شہزادوں سے جاگیریں واپس لیں۔ جہاں جہاں ظالم اُموی شہزادے، اور ظالم عمال موجود تھے ان تمام کو معزول کردیا گیا۔ لوگوں نے آپؒ کو عمر ثانی کہنا شروع کردیا۔ اور پھر عمر ثانیؒ نے جو سب سے بڑا کارنامہ سرانجام دیا وہ مذہبی علوم کا احیاء تھا۔ آپؒ نے حضرت امام زہریؒ کو حکم دیا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی تمام احادیث مبارکہ کو جمع کیا جائے۔ جب یہ مجموعہ تیار ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام ممالک اسلامیہ میں اس کی نقلیں بھجوائیں۔

امام قاسمؒ کے بقول ''اب وہ لوگ بول سکیں گے جو اس سے پہلے نہیں بول سکتے تھے'' جن کے سینوں میں احادیث مبارکہ کے ذخیرے موجود تھے۔اور وہ اسی علم کے خزانے کو اپنے سینوں میں دبائے خاموش رہے تا کہ علم کا یہ خزانہ ختم نہ کر دیا جائے۔

علماء کا گم شدہ وقار لوٹ آیا۔عشرت کدے بجھا دیئے گئے اور درس گاہیں روشن ہوگییں ۔اگر چہ مملکت اسلامیہ کے دیگر عمال (گورنر) علم کے سلسلے میں اتنے زیادہ حساس نہیں تھے،مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے غیر معمولی رجحان کے باعث وہ لوگ بھی محدثین عظام اور رفقہائے کرام کا ادب کرنے پر مجبور ہو گئے۔خلیفہ وقت کی اس گرم جوشی نے عوام الناس کو ایک مرتبہ پھر علم کی طرف متوجہ کر دیا،اور گھر گھر علم وتدریس کے چرچے ہونے لگے۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دین اسلام کی جو خدمات سرانجام دیں،ان کو دیکھ کر لوگ خلافت راشدہ کے دور کو یاد کرنے لگے۔لوگوں نے آپؒ کو عمر ثانی کہا اور آپؒ خلافت راشدہ کے پانچویں خلیفہ کے نام سے مشہور ہوئے۔آپؒ انتہائی نرم دل اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں عقلیت پرستوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔عمر ثانیؒ کے دور میں صرف کردار ہی نہیں علم بھی دوبارہ زندہ ہوا تھا۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں ہی ایک شخص غیلان بن یونس نے نظریہ قدر پیش کیا۔غیلان بن یونس کا نظریہ قدر پانچ اصولوں پر مشتمل تھا۔

۱۔انسانی آنکھ کے ذریعے کسی طرح بھی دیدار الٰہی ممکن نہیں۔
۲۔انسان اپنے تمام کاموں میں مکمل طور پر آزاد ہے۔
۳۔خدا گناہ کبیرہ کے مرتکب انسانوں کی بخشش نہیں کرتا۔
۴۔گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر،وہ فاسق مسلمان ہے۔
۵۔فاسق مسلمان دوزخ کی آگ میں ہمیشہ جلتا رہے گا۔

اس طرح سے اس نظریے کے حامی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ یہ کائنات خود بخود چل رہی ہے۔اور یہ کہ پوری کائنات کسی عنوان کسی جبر کے دائرے میں داخل نہیں غیلان بن یونس اپنے اس نظریے کی پُرزور تبلیغ کر رہا تھا کہ ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے اپنے دربار میں طلب کیا،اور اس کے نظریات معلوم کرنے کے بعد بہت دیر تک اسے سمجھاتے رہے یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جبروت ہی تھا کہ غیلان بن یونس کو اپنے عقائد کا مضبوط کھسار راکھ کا ڈھیر نظر آنے لگا۔اس نے دوران گفتگو بارہا کہا! آپؒ درست فرماتے ہیں میں صریح گمراہی میں مبتلا تھا۔آپ سے ملاقات کے بعد میں اپنی اصلاح حال کرلوں گا''۔بظاہر غیلان بن یونس کی کجی دور ہو چکی تھی اور ایک فتنہ سر اٹھانے سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا تھا۔مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا رعب وجلال تھا کہ جس سے مجبور ہو کر غیلان بن یونس اپنے مفسدانہ خیالات سے تائب ہو گیا تھا۔یا پھر وہ ایک زمانہ ساز انسان تھا جس نے مذہب کے معاملے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سخت گیری سے مجبور ہو کر جھوٹ،مکاری اور مصلحت کا سہارا لیا تھا۔اور ان کی زندگی میں خاموش ہی رہا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں اس نے پھر کبھی کوئی آواز بلند نہ کی لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وصال ہوتے ہی غیلان کے جذبوں نے پھر سرکشی اختیار کی۔اور اس کے ذہن میں فراموش کردہ تصورات پھر پوری شدت کے ساتھ ابھرنے لگے۔

بحر حال حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ حکومت خلافت کی یاد تازہ کر گیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک لونڈی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا امیر المومنین میں اس وقت (تہجد کی نماز کے بعد) ایک عجیب سا معاملہ دیکھا ہے۔آپؒ نے پوچھا" کیا معاملہ ہے"-اس نے کہا" امیر المومنین! میں نے دیکھا ہے کہ دوزخ دوزخیوں کے واسطے دھڑا دھڑ جل رہی ہے۔ پُل صراط کو لا کر دوزخ کی پشت پر رکھ دیا گیا"،آپؒ نے فرمایا" پھر کیا ہوا"؟" پھر عبدالملک بن مروان کو لایا گیا اور اس کو اسی پُل پر چڑھا دیا گیا۔اور وہ ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ پُل اُلٹ گیا اور وہ دوزخ میں گر گیا"۔آپؒ نے فرمایا" پھر "؟" پھر میں نے دیکھا کہ عبدالملک کے بیٹے ولید کو لایا گیا،اور اس کو پُل پر سوار کیا گیا اور وہ ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پُل نے کروٹ لی اور وہ دوزخ میں جا پڑا"،آپؒ نے فرمایا" پھر "؟" پھر میں نے عبدالملک کو دیکھا اسے بھی پُل پر چڑھایا گیا،وہ پُل پر تھوڑی ہی دور چلا تھا لیکن پھر پُل ترچھا ہو گیا اور وہ بھی دوزخ میں گر گیا"۔آپؒ نے فرمایا" پھر"؟اس نے کہا" امیر المومنین پھر میں نے آپؒ کو دیکھا کہ آپؒ کو پُل کے پاس لایا گیا"۔لونڈی کا یہ کہنا تھا کہ آپؒ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔وہ لونڈی اُٹھی اور آپؒ کے کان میں پکار پکار کر کہنے لگی" امیر المومنین میں نے دیکھا کہ آپؒ پُل صراط سے صحیح وسالم گزر گئے

ہیں۔آپؒ نے نجات پالی ہے، امیرالمومنینؒ آپؒ نے نجات پالی ہے"۔ ہرچند کہ وہ کان میں چیختی رہی لیکن آپؒ برابر آہ وبکا کے نعرے لگاتے رہے اور پاؤں زور زور سے زمین پر مارتے رہے۔

101ھ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

اسے اہل زمین کی تیرہ بختی ہی کہا جائے گا کہ سوا دو سال بعد ہی وہ سورج بجھ گیا۔ جو حضرت علی بن ابی طالبؓ کی شہادت کے بعد نصف صدی تک گھرے سیاہ بادلوں میں روپوش رہا تھا مگر اس مختصر ترین وقت میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اتنی روشنی تقسیم کر گئے کہ اہل طلب اب قیامت تک اندھیروں کا شکار نہیں ہوں گے۔

یزید بن عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک کی نصیحت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔

یزید بن عبدالملک بھی یزید بن معاویہ کی طرح ہی ثابت ہوا، اس نے شراب نوشی اور منشیات کی عام اجازت دے دی، وہ خود بھی شراب اور منشیات کا عادی تھا۔ اس نے اپنا سارا وقت کھیل کود اور گانے بجانے کی محفلوں میں صرف کیا۔

جس کی وجہ سے جو سنبھالہ بنواُمیہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دیا تھا، وہ پھر ڈانواں ڈول ہونے لگا۔ اور بنواُمیہ پھر زوال کا شکار ہونے لگی۔ قانون کا کوئی احترام نہ رہا اور معاشرے میں انصاف کا بول ختم ہو گیا اور یہی وہ وقت تھا، جب بنوعباس نے بنواُمیہ کے ہاتھوں سے خلافت چھین لینے کا پروگرام بنایا، کیونکہ ان کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا۔ بدترین شراب نوشی کی وجہ سے یزید بن عبدالملک کی صحت بہت خراب ہوگئی اور وہ 38 سال کی عمر پا کر مر گیا۔

اپنے مرنے سے پہلے اس نے اپنا جانشین اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک کو مقرر کر دیا تھا۔ اور وہ ہشام بن عبدالملک کے بعد اپنے بیٹے ولید بن یزید کو خلافت کا جانشین مقرر کرنے کی وصیت کی تھی۔

ہشام بن عبدالملک

ہشام بن عبدالملک ولید بن عبدالملک کا بھائی تھا۔

ولید بن عبدالملک نے اپنی عیاشیوں کی وجہ سے بنوعباس کو متحرک کر دیا تھا۔ ہشام بن عبدالملک نے جب سلطنت کو سنبھالا تو اسے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس نے ان مشکلات کو حل کرنے کے لئے بہت سے راستے نکالے۔

اس نے اپنے دور میں وہ اصطلاحات دوبارہ نافذ کروائیں جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور میں نافذ کی تھیں۔ اس نے دوران حکومت بہت سے نئے تعلیمی ادارے بنوائے اور بہت سی کتابوں کو عربی میں لکھوایا۔

اگرچہ ہشام بن عبدالملک بہت کامیاب اور طاقت ور حکمران تھا۔ لیکن بنوعباس یہ طاقت چھیننے کی مسلسل کوشش کرتے رہے۔ اس نے عوام الناس کو اپنی سادگی اور ایمان داری سے متاثر کیا۔ ہشام ایک مضبوط عقیدہ رکھنے والا حکمران تھا۔ اسے مذہب میں ایسی کوئی بدعت پسند نہیں تھی، جس سے عام مسلمانوں کے عقائد خلل پذیر ہوں۔

مذہبی معاملات میں ہشام کی سخت گیری کا یہ حال تھا کہ جب غیلان بن یونس نے اپنا نیا عقیدہ پیش کیا تو وہ اس کے نظریات کو برداشت نہ کر سکا۔ یہ وہی غیلان بن یونس تھا جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں نظریہ قدر پیش کیا تھا۔ غیلان بن یونس کا نظریہ قدر پانچ اصولوں پر مشتمل تھا۔

۱۔ انسانی آنکھ کے ذریعے کسی طرح بھی دیدار الٰہی ممکن نہیں۔

۲۔ انسان اپنے تمام کاموں میں مکمل طور پر آزاد ہے۔ اسطرح یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ پوری کائنات کسی عنوان بھی جبر کے دائرے میں داخل نہیں۔

۳۔تیسرے ان لوگوں کا خیال تھا کہ خدا گناہ کبیرہ کے مرتکب انسانوں کی بخشش نہیں کرتا ان کا یہ بھی نظریہ تھا کہ گناہ کبیرہ سے آلود، ہونے والا انسان نہ مومن ہے نہ کافر ،وہ فاسق مسلمان ہوتے ہیں۔ان کی نظر میں ایسے لوگ جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں وہ ہمیشہ آتش دوزخ میں جلتے رہیں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے اپنے دربار میں طلب کیا اور بہت دیر تک سمجھاتے رہے۔

یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے خلیفہ راشد کا جبروت تھا کہ غیلان بن یونس کو اپنے عقائد کا مضبوط کہسار راکھ کا ڈھیر نظر آنے لگا۔اور وہ مجبوراً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے اپنے مفسدانہ خیالات سے تائب ہو گیا۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وصال ہوتے ہی غیلان کے جذبوں نے پھر سرکشی اختیار کی۔اور پورے زوروشور سے اپنے دوستوں اور قریبی حلقوں میں اپنے نظریات کی تبلیغ کرتا رہا۔

یہاں تک کے ہشام بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں عوام الناس میں اس کی گمراہ کن تقاریر شہرت پانے لگیں۔پھر ایک دن خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے کانوں تک اس کے نظریات پہنچے۔ہشام نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر غیلان بن یونس کو پا یہ زنجیر کر کے اپنے دربار میں طلب کیا۔

عام لوگوں کا خیال تھا کہ خلیفہ ہشام غیلان بن یونس کے عقائد پر مناظرہ کرے گا،اور بعد میں کسی نتیجے پر پہنچ کر اپنا فیصلہ سنائے گا۔مگر اس وقت لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہشام بن عبدالملک نے غیلان بن یونس کو براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا،''میں تجھ جیسے کج رو انسان سے یہ مطالبہ نہیں کروں گا کہ تو اپنے نظریات سے رجوع کر کے توبہ کے حصار میں داخل ہو جائے۔تو ایک بار میرے پیش رو خلیفہ کے سامنے تائب ہو چکا ہے۔اس کے باوجود تیرے مفسدانہ خیالات کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ تو اپنی ان فتنہ انگیزیوں سے باز نہیں آئے گا"۔اتنا کہہ کر ہشام نے جلاد کو حکم دیا کہ غیلان کے کاندھوں سے اس کے سر کا بوجھ کم کر دیا جائے۔ہشام کا یہ حکم اس قدر سریع الاثر تھا کہ چند ساعتیں گزرنے کے بعد ہی غیلان بن یونس خاک وخون میں نہا گیا۔

اس طرح ہشام بن عبدالملک نے جعد بن درہم کو بھی قتل کروادیا۔جعد بن درہم وہ شخص ہے کہ جس نے قرآن کریم کو سب سے پہلے مخلوق کہہ کر پکارا تھا۔بعض روایات میں درج ہے، کہ جُھم بن صفوان وہ پہلا فتنہ گر تھا کہ جس نے اللہ کی کتاب مقدس کے بارے میں مخلوق اور حادث ہونے کا نظریہ پیش کیا۔اس کے برعکس کچھ محققین کا خیال ہے کہ، جعد بن درہم نے پہلی بار قرآن حکیم کے حوالے سے مسلمانوں کے عقائد میں خلل اندازی کی تھی۔ہشام بن عبدالملک نے جعد بن درہم کو براہ راست قتل نہیں کیا تھا ، بلکہ اپنی حکومت کے ایک بااختیار شخص خالد بن عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ جعد بن درہم کے غلیظ وجود سے اللہ تعالیٰ کی زمین پاک کر دیں۔

جعد بن درہم کے قتل کی تفصیل اس طرح ہے کہ کوفے میں عیدالاضحیٰ کے دن خالد بن عبداللہ کے سامنے جعد بن درہم کو اس طرح لایا گیا کہ اس کا پورا بدن آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔خالد بن عبداللہ نے جعد بن درہم کی طرف دیکھا اور پھر حاضرین نے محسوس کیا کہ خالد بن عبداللہ کی آنکھوں میں اس کے لئے ساری دنیا کی نفرت سمٹ آئی ہے۔پھر نماز عید ہوتی رہی،لوگ نماز ادا کرتے رہے اور جعد بن درہم اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔

نماز عید ختم ہوئی تو خالد بن عبداللہ نے عیدگاہ میں جمع ہونے والے انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

''لوگو!اب تم جاؤ اور اپنی اپنی قربانی کے جانور ذبح کرو۔میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں آج کے دن جعد بن درہم کو ذبح کروں گا۔تمہیں معلوم ہے کہ یہ شخص کیا کیا ہذیان بکتا ہے۔اس گمراہ کا کہنا ہے کہ حضرت موسیؑ نے اللہ سے باتیں نہیں کیں گویا اس کے نزدیک حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ نہیں تھے۔اس سیاہ کار کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا خلیل (دوست) نہیں بنایا۔تم لوگ غور سے سن لو یہ کج رو انسان اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے،اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے بے نیاز ہے''۔

اتنا کہہ کر خالد بن عبداللہ ممبر سے نیچے اُتر آیا،اور پھر اس نے محافظوں کو جعد بن درہم کی زنجیریں کھولنے کا حکم دیا۔اور پھر جعد بن درہم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،''جعد آج میں بہت خوش ہوں کہ ایسی مقدس ساعتوں میں تیرا خون بہا کر اللہ تعالیٰ کی اس زمین کے حصہ کو غسل دے رہا ہوں، جسے تیرے ناپاک وجود نے آلودہ کر دیا ہے"۔

ابھی فضاؤں میں خالد بن عبداللہ کے الفاظ کی بازگشت باقی تھی کہ اس کا ہاتھ بلند ہوا۔تلوار کی چمک سے ایک لمحے کے لئے حاضریں کی آنکھیں خیرہ ہوئیں اور دوسرے ہی لمحے ان کی سماعتوں سے۔جعد بن درہم کی دردناک چیخ ٹکرائی اور بدعقیدگی کا سارا تماشا ختم ہو گیا۔

مختصر یہ کہ ہشام بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں گمراہیاں پھیلانے والے دو فتنہ گروہ غیلان بن یونس اور جعد بن درہم تہہ تیغ کئے گئے۔ہشام ہی کے زمانے میں جہاں درِ پردہ کچھ سیاسی انتشار تھا۔وہاں مذہبی معاملات میں رخنہ اندازی کرنے والے بے شمار افراد موجود تھے۔ان میں کچھ لوگ بے نقاب ہو گئے تھے اور کچھ زیر زمین

رہ کر اہل ایمان کے عقائد میں خلل ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ایسی ہی فساد برپا کرنے والی ایک غیر مسلم طاقت نے ایک رومی راہب کو اس بات پر آمادہ کیا۔کہ وہ اپنی عقیدت پرستی کے ذریعے کچھ ایسے سوالات ترتیب دے،جنہیں سن کر عام مسلمانوں کے ذہن منتشر ہو جائیں۔اس منصوبے کے تحت رومی راہب نے سادہ لوح کلمہ گو مسلمانوں کے لئے ایک الفاظ کا جال بنایا۔اور خلیفہ ہشام کے دربار میں پہنچ گیا۔

اس نے اپنے سوالات خلیفہ کے سامنے پیش کئے اور کہا،"عیسائی اور یہود کے بڑے بڑے عالم تو ان سوالات کا جواب دے کر مجھے مطمئن نہیں کر سکے،اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ مسلمان علماء اکرام سے ان سوالات کے جواب دلوا دیں تا کہ میں پر سکون ہو جاؤں"۔

پھر رومی راہب نے سوالات کئے،

۱۔خدا سے پہلے کیا تھا؟

۲۔خدا کا منہ کس طرف ہے؟

۳۔خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

ظاہر ہے کہ یہ حیران کن سوالات سن کر ہشام بن عبدالملک اس کا منہ دیکھنے لگا۔وہ اپنے دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کسی نئے فتنے کا آغاز ہو رہا ہے۔

اس نے علماء کی طرف نگاہ کی،

ایک عالم نے اپنی نشست سے اٹھ کر بلند آواز میں کہا،''ہم صرف خدا پر ایمان رکھتے ہیں اس بحث میں نہیں الجھتے کہ خدا سے پہلے کون تھا اور آخر میں کون ہوگا''؟لیکن خدا تو خود انسانوں کو دعوت عقل دیتا ہے۔اس نے کہا ہے"غور کرنے والوں کے لئے اس کائنات میں بڑی نشانیاں موجود ہیں"۔

رومی راہب آیت قرآنی کی غلط تاویل بیان کر رہا تھا۔

دوسرے عالم نے اٹھ کر رومی راہب کو ڈانٹا،''آیت قرآنی کی یہ تفسیر غلط ہے۔اللہ تعالیٰ جب بھی بنی نوع آدم کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے،تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی تخلیقات اور قائم کردہ نظام کے بارے میں سوچا جائے۔اس غور وفکر سے منشائے الٰہی یہ ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی نشانیوں میں تدبر سے کام لے گا تو پھر اس کی بے پناہ صفت خلاقی پر بھی ایمان لے آئے گا''۔

''میں ایمان کی بات نہیں کرتا،عقل کی روشنی میں جواب دیں''۔رومی راہب نے کہا۔آج پہلی بار لوگوں نے خدا کی ذات کے بارے میں ایسے گستاخانہ الفاظ سنے تھے۔پھر ایک بزرگ عالم اپنی نشت پر کھڑے ہوئے اور کہا،کہ''ہم اپنے معزز مہمان کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ وجود باری تعالیٰ انسانی حیثیت نہیں رکھتا''،رومی راہب کے چہرے پر تمسخر کا رنگ نمایاں ہوا۔

ہشام نے موقع کی نزاکت کا اندازہ لگایا اور رومی راہب کو کچھ دن اور دمشق میں قیام کے لئے کہا۔

اور بتایا کہ علماء کو بلا کر تمہارے سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔رومی راہب بادشاہ کا مہمان ہوا اور وہاں سے رخصت ہوا۔اب ہشام نے اردگرد کے علماء سے رابطے کئے،لیکن رومی راہب کے سوالات عجیب وغریب تھے۔

پھر کسی نے ہشام کو کوفے کے ایک جوان ابوحنیفہؒ کے بارے میں بتایا۔ہشام نے ابوحنیفہؒ کو بلا بھجا۔اس وقت ان کی عمر پچیس،چھبیس سال کی تھی۔امام ابوحنیفہؒ ہشام کے دربار میں حاضر ہو گئے اور خلیفہ سے اجازت طلب کی،ہشام نے اجازت دے دی۔

رومی راہب خلیفہ کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا،امام صاحب کھڑے ہوئے تھے۔امام ابوحنیفہؒ نے رومی راہب کی طرف دیکھ کر کہا کہ''آپ سائل ہیں''؟سفیر نے کہا''ہاں''۔

امام صاحب نے کہا کہ''آپ کی جگہ یہاں ہے''،امام ابوحنیفہؒ نے اپنی جگہ اشارہ کرتے ہوئے کہا۔رومی راہب خاموشی سے نیچے اُتر آیا اور امام ابوحنیفہؒ کی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔پھر امام ابوحنیفہؒ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کی جگہ پر جا بیٹھے جہاں کچھ دیر پہلے رومی راہب بیٹھا ہوا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ نے کہا"سوال کرو"؟اس نے کہا"خدا سے پہلے کیا تھا"؟امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا''عدد جانتے ہو؟اس نے کہا''ہاں''ایک سے پہلے کیا تھا؟رومی نے کہا''ایک اول ہے اس سے پہلے کچھ نہیں''۔امام ابوحنیفہؒ نے کہا''جب واحد مجازی لفظی سے پہلے کچھ نہیں تو پھر واحد حقیقی سے قبل کوئی کیسے ہو سکتا ہے''؟

رومی نے فوراً ہی دوسرا سوال کیا،''اللہ کا منہ کس طرف ہے''؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا''اللہ نور ہے اور نور کے لئے تمام جہت (سمت) برابر ہوتی ہیں''۔رومی مسکرایا،حضرت امام ابوحنیفہؒ نے موم بتی منگوا کر روشن کی اور کہا کہ''موم بتی کے نور کا رُخ کس طرف ہے''؟''یہ نور ہے اس کی کوئی سمت نہیں اس کی روشنی سب طرف برابر ہے''۔

رومی راہب نے جواب دیا۔امام صاحب نے فرمایا کہ''جب نور مجازی کا رخ کسی ایک طرف نہیں تو پھر''نور السمٰوٰت والارض''زمین وآسمان کا نور، ہمیشہ رہنے والا سب کو نور اور نورانیت دینے والے کا رخ کسی ایک سمت کیسے ہوسکتا ہے''؟

رومی راہب شرمسار ہورہا تھا،اس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی اس نے بمشکل تمام کہا،اچھا یہ بتاؤ"اللہ تعالیٰ اس وقت کیا کررہا ہے"؟ امام ابوحنیفہؒ کچھ دیر پھر خاموش رہے پھر بولے''کچھ دیر پہلے میرا خدا اس کام میں مصروف تھا کہ اس نے آپ جیسے معزز شخص کو درباری نشست سے اٹھا کر فرش پر کھڑا کردیا۔اور کوفے کے ایک عام نوجوان کو خلیفہ وقت کے برابر بیٹھنے کا اعزاز بخشا۔اب میرے خدا کی مصروفیت یہ ہے کہ اس نے روم کے ایک عظیم دانشور کو ایک ایسے طالب علم کے سامنے عاجز کردیا ہے جس کا علم معمولی ہے''۔

ہشام اور اس کے درباری اس بات پر عش عش کرا ٹھے،ہر کوئی اس نوجوان کی حاضر جوابی پر داد دے رہا تھا۔

رومی راہب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دربار سے باہر نکل گیا۔ہشام نے امام ابوحنیفہؒ سے ذریعہ معاش پوچھا اور اپنی ضروریات بیان کرنے کے لئے کہا۔ابوحنیفہؒ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا''میرے لئے یہی اعزاز بہت ہے کہ امیر المومنین اہل علم کا اس قدر لحاظ رکھتے ہیں''۔

نوجوان حنفیہ کے باوقار لہجے نے اہل دربار کو زندگی کا نیا درس دیا تھا اور بے نیازی کے نئے آداب سکھائے تھے۔

ہشام نے اپنے دور خلافت میں گمراہ کن عقائد رکھنے والوں کا قلع قمع کیا۔ہشام 6 فروری 743 کو ڈائیریا کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انتقال کر گیا۔اور یزید بن عبدالملک کی خواہش کے مطابق ولید بن زید کو حکمران بنادیا گیا۔

ولید بن یزید

ولید بن یزید 90ھ میں پیدا ہوا۔

اس کا چال چلن اچھا نہ تھا،اس لئے ہشام بن عبدالملک اس کو اپنا جانشین نہیں بنانا چاہتا تھا۔مگر ناعاقبت اندیش امیروں اور سرداروں نے ہشام بن عبدالملک کو اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا۔اور ولید بن یزید ہشام بن عبدالملک کے بعد تخت نشین ہوا۔ولید بن یزید کے عہد خلافت میں بنواُمیہ کی تباہی و بربادی کا دروازہ کھل گیا۔

ولید بن یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی ان لوگوں سے جن کو اپنا مخالف سمجھتا تھا انتقام لینا شروع کیا۔کسی کا وظیفہ بند کیا،کسی کو قید کیا اور کسی کو پٹوایا،کسی کو قتل کرایا۔یزید بن عبد الملک ہشام اور ولید بن عبدالملک کے کئی بیٹوں کو قید کردیا۔غرض تخت نشین ہونے کے بعد اپنے اکثر اہل خاندان کو اپنا دشمن بنالیا۔

اپنی خلافت کے پہلے سال ہی ولید بن یزید اپنے دونوں بیٹوں عثمان اور حکم کے لئے ولی عہدی کی بیعت لوگوں سے لی۔

لوگ راضی نہ ہونے کے باوجود مجبور تھے۔اس بات پر وہ ولید بن یزید کے مزید خلاف ہو گئے۔دوسرے اس نے کھلے عام مے نوشی اور زنا کے جرموں کا دروازہ کھول دیا اس نے تمام صوبوں کے حاکموں کو بدل کردیا۔اس لئے عام لوگوں اور حاکموں کے دلوں سے ولید بن یزید کے لئے سچی خیر خواہی اور ہمدردی ختم ہوگئی۔

ولید بن یزید کے مظالم دیکھ دیکھ کر لوگ رنجیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ مشتعل بھی ہو گئے۔ولید کا چچا زاد بھائی یزید بن ولید بن عبدالملک خاص طور پر ولید کے خلاف مصروف کار رہا۔یزید بن ولید خاندان سلطنت میں زیادہ نیک اور اللہ والا سمجھا جاتا تھا۔یزید بن ولید نے چھپ کر سب کو اپنا مواقف بنایا۔اور سب لوگوں نے یزید بن ولید کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ، بنواُمیہ کے درمیان ایسی پھوٹ پڑی کے خفیہ سازشوں سے کام لیا گیا۔سب کو ساتھ ملا کر یزید نے ولید کا محاصرہ لیا۔ولید بن یزید نے سرتوڑ کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا۔یزید بن ولید کے آدمیوں نے قلعہ کے اندر داخل ہو کر ولید بن یزید کو قتل کردیا۔اس کی حکومت صرف ایک سال دو ماہ رہی،جس دن یزید بن ولید تخت نشین ہوا۔بنواُمیہ کی حقیقی تباہی کا آغاز اس دن کے بعد شروع ہو گیا تھا۔

یزید بن ولید بن عبدالملک

ولید بن یزید کے مرنے کے بعد یزید بن ولید تخت نشین ہوا۔
وہ بڑا عابد وزاہد تھا، لیکن اس میں بگڑے ہوئے انتظامات کی اصلاح کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ اس کے تخت پر بیٹھتے ہی بغاوتیں شروع ہوگئیں۔
اس نے کچھ غلط قسم کے فیصلے کرنے شروع کر دیئے۔ اس نے فوج کی تنخواہوں کو کم کر دیا جو ولید بن یزید نے بڑھائیں تھیں۔ اس نے سب کی وہی تنخواہیں مقرر کیں جو ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں تھیں یزید اخلاق اور قابلیت کے لحاظ سے برا نہیں تھا۔ اس کے غلط قسم کے فیصلوں کی وجہ سے اسے یزید الناقص کہا جانے لگا۔
یزید انتظامی اصطلاحات میں تبدیلی لاتا لیکن اس کی عمر نے وفا نہ کی اور صرف چھ ماہ خلافت کر کے پینتیس سال کی عمر میں مرض طاعون سے وفات پا گیا۔

مروان بن محمد بن مروان بن حکم

مروان بن محمد بنواُمیہ کا آخری خلیفہ تھا۔ اس کو لوگ مروان الحمار بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے زمانے میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور اس نے نہایت ہی صابر ہونے کا ثبوت دیا۔ یہ بادشاہ عمر رسیدہ، تجربہ کار، مستقل مزاج اور صاحب ہمت تھا۔ لیکن چونکہ اس وقت اُموی حکومت کا نظام بہت بگڑ چکا تھا اور بنواُمیہ کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے اس عہد میں پھوٹ، بدامنی اور خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اس لئے یہ پورا دور حکومت فتنہ وفساد اور جنگ وجدال میں گزرا۔
مروان بڑا تجربہ کار انسان تھا اگر حالات اچھے ہوتے تو وہ ایک کامیاب حکمران ثابت ہوتا، لیکن بغاوتوں نے اسے چین سے نہ رہنے دیا۔ عباسیوں نے اندر ہی اندر خوب منصوبہ بندیاں کیں۔ اس عہد میں عالم اسلام کے اندر ہر طرف تلواریں چمکتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانون کا خون جس قدر اس عہد میں بہایا گیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔
بنواُمیہ کے آخری حکمران یہی مروان بن محمد بن مروان بن حکم تھے۔ ماہ ربیع الثانی 132ھ میں مروان بن محمد نے دریائے زاب کے کنارے عباسیوں سے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اور فرار اختیار کیا لیکن بعد میں مروان پکڑا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔
اس طرح دار الخلافہ دمشق پر عباسیوں کا قبضہ ہو گیا۔ خلفائے بنواُمیہ کا زمانہ 14 ہجری سے 132ھ تک ہے۔ انہوں نے 92 سال حکومت کی اور ان کے 14 خلیفہ منصب خلافت پر فائز ہوئے۔
امیر معاویہ ان کے پہلے خلیفہ اور مروان بن محمد ان کے آخری خلیفہ تھے۔ بنواُمیہ کے بعد بنوعباس کا دور شروع ہوا انہوں نے 500 برس حکومت کی۔

****

مُصنِّفہ کی تمام کُتُب

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِحبُوبِ ربُّ العٰلمین	خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُحسنِ اِنسانیت	مقصدِ حیات	عبدیّت کا سفر ابدیّت کے حصُول تک
تعلُّق مع اللہ	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علُوم	راہِ نجات	فلاح
اہلِ بیت اور خاندانِ بنُو اُمَیّہ	ثواب و عتاب	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۱)	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۲)
مُختصِر تذکرئہ انبیاءکرامؑ، صحابہ کرامؓ	اولیاءکرامؒ	کتاب الصلوٰۃ وَ اوقاتُ الصّلوٰۃ	عشرہ مُبشرہؓ اور آئمہ اربعہؒ
حیاتِ طیّبہ	آگہی	اِسلام عالمگیر دِین	عقائد واِیمان
دِینِ اِسلام (بچّوں کے لئے)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۱)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۲)